شیعہ مذہب

المعروف

تحفہ جعفریہ

جلد چہارم

محقق اسلام شیخ الحدیث الحاج علامہ

محمد علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

بانی: جامعہ رسولیہ شیرازیہ

مکتبہ نوریہ حسنیہ

جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور

۷۸۶

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ان ابا بکر منی بمنزلۃ السمع وان عمر منی بمنزلۃ البصر وان عثمان منی بمنزلۃ الفؤاد

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر مجھ سے بمنزلہ کان، عمر بمنزلہ آنکھ اور عثمان بمنزلہ دل کے ہیں۔
(عیون اخبار الرضا ص ۳۱۳)

تحفہ جعفریہ

جلد چہارم

باب اوّل حضرت ابوبکر صدیق پر کیے گئے اہلِ تشیع کے بقیہ مطاعن

باب دوم حضرت عمر فاروق رض پر کیے گئے اہلِ تشیع کے بقیہ مطاعن

باب سوم حضرت عثمان غنی رض پر کیے گئے اہلِ تشیع کے بقیہ مطاعن

تالیف: مناظر اسلام شیخ الحدیث مولانا محمد علی مدظلہ

مکتبہ نوریہ حسنیہ، جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج ایریا روڈ لاہور

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب ـــــــ شیعہ مذہب المعروف تحفہ جعفریہ (جلد چہارم)

مصنف ـــــــ حضرت علامہ مولانا محمد علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کاتب ـــــــ محمد صدیق (مرحوم) حضرت کیلیانوالہ شریف

سن طباعت ـــــــ اپریل 2014ء

زیر اہتمام ـــــــ میاں محمد رضا

نوٹ

کتاب ہذا تحفہ جعفریہ میں ہم نے ہر موضوع پر اپنے دعویٰ کا اثبات واستدلال صرف اور صرف کتب شیعہ سے ہی کیا ہے جن مقامات پر سنی کتب سے استناد کیا گیا ہے۔ وہاں کتب شیعہ سے اسکی مضبوط تائید بھی پیش کی گئی ہے اور یہی اس کتاب کا طرہ امتیاز ہے (مصنف)

مکتبہ نوریہ حسینیہ جامعہ رسولیہ شیرازیہ رضویہ
بلال گنج لاہور

الانتساب

میں اپنی اس ناچیز تالیف کو قدوۃ السالکین حجۃ الواصلین پیری و مرشدی حضرت قبلہ خواجہ سید نورالحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سرکار کیلیانوالہ شریف اور نگہدارِ ناموسِ اصحاب رسول محبِ اولادِ بتول پیر طریقت، راہبر شریعت حضرت قبلہ پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب زیب سجادہ کیلیانوالہ شریف کی ذاتِ گرامی سے منسوب کرتا ہوں جن کے روحانی تصرف نے ہر مشکل مقام پر میری مدد فرمائی۔

ان کے طفیل اللہ میری یہ سعی مقبول و مفید اور میرے لیے ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین:

احقر العباد

محمد علی

فہرست مضامین تحفہ جعفریہ

جلد چہارم

	باب اوّل	۲۳
۱	سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر کیے گئے بقیہ شیعہ مطاعن	
۲	**طعن چہارم** ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت میں اپنا ساتھی نہیں بنایا تھا بلکہ وہ خود ہی راستے میں (کسی مقصد کو) ساتھ ہو لیے تھے۔	۲۴
۳	جواب اوّل۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو راستہ کیوں بتلایا۔	۲۶
۴	جواب دوم۔ ہجرت مدینا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ سے ہوئی۔	۳۰
۵	جواب سوم۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے جانے کا حکم فرمایا۔	۳۹

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۴۳	جواب چہارم: جناب صدیق رض کو محبت رسول کی پاداش میں قید کیا گیا اور مارا گیا مگر آپ ہر حال میں ان کے لیے قربانیاں کرتے رہے	۶
۵۱	**طعن پنجم** ہجرت کی رات ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ دو سو درہم کی اونٹنی نو سو درہم پر فروخت کر کے موقعہ پرستی دکھائی۔	۷
۵۲	جواب اوّل: اس روایت کا راوی شیعہ ہے	۸
۵۵	جواب دوم: زیادہ قیمت نبی نے خود دی ابوبکر صدیق نے مانگی نہیں	۹
۵۶	جواب سوم: قیمت اس لیے عطا کی تاکہ عبادت ہجرت اپنے مال سے ہو	۱۰
۶۰	جواب چہارم: نبی کے اصرار پر صدیق نے اصل قیمت وصول کی	۱۱
۶۵	**باب دوم** سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر کیے گئے بقیہ شیعہ مطاعن ...	۱۲
۶۶	**طعن سوم** صلح حدیبیہ کے موقع پر عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آنحضرت کی نبوت میں شدید شک واقع ہوا تھا۔	۱۳

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۶۷	جواب اول: یہ روایت بالمعنیٰ ہے۔	۱۴
۶۸	روایت بالمعنیٰ اور خطائے اجتہادی کی وضاحت۔	۱۵
۷۳	جواب دوم: صلح حدیبیہ کا واقعہ	۱۶
۷۷	شیعہ تاریخ میں عمر فاروق کی غیرت ایمانی	۱۷
۷۸	شیعہ تاریخ میں عمر فاروق کا مقام توبہ	۱۸
۷۹	شیعہ تاریخ کے مطابق غیرت ایمانی میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حکم رسول سے انکار کرنا۔	۱۹
۸۰	غیرت ایمانی کی وجہ سے حدیبیہ کے مقام پر تمام صحابہ کی حکم عدولی رسالت۔	۲۰
۸۵	لمحہ فکریہ؛	۲۱
۸۶	جواب سوم: حدیبیہ میں ہی عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے اعلان جنت۔	۲۲
۸۸	جواب چہارم: عمر فاروق کی توبہ اور نیک عملی کی شان حضرت علی کا کردار عمر فاروق رضو پر رشک	۲۳
۹۱	جواب پنجم، شک دور ہو جانے پر طعن نہیں رہتا۔	۲۴
۹۵	طعن چہارم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے شکم پر دروازہ گرا کر اُن کا حمل ضائع کر دیا۔ (معاذاللہ)	۲۵

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۹۷	جواب اوّل: یہ طعن جس کتاب الملل سے لیا گیا ہے وہ ایک اسماعیلی شیعہ کی تصنیف ہے۔	۲۶
۱۰۲	کتاب مصالح النبوت کا مقام اور اس کے حوالے کی حقیقت۔	۲۷
۱۰۵	جواب دوم: الملل میں ایک شیطان صفت آدمی ابراہیم بن سیار نظام کا عقیدہ بیان کیا گیا ہے تاریخی واقعہ نہیں	۲۸
۱۰۸	ابراہیم بن سیار شیطان تھا۔ فتویٰ نعمت اللہ جزائری شیعی۔	۲۹
۱۰۹	ابراہیم نظام شیعہ عقائد کا حامل تھا۔ بقول شیعہ کتب۔	۳۰
	باب سوم	۳۱
۱۱۳	شیعوں کی طرف سے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر کیے گئے مزید مطاعن۔	
۱۱۴	**طعن دوم**	
	جناب عثمان رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ام کلثوم کی موت کے بعد ان کے مردہ جسم سے جماع کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچائی۔	۳۲

۞

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۳	جواب اول : ام کلثوم کی وفات کی رات عثمان غنی رضؓ نے اپنی لونڈی سے جماع کیا تھا۔ کتب اہل سنت کی تصریحات اور شیعوں کی خیانت کا اظہار۔	۱۱۷
۲۴	شیعہ کتب سے اہل سنت کے موقف کی تائید۔	۱۲۶
۲۵	جواب دوم ۔ اصل واقعہ	۱۲۸
۲۶	سیدہ ام کلثوم کی وفات کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم عثمان غنی سے راضی تھے۔ شیعہ کتب	۱۳۰
۲۷	چیلنج : پچاس ہزار روپے کا انعام	۱۳۳
	طعن سوم	
۳۸	عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو قتل کیا	۱۳۵
۲۹	جواب : ریاض النضرہ کی اصل عبارت اور خیانت کا انکشاف	۱۳۶
۴۰	مذکورہ طعن پیدا کرنے والا یونس بن خباب شیعہ تھا۔	۱۳۸
۴۱	بددیانتی اور دھوکہ دہی کی انتہا	۱۴۰
۴۲	حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا لقب ذوالنورین شیعہ کتب سے۔	۱۴۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۴۳	**طعن چہارم** عثمان غنی رضؓ نے ابوذر غفاری رضؓ جیسے جلیل القدر صحابی کو بلا وجہ جلاوطن کردیا۔	۱۴۴
۴۴	جواب: حضرت ابوذر رضؓ کی شام کو روانگی کی اصلیت	۱۴۵
۴۵	عثمان غنی رضؓ سے حضرت ابوذر رضؓ کی مخالفت کا پس منظر	۱۴۶
۴۶	تاریخی حقائق سے ثابت ہونے والے تین امور	۱۵۱
۴۷	امر اول: ابوذر غفاری رضؓ تارک الدنیا تھے۔	۱۵۱
۴۸	امر دوم: آپ سارا مال راہ خدا میں بانٹ دینا فرض سمجھتے تھے۔ اور اس کی مخالفت کرنے والوں پر ڈنڈا چلا دیتے تھے۔	۱۵۱
۴۹	امر سوم: اسی لیے انہیں شام بھیجا گیا پھر خود بلوایا گیا۔ اور بعد میں انہوں نے از خود ربذہ میں جا بسنے کی التجا کی جو قبول ہوگئی۔	۱۵۲
۵۰	شیعہ کتب سے امر اول کی تائید۔	۱۵۳
۵۱	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے فقر ابوذر غفاری کا مژدۂ جانفزار	۱۵۵
۵۲	امر دوم کی تائید شیعہ کتب سے	۱۵۶
۵۳	سارا مال راہ خدا میں خرچ کردینا ابوذر غفاری کے نزدیک فرض تھا۔	۱۵۶
۵۴	بحار الانوار کی عبارتیں۔	۱۵۶
۵۵	اس کی مخالفت کرنے والے کو آپ ڈنڈوں سے مار دیتے تھے	۱۶۴
۵۶	بحار الانوار کی عبارت	۱۶۴
۵۷	آیت والذین یکنزون کی تفسیر شیعہ کتب سے۔	۱۶۸

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۵۸	امر سوم کی تائید	۱۸۴
۵۹	حضرت ابوذر رضہ کا شام کو منتقل ہونا اپنے درویشانہ مسلک کی وجہ سے تھا	۱۸۴
۶۰	حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حق امامت کی تبلیغ اس کا سبب نہ تھی۔ شیعہ کتب	
۶۱	خلیفہ وقت عثمان غنی کا حضرت ابوذر رضہ سے تادم آخر یں حسن سلوک کتب اہل سنت میں	۱۸۴
۶۲	حضرت ابوذر رضہ اور عثمان غنی رضی اللہ عنہما کے مابین حسن سلوک کتب شیعہ سے	۱۸۸
۶۳	عثمان غنی کے مخالفین مردودِ بارگاہِ خداہیں۔ فرمان ابوذر رضہ	۱۹۳
۶۴	حضرت ابوذر رضہ کی وفات کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ان کی اولاد سے حسن سلوک	۱۹۵
	طعن پنجم	۱۹۹
۶۵	عثمان غنی رضہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود کا وظیفہ بند کیا ان کا قرآن جلادیا۔ اور انہیں زدوکوب کیا۔	۱۹۹
۶۶	جواب :-	۲۰۱
۶۶	اس واقعہ کا اصل پس منظر اور شیعہ کتب سے ان کی تائید	۲۰۱

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۶۷	کئی سالوں سے وظیفہ حضرت ابن مسعود رض کو اکٹھا دے دیا گیا تھا۔	۲۰۶
	تاریخ یعقوبی کی عبارت	۲۰۶
۶۸	کیا حضرت ابن مسعود رض خلافت عثمانی کے منکر تھے	۲۰۷
۶۹	عبداللہ بن مسعود رض نے حضرت عثمان کے خلاف بغاوت سے انکار کر دیا۔	۲۱۰
	طعن ششم	۲۱۵
۷۰	حضرت عثمان غنی نے جلیل القدر صحابہ کرام کو معزول کر کے اپنے عزیز و اقارب کو عہدوں سے نوازا۔	۲۱۵
۷۱	**جواب**	
۷۲	حضرت عثمان غنی کی شہادت کے وقت عمال (گورنروں) کی فہرست از کامل بن کثیر و ناسخ التواریخ۔	۲۱۵
۷۳	**طعن ہفتم**	۲۲۵
	حضرت عثمان رض نے جن عامل صحابہ کو معزول کیا ان کی جگہ اپنے نااہل رشتہ داروں کو مقرر کیا۔	۲۲۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۷۴	جواب اوّل	۲۲۶
۷۵	مذکورہ طعن کو قواعدِ حکمرانی اور شرعی قانون سے کوئی تعلق نہیں۔لہذا بے بنیاد ہے۔	۲۲۶
۷۶	حضرت علی نے کے عامل بھی بدکردار تھے۔آپ نے انہیں ڈانٹ پلائی	۲۳۰
۷۷	پھر بھی حضرت علی پر کوئی اعتراض نہیں۔	
۷۸	خطاول: حضرت علی کی طرف سے اپنے بدکردار گورنروں کے نام،	۲۳۰
۷۹	خطدوم: "	۲۳۵
۸۰	خطسوم: "	۲۳۷
۸۱	لمحہ فکریہ	۲۳۹
۸۲	اگر حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ غیب دان تھے، تو آپ نے بدکردار عامل کیوں منتخب کیے۔	۲۳۹
۸۳	حضرت علی کے ایک خاص عامل زیاد بن سمیہ کی رنگین داستان،	۲۴۱
۸۴	زیاد بن سمیہ کی امام حسن کی شان میں گستاخی شیعہ کتب سے	۲۴۳
۸۵	امیر معاویہ کا زیاد بن سمیہ کی طرف خط	۲۴۷
۸۶	جواب اوّل کا خلاصہ،	۲۵۰
۸۷	جواب دوم:	۲۵۲
۸۸	خلافت عثمانی میں معزول کردہ عمال کے سرسل کا مختصر تذکرہ	۲۵۲
۸۹	حالاتِ کوفہ۔	۲۵۲
۹۰	حضرت مغیرہ بن شعبہ کی معزولی اور دوبارہ بحالی	۲۵۳
۹۱	کیا اہل تشیع حضرت مغیرہ کو جلیل القدر صحابی مانتے ہیں۔	۲۵۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۹۲	سعد بن ابی وقاص رضؓ کی معزولی کے اسباب	۲۵۶
۹۳	ولید بن عقبہ اور سعید بن العاص کی معزولی کے اسباب	۲۶۰
۹۴	حالات بصرہ	۲۶۲
۹۵	حضرت ابو موسیٰ اشعری رضؓ کی معزولی کے اسباب	۲۶۲
۹۶	حالات مصر	۲۶۵
۹۷	حضرت عمرو بن العاص رضؓ کی معزولی کے اسباب	۲۶۵
۹۸	جواب سوم:	۲۷۱
۹۹	دور عثمانی میں اموی عمال کی اہلیت اور کارکردگی۔	۲۷۱
۱۰۰	دور عثمانی کے اموی عامل اول گورنر کوفہ ولید بن عقبہ کی سیرت و کردار	۲۷۲
۱۰۱	ولید بن عقبہ کے محامد	۲۷۲
۱۰۲	ولید بن عقبہ کی فتوحات شیعہ کتب سے	۲۷۳
۱۰۳	دور عثمانی کے اموی عامل دوم گورنر بصرہ	۲۸۱
۱۰۴	حضرت عبداللہ بن عامر کی سیرت و کارکردگی	۲۸۱
۱۰۵	عبداللہ بن عامر رضؓ کی فتوحات	۲۸۵
۱۰۶	دور عثمانی کے اموی عامل سوم گورنر مصر عبداللہ بن ابی سرح رضؓ کی سیرت و	۲۹۷
۱۰۷	کارکردگی	
۱۰۸	گورنر مصر عبداللہ بن ابی سرح کی فتوحات	۲۹۷
۱۰۹	فتح افریقہ	۳۰۵
۱۱۰	دور عثمانی کے اموی عامل چہارم گورنر کوفہ	۳۲۰
	حضرت سعید کی زیر قیادت اکابر صحابہ کے علاوہ حسنین کریمین بھی شریک جنگ ہوئے	۳۲۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۱۱	حضرت سعید کی زیر قیادت اکابر صحابہ کے علاوہ حسنین کریمین بھی شریک جنگ ہوئے	۳۲۸
۱۱۲	صاحب ناسخ التواریخ کی حضرت سعید صحابی رسول کے خلاف ہرزہ سرائی اور گستاخی	۳۳۲
۱۱۳	صاحب ناسخ التواریخ مرزا محمد تقی شیعہ کی ہرزہ سرائی کی تحقیقانہ تردید۔	۳۳۳
۱۱۴	امر اول کا بطلان۔ کیا اموی عامل سعید کی سرپرستی میں حسنین کا جہاد کسی تاریخ میں نہیں؟	۳۳۴
۱۱۵	کیا حضرت سعید رض فاسق اور کافر تھے۔	۳۳۷
۱۱۶	حضرت امام حسن رض کی نماز جنازہ انہی حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی۔	۳۳۷
۱۱۷	دور عثمانی کے اموی عامل پنجم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی	۳۴۲
۱۱۸	سیرت و کردار شیعہ کتب سے۔	۳۴۲
۱۱۹	امیر معاویہ کی اہلیت حکومت کی دلیل ۱ آپ کا انداز جہانبانی کتب شیعہ سے	[illegible]
۱۲۰	امیر معاویہ کی اہلیت حکومت کی دلیل ۲	۳۵۰
۱۲۱	شان معاویہ رض میں احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم	۳۵۰
۱۲۲	حضرت امیر معاویہ رض نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے تبرکات اپنے ساتھ قبر میں لے گئے	۳۵۵
۱۲۳	نگاہ رسول میں علی و معاویہ رضی اللہ عنہما۔	۳۵۶

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۲۴	حضرت امیر معاویہ کے جنتی ہونے کی سند	۳۵۷
۱۲۵	امیر معاویہ کی اہلیت حکومت پر دلیل ۲	۳۶۲
۱۲۶	اہل بیت سے آپ کا حسن سلوک	۳۶۳
۱۲۷	امام حسن رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضہ کے عطا کردہ نذرانہ سے اپنا قرض چکایا کرتے تھے۔	۳۶۵
۱۲۸	امیر معاویہ رضہ نے یزید کو امام حسین رضہ سے اچھا سلوک کرنے کی وصیت کی۔	۳۶۶
۱۲۹	امیر معاویہ رضہ کی اہلیتِ حکومت پر دلیل ۳	۳۶۹
۱۳۰	آپ کی فتوحات کا تذکرہ	۳۶۹
۱۳۱	دورِ فاروقی کی فتوحات۔ فتح قیساریہ	۳۶۹
۱۳۲	بلادِ عسقلان کی فتح	۳۷۱
۱۳۳	امیر معاویہ رضہ کے دل میں فتح قبرص کی تڑپ	۳۷۲
۱۳۴	دورِ عثمانی میں امیر معاویہ رضہ کی فتوحات	۳۷۵
۱۳۵	فتح قبرص	۳۷۵
۱۳۶	اسلام میں سمندر پار لڑائیوں کی امیر معاویہ رضہ کے ہاتھ سے ہوئی ہے۔	۳۷۵
۱۳۷	فتح قبرص کے متعلق نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی	۳۸۱
۱۳۸	ایک غلط فہمی اور اس کا ازالہ	۳۸۵
۱۳۹	امیر معاویہ رضہ کی اپنے دور میں فتوحات	۳۸۷
۱۴۰	۳۲ھ میں رومی فتوحات ناسخ التواریخ سے	۳۸۷
۱۴۱	۳۳ھ میں بلاد ترکستان کی فتوحات	۳۸۸

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۴۲	بخارا و سمرقند کی فتوحات	۳۸۸
۱۴۳	امیر معاویہ رضہ کی اہلیتِ حکومت پر دلیل ۵	۳۹۲
۱۴۴	حسنین کریمین رضہ نے آپ کی بیعت کرکے آپ کی اہلیت و استحقاق کو ثابت کر دیا ہے۔	۳۹۲
۱۴۵	شیعوں نے امام حسین کو امیر معاویہ کی بیعت توڑ دینے پر بہت اکسایا۔	۳۹۴
۱۴۶	**طعن ہشتم** حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ایسے شخص کو عامل بنایا جس کا فاسق ہونا نص قطعی سے ثابت ہے یعنی ولید بن عقبہ	۴۰۰
۱۴۷	جواب:	۴۰۲
۱۴۸	آیت میں ولید کو فاسق نہیں کہا گیا۔	۴۰۳
۱۴۹	آیت مذکورہ میں فاسق کس کو کہا گیا۔	۴۰۴
۱۵۰	**طعن نہم** حضرت عثمان غنی کے دور کے گورنر شرابی تھے۔	۴۱۰
۱۵۱	جواب اول۔ کسی کے شراب پینے میں حضرت عثمان کا قصور	۴۱۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۵۲	جواب دوم۔ ولید بن عقبہ کی معزولی کا سبب شراب نوشی نہیں الزام تراشی تھی	۴۱۳
۱۵۳	ولید بن عقبہ کے مذکورہ حالات کا خلاصہ	۴۲۴
۱۵۴	کیا کسی قریبی رشتہ دار کو اعلیٰ منصب دینا ہی اقربا پروری ہے؟	۴۲۴
۱۵۵	حضرت علی نے بھی اپنے رشتہ داروں کو عہدے دیے تھے۔ طوسی شیعہ کا بیان۔	۴۲۵
۱۵۶	میرے صحابہ کو برا کہنے والا کافر ہے۔ اس کی سزا کوڑے ہیں۔ ارشادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم درکتب شیعہ	۴۲۷
۱۵۷	**طعن دہم** حضرت عثمان رض نے اپنے رشتہ داروں کو بڑے بڑے عطیات دیے جس کی وجہ لوگ آپ کے مخالف ہو گئے۔	۴۲۸
۱۵۸	**جواب:**	
۱۵۹	ہر حکمران اپنی صواب دید کے مطابق عطیات دیتا چلا آیا ہے۔ (شیعہ کتب)	۴۳۰
۱۶۰	حضرت امیر معاویہ نے قریشی جوانوں کے خصوصی وظائف مقرر کیے تھے۔	۴۳۲
۱۶۱	حضرت عثمان نے حسنین کریمین کو عظیم تحفہ دیا۔	۴۳۴
۱۶۲	حضرت امام حسین کو امیر معاویہ نے بیش بہا تحائف دیے۔	۴۳۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۶۳	جواب دوم :-	۴۳۸
۱۶۴	حضرت عثمان نے لوگوں کے بے جا شکوہ پر دیے ہوئے عطیات واپس لے لیے۔	۴۳۸
۱۶۵	جواب سوم :-	۴۴۵
۱۶۶	اس طعن والی روایات ضعیف ہیں	۴۴۵
۱۶۷	واقدی کذاب و وضاع	۴۴۶
۱۶۸	ابو مخنف لوط بن یحییٰ شیعہ ہے	۴۴۷
۱۶۹	کیا واقعی افریقہ کے خمس کا پانچواں حصہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے اپنے لیے رکھ لیا تھا۔	۴۴۸
۱۷۰	ایک شبہ اور اس کا ازالہ	۴۵۰
۱۷۱	**طعن یازدہم** حضرت عثمان اپنے بدکردار عاملوں کی وجہ سے قتل کیے گئے۔	۴۵۵
۱۷۲	جواب اول :	۴۵۷
۱۷۳	حضرت عثمان غنی کی شہادت کا ذمہ دار مروان نہیں شیعہ مذہب کا بانی ابن سبا یہودی ہے	۴۵۷
۱۷۴	حضرت عثمان غنی اور ان کے عمال کے خلاف سبائی تحریک اور اس کا انسداد۔	۴۶۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۷۵	سبائیوں نے جلیل القدر صحابہ کرام کے نام سے جعلی خطوط لکھ کر لوگوں کو حضرت عثمان غنی کے قتل پر ابھارا۔	۴۷۰
۱۷۶	حضرت عثمان غنی کی شہادت کا سبب ابن سبار کا جعلی خط تھا نہ کہ مروان کی تحریر	۴۷۴
۱۷۷	عبداللہ بن سبا ء کے نقلی خطوط پر شہادتیں۔	۴۸۱
۱۷۸	جواب دوم:	۴۸۶
۱۷۹	قصور مروان کا اور شہید حضرت عثمان غنی کر دیے گئے۔ یہ کیوں	۴۸۶
۱۸۰	جواب سوم:	۴۹۰
۱۸۱	مروان اگر بدکردار تھا تو حسنین کریمین نے اس کی اقتدار میں نمازیں کیوں ادا فرمائیں۔	۴۹۰
۱۸۲	امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد کی مروان سے رشتہ داری اس کے صحیح مسلمان ہونے کی شہادت ہے۔	۴۹۴
۱۸۳	اگر مروان ملعون تھا تو اس کے بیٹے سے امام زین العابدین رضی عطیات کیوں قبول کرتے رہے؟	۵۰۰
	طعن دوازدہم	
۱۸۴	حضرت عثمان غنی کی نعش تین دن تک بے گور و کفن پڑی رہنے کے بعد کوڑا کرکٹ میں کیوں دفن کی گئی۔	۵۰۶

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۸۵	جواب :	۵۰۷
۱۸۶	مذکورہ طعن سے پانچ امور ثابت ہوتے ہیں۔	۵۰۷
۱۸۷	امر اول کا جواب :	۵۰۸
۱۸۸	نہ صحابہ کرام عثمان غنی کے قتل پر خوش تھے۔ نہ شریکِ قتل تھے۔	۵۰۸
۱۸۹	امر دوم کا جواب :	۵۱۰
۱۹۰	امام حسین رضی اللہ عنہ کی نعش بھی تو بے گور و کفن پڑی رہی تھی۔	۵۱۰
۱۹۱	حضرت عثمان کی نعش کا تین دن پڑے رہنا بالکل غلط ہے۔	۵۱۱
۱۹۲	امر سوم کا جواب :	۵۱۲
۱۹۳	حضرت عثمان کو بلا جنازہ دفن کیا جانا بہتان عظیم ہے۔	۵۱۲
۱۹۴	امر چہارم کا جواب	۵۱۶
۱۹۵	کوڑے کرکٹ میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰے عنہ کی تدفین سفید جھوٹ ہے۔	۵۱۶
۱۹۶	امر پنجم کا جواب :	۵۲۰
۱۹۷	بلوا کے دنوں میں صحابہ کرام نے عثمان غنی پر ہر طرح سے ایثار کیا۔	۵۲۰
۱۹۸	جلیل القدر صحابہ نے اپنے فرزندان کرام کو حضرت عثمان کی حفاظت پر مامور کیا	۵۲۱
۱۹۹	اکابر صحابہ نے باغیوں سے لڑنے کی اجازت مانگی اور حضرت عثمان نے انکار کر دیا۔	۵۲۵
۲۰۰	شہادت عثمان غنی کے وقت حضرت علی رض کی حالت ناگفتہ بہ ہوگئی۔	۵۳۱

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۰۱	قتل عثمان رضی اللہ عنہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی برأت اور قاتلوں کے لیے بددعا۔	۵۳۳
۲۰۲	کیا شہادت پانا ناحق ہونے کی دلیل ہے۔	۵۳۶
۲۰۳	حضرت عثمان رض کے قاتلوں کا انجام	۵۳۸
۲۰۴	پیر طریقت راہبر شریعت حضرت قبلہ سید محمد باقر علی شاہ صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف کا بیان	۵۴۱
۲۰۵	ایک ضروری وضاحت	

باب اوّل

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر کیے گئے

اہل تشیع کے

بقیہ مطاعن

طعن چہارم

ابوبکر کو ہجرت مدینہ کے وقت حضور نے ساتھ نہیں لیا تھا۔ بلکہ وہ خود راستہ میں شریک ہوگئے

ہجرت کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر سے کوئی مشورہ نہیں لیا۔ اور نہ ہی ان کے گھر آپ تشریف لے گئے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

تفسیر خلافت

تحقیق مقام یہی ہے کہ حضرت ابوبکر راستہ میں آکر شریک سفر ہوئے۔ حضرت عائشہ اور اسما کی وہ روایات جن میں پایا جاتا ہے کہ حضور حضرت ابوبکر کے گھر گئے۔ وہاں سے خوصہ ابوبکر کے راستہ سے دونوں بصلاح و مشورہ ایک ساتھ نکلے خلاف قرآن و حدیث ہے۔ کیونکہ اولاً تو سرداران قریش کا جو خفیہ اجلاس دارالندوہ میں ہوا تھا۔ وہ مورخہ ۱۲ صفر ۱۳ھ روز پنجشنبہ

۱۴ ستمبر ۶۶۲ء کو ہوا تھا۔ اور اسی رات حضرت کے قتل کی تدبیر ٹھہری۔

دیکھو رحمۃ للعالمین ص۱۵ جلد اول اور تاریخ ص۴۲ جلد ۲ میں صاف تصریح ہے۔ جبریل مشورہ کے بعد آ کر فرمایا۔ لَا تَبِتِ اللَّيْلَةَ عَلٰى فِرَاشِكَ۔ آج کی رات اپنے بستر پر نہ سو۔ اور یہ بھی وضاحت موجود ہے کہ اسی دن بوقت شام وہ حضور کے دروازہ پر جمع ہونا شروع ہو گئے اور بالاتفاق یہ تمام تاریخوں میں ذکر ہے کہ جب حضور رات کے وقت ہجرت کے لیے نکلے ہیں تو اپنے گھر سے سورۂ یٰسین کی ابتدائی آیات کی تلاوت کرتے ہوئے کفار کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے نکلے ہیں اور سیدھے غار کو گئے۔ اور تفسیر ابن کثیر ص۱۱ پر موجود ہے کہ:

فَكَانَ مِمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ مِمَّا كَانُوْا اَجْمَعُوْا لَهٗ قَوْلُهٗ تَعَالٰى وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الخ فَاَذِنَ اللّٰهُ لِنَبِيِّهٖ عِنْدَ ذٰلِكَ بِالْهِجْرَةِ۔

کہ جس روز اجتماع کفار ہوا۔ اسی دن آیت ہجرت اتری اور اسی دن اذن ہجرت ہوا۔ لہٰذا قبل اطلاع اور قبل اذن صلاح اور مشورے کیسے؟ سیدھی بات ہے کہ مشرکین مشورہ کر کے ابھی منتشر ہوئے ہی تھے کہ جبریل آیا۔ کہ آج بستر پر نہ سونا۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے خلیفہ کے سپرد امانتیں کرنے لگے۔ اور اپنا جانشین بنا کر چلے گئے۔ حضرت ابو بکرؓ کو افراتفری میں معلوم ہوا کہ آپ چلے گئے ہیں۔ آپ بھی پیچھے جا کر شریک سفر ہو گئے۔ مکمل سفر کا انتظام بعد میں ہوا۔

(تفسیر خلافت تصنیف مولوی اسماعیل شیبی
ص ۱۴۵-۱۴۶ مطبوعہ فیصل آباد)

تہذیب المتین

اس کتاب میں یہاں تک موجود ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو۔

(ابوبکر صدیق) راستہ میں سے خود پکڑ لیا اور ساتھ لے لیا کیونکہ خطرہ تھا کہ وہ کوئی فتنہ کھڑا نہ کر دیں۔

(تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین
جلد اول صہ ۴۹)

جواب اوّل۔

اہل تشیع کے اس طعن کو پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ان بدنصیبوں کو حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال سے کس درجہ حسد و بغض ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں سفر ہجرت کرنا ایسا عظیم اور واضح واقعہ ہے۔ جس کو شیعہ سُنّی دونوں کی معتبر کتب نے ذکر کیا ہے لیکن اہل تشیع کو قلق اور اضطراب اس امر کا ہے کہ تمام صحابہ کرام میں سے بوقتِ ہجرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت اور صحبت ابوبکر صدیق کو نصیب کیوں ہوئی۔ اس سفر میں اہل بیت میں سے کوئی ایک فرد بھی آپ کے ساتھ نہ تھا اور یہ بھی ان کو برا لگتا ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق کو ایسے سفر میں اپنے ساتھ کیوں لیا؟

مگر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مامور من اللہ تھے۔ آپ نے یہ سب کچھ اللہ رب العزت کے حکم سے کیا۔ اس طرح خداوند قدوس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قسمت میں یہ سعادت لکھ دی تھی لیکن ان منہ کالوں اور سینہ جلوں کو ابوبکر صدیق کی فضیلت اور ان کی مقبولیت سے پیٹ میں سُول اٹھتا ہے اور مختلف حیلوں اور مکروں کو کام میں لاکر اس بات کی سر توڑ کوشش کرتے ہیں کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات کو کسی نہ کسی طریقہ سے داغدار کیا جاوے۔ کبھی یہ حیلہ تراشتے ہیں کہ ابوبکر صدیق اس لیے حضور کے ساتھ ہو لیے تھے۔ تاکہ آپ کی جاسوسی کرتے اور کفار کو اس سے آگاہ کرتے۔ یعنی راستہ میں کھڑے تھے کہ کفار کے لیے جاسوسی کرتے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خدشہ کے پیش نظر انھیں ساتھ لے لیا کہ کہیں یہ فتنہ نہ کھڑا کر دیں۔ یہ حیلہ و مکر ان کی معتبر کتاب تہذیب المتین جلد اول صہ ۴۹

مطبوعہ یوسفی دہلی میں درج ہے اور کبھی یہ مکر گھڑا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب ہجرت حضرت علی المرتضیٰ کو اپنے بستر پہ آرام کرنے اور امانتیں اُن کے مالکوں کو ادا کرنے کا حکم دیا۔ اور خود سفر ہجرت پر تنہا ہی روانہ ہو گئے۔ کچھ دیر بعد ابو بکر صدیق جناب علی المرتضیٰ کے پاس حاضر ہوئے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا۔ تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فلاں راستہ سے ہجرت کر گئے ہیں۔ یہ سُن کر ابو بکر صدیق بھی اسی راستہ پر آپ کے پیچھے چل پڑے اور غارِ ثور میں آپ کے پاس پہنچنے میں کامیاب ہو گئے وغیرہ وغیرہ

ان دونوں مکر و فریب کی پلندہ عبارات کو ذرا غور سے ملاحظہ کیا جائے تو عجیب و غریب انکشافات سامنے آئیں گے۔ ان بھلے مانسوں سے کوئی پوچھے کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ (بقول معترض) جاسوس تھے اور ان کی جاسوسی سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو خطرہ تھا تو ایسے جاسوس اور ذاتی دشمن کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کا راستہ کیوں بتایا تھا؟

بحار الانوار۔

فَجَاءَ اَبُوْبَكْرٍ وَّعَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَائِمٌ وَاَبُوْبَكْرٍ يَحْسَبُ اَنَّهٗ نَبِيُّ اللّٰهِ فَقَالَ اَيْنَ نَبِيُّ اللّٰهِ فَقَالَ عَلِيٌّ اِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ قَدِ انْطَلَقَ نَحْوَ بِئْرِ مَيْمُوْنٍ فَاَدْرِكْهُ قَالَ فَانْطَلَقَ اَبُوْبَكْرٍ فَدَخَلَ مَعَهُ الْغَارَ۔

(بحار الانوار جلد ۱۹ ص۵۰ باب الہجرۃ و مبادیہا مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہجرت کے وقت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے

پاس آئے حضرت علی اس وقت سو رہے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سمجھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں۔ (جب حضرت علی بیدار ہوئے) تو ابو بکر صدیق نے انہیں پوچھا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ جواب دیا آپ میمون کنوئیں کی طرف روانہ ہو گئے ہیں۔ یہ سن کر ابوبکر صدیق اسی راستہ چل پڑے۔ اور غار ثور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے۔

دوسری بات اس مکر و فریب میں یہ بھی ہے کہ اس سے الٹی حضرت ابوبکر صدیقؓ کی فضیلت ثابت ہوئی۔ وہ یوں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے کفار جب جانی دشمن تھے اور ہر قیمت پر آپ کو گرفتار کرنا چاہتے تھے۔ ایسے آڑے وقت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمات ا[ور] پورے سفر میں معیت انکی جانثاری کی عظیم مثال ہے۔ اگر جاسوس ہوتے تو راستہ میں کسی و[قت] اور کسی مقام پر اپنا کام کر دکھاتے۔ لیکن اس کی بجائے انہوں نے غلامانہ طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ہر پریشانی خندہ پیشانی سے قبول کی۔

اسی سفر ہجرت میں (بحوالہ البدایۃ والنہایۃ جلد ۳ ص ۱۷۹ مطبوعہ طبع قدیم) مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سفر ہجرت کے وقت اپنے گھر کا تقریباً تمام سامان فر[وخت] کر دیا۔ اور اس سے ملنے والی رقم اپنے ساتھ لے لی اور اس سفر پر جاتے وقت اپنے والدین و اہل و عیال کی پرواہ تک نہ کی۔ دشمنانِ مصطفےٰ کی دشمنی سے بے نیاز تین دن تک غار میں حضور کے ساتھ رہے۔ آپ کی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اس دوران ان کی خوراک کا اہتمام کرتی رہیں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا غلام دودھ لانے کی خدمات سر انجام دیتا رہا۔ اور انہی کے صاحبزادے وقتاً فوقتاً کفارِ مکہ اور دشمنانِ اسلام کی تازہ سازش سے آگاہ کرتے رہے۔ ان تمام واقعات کو مدِ نظر رکھ کر ہر ذی ہوش اور صاحب عقل و دانش یہی فیصلہ کرے گا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس قسم کا برتاؤ کوئی جاسوس نہیں بلکہ آپ کا بہی خواہ اور جانثار ہی کر سکتا ہے۔ اور اس سے اس کا عشق و محبت چھو[ٹ]

نظر آتا ہے۔ لیکن عقل کے اندھوں اور ہوش و حواس پر پردے پڑے ہوئے ہمارا ان قوم کو کچھ اور ہی سوجھا۔ کتب شیعہ کی عبارات امور بالا کی تائید میں ملاحظہ ہوں۔

منہج الصادقین

از عروہ روایت است کہ ابوبکر را گوسفندے چند بود بعد نماز شام عامر بن فہیرہ آں گوسفنداں را بر در غار راندے و ایشاں از شیر گوسفنداں خوردندے و قتادہ گوید کہ عبدالرحمٰن در خفیہ بامداد و شبانگاہ آمدے و برائے ایشاں طعام آوردے۔

(منہج الصادقین جلد ۴ ص ۲۷۱ مطبوعہ تہران طبع قدیم)۔

ترجمہ۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاں چند بکریاں تھیں۔ نماز مغرب کے بعد عامر بن فہیرہ ان بکریوں کو غارِ ثور پر لاتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کا دودھ نوش فرماتے۔ اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابوبکر کے فرزند حضرت عبدالرحمٰن روزانہ صبح و شام خفیہ طریقہ سے آتے۔ اور ان حضرات کے لیے کھانے کا بندوبست کرتے۔

منتخب التواریخ

الحاصل پیغمبر سہ شبانہ روز میان غار بود تا مشرکین مایوس شدند از آنحضرت در ایں سہ شب اسماء ذوالنطاقین دختر ابی بکر زوجہ زبیر بن عوام از برائے آں حضرت آب و نان در غار حاضر میکرد۔

(منتخب التواریخ ص۴۵ باب اول
مطبوعہ تہران طبع جدید)۔

ترجمہ:

خلاصہ یہ کہ (حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) تین رات دن تک غارِ ثور میں رہے۔ حتیٰ کہ مشرکین نا امید ہو گئے۔ ان تین شب و روز میں اسماء ذو النطاقین جو ابوبکر صدیق کی بیٹی اور زبیر بن عوام کی بیوی تھیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا پینا اُس غار میں فراہم کرتی رہیں۔

اہلِ تشیع کی معتبر کتب کے حوالہ جات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ سفرِ ہجرت میں حضرت ابوبکر صدیق اور ان کے اہل و عیال کی خدمات بے لوث اور محبت و عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جیتی جاگتی تصویریں ہیں مگر دشمن اور حاسد ان خوبیوں کو دیکھ کر حسد کی آگ میں جلتا اور مارے غم کے سینہ کوبی کرتا ہے۔ واقعہ ہجرت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رفعت و عظمتِ شان کا ایک مینار ہے۔ لیکن عقل و باطن کے اندھوں کو کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات (جو فنافی الرسول تھے) پر نا روا اور ناجائز الزام دھرتے ہیں۔ کسی نے شاید انہی کی "شان" میں کہا تھا۔

آنکھ والا تیرے جوبن کو تماشا دیکھے دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

جواب دوم: ہجرتِ مدینہ "ابوبکر صدیق رضؓ کے مشورے سے ہوئی۔

اہلِ تشیع کا یہ کہنا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جاسوسی کی غرض سے راستہ میں کھڑے تھے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے خطرہ کے پیشِ نظر ان کو ساتھ لے لیا۔ یہ اتنا بڑا افتراء اور بہتان ہے کہ یقیناً شیطان بھی سُن کر کانپ گیا ہوگا۔ ان کے اس افتراء کی تردید خود ان کی کتب میں بھی موجود ہے۔ یعنی یہ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے کاشانۂ مقدسہ سے

چلنے سے پہلے ہی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے یہ عہد لیا تھا کہ صبح ہم دونوں اکٹھے سفر پر روانہ ہوں گے۔ حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

مروج الذہب

فَخَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ مَکَّۃَ وَمَعَہٗ اَبُوْبَکْرٍ وَعَامِرُ بْنُ فُھَیْرَۃَ مَوْلٰی اَبِیْ بَکْرٍ وَعَبْدُ اللّٰہِ بْنُ اَرِیْقِطِ الدَّیْلِیْ دَلِیْلٌ لَھُمْ عَلَی الطَّرِیْقِ۔

(۱۔ مروج الذہب جلد ۲ صفحہ ۲۷۹ ذکر ہجرتہ۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید۔)
(۲۔ چہاردہ معصوم جلد اول صفحہ ۳۷۹ تذکرہ مہاجرت امیر المومنین مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ سے چلے تو ابوبکر صدیق اور ان کے غلام عامر بن فہیرہ آپ کے ہمسفر تھے اور عبداللہ بن اریقط راستہ دکھانے کے فرائض سرانجام دے رہا تھا۔

مناقب ابن شہر آشوب۔

وَاسْتَتْبَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَبَابَکْرٍ وَھِنْدَ ابْنَ اَبِیْ ھَالَۃَ وَعَبْدَ اللّٰہِ بْنَ

فُهَيْرَةَ وَدَلِيْلُهُمْ اُرَيْقِطُ اللَّيْثِي۔

(مناقب ابن شہر آشوب جلد اول ص۱۴۳ فی ہجرتہ علیہ السلام مطبوعہ قم طبع جدید)

ترجمہ۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کے سفر میں حضرت ابوبکر آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیے۔ ہند بن ابی ہالہ اور عبداللہ بن فہیرہ بھی ساتھ تھے۔ اور اریقط الیثی راستہ کی نشاندہی پر مامور تھا۔

امالی طوسی۔

وَاسْتَتْبَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ (ص) اَبَا بَكْرِ بْنَ اَبِيْ قُحَافَةَ وَهِنْدَ ابْنَ اَبِيْ هَالَةَ وَاَمَرَهُمَا اَنْ يَّعِدَا لَهُ بِمَكَانٍ ذَكَرَهُ لَهُمَا مِنْ طَرِيْقٍ اِلَى الْغَارِ ---- ثُمَّ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ (ص) فِيْ فَحْمَةِ الْعِشَاءِ الْاٰخِرَةِ وَالرَّصَدُ مِنَ الْقُرَيْشِ قَدْ اَطَافُوْا بِدَارِهٖ يَنْتَظِرُوْنَ اِلٰى اَنْ تَنْتَصِفَ اللَّيْلُ وَتَنَامُ الْاَعْيُنُ فَخَرَجَ وَهُوَ يَقْرَاُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ وَاَخَذَ بِيَدِهٖ قَبْضَةً مِنْ تُرَابٍ فَرَمٰى بِهَا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ فَمَا شَعَرَ الْقَوْمُ بِهٖ حَتّٰى تَجَاوَزَهُمْ وَمَضٰى حَتّٰى اَتٰى اِلٰى هِنْدٍ وَاَبِيْ بَكْرٍ فَاَنْهَضَهُمَا فَنَهَضَا

مَعَہٗ حَتّٰی وَصَلُوْا اِلَی الْغَارِ۔ (امالی شیخ طوسی تصنیف ابو جعفر محمد بن الحسن طوسی شیعی جلد دوم ص۸۳ مطبوعہ قم طبع جدید)۔

ترجمہ۔

شب ہجرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے حضرت ابو بکر بن ابی قحافہ اور ہند بن ابی ہالہ بھی تھے اور آپ نے ان دونوں کو غارِ ثور کے راستہ میں ایک مکان (جگہ مخصوص) پر ٹھہرنے کا حکم فرمایا کہ ان کا انتظار کریں (خود روانہ ہو گئے) اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم سیاہ رات کے آخری حصہ میں اپنے کاشانۂ اقدس سے بغرض ہجرت باہر نکلے۔ قریش کی ایک جماعت آپ کے درِ اقدس کا محاصرہ باندھ کر انتظار میں تھی۔ (کہ جب بھی آپ باہر نکلیں ان پر قاتلانہ حملہ کر دیا جائے) حتّٰی کہ رات تقریباً آدھی ہو گئی اور لوگ گہری نیند سو گئے۔ اتنے میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم سورہ یٰسین کی یہ آیت پڑھتے ہوئے باہر نکلے: وجعلنا من بین ایدیهم سدا الخ اور اپنے دستِ اقدس میں مٹھی بھر مٹی لے کر اس میں پھونک ماری اور محاصرہ کرنے والوں کی طرف پھینک دی جس کا اثر یہ ہوا کہ ان محاصرین کو آپ کے بارے میں گھر سے نکلنے کا قطعاً علم نہ ہو سکا۔ حتّٰی کہ آپ وہاں سے کافی دور چلے گئے۔ پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم، ہند اور ابو بکر کے پاس تشریف لائے انہیں جگایا۔ اور یہ دونوں آپ کے ساتھ ہو لیے۔ یہاں تک کہ چلتے چلتے تینوں غارِ ثور تک آ گئے۔

بحار الانوار۔

لَمَّا تَوَجَّہَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ اِلَی الْغَارِ

مَعَہٗ اَبُوْبَکْرٍ (بحار الانوار جلد ۱۹ صفحہ ۵۵ باب..
الہجرۃ ومبادیہا مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ۔

جب حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم غارِ ثور کی طرف متوجہ ہوئے اس حال میں آپ کے ساتھ ابو بکر صدیق بھی تھے۔

بحار الانوار

ثُمَّ قَالَ فِی الْمُنْتَقٰی وَرُوِیَ بِالْاِسْنَادِ الْمُتَّصِلِ عَنْ حِرَامِ بْنِ هِشَامِ بْنِ حُبَیْشٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ صَاحِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ لَمَّا خَرَجَ مُهَاجِرًا مِنْ مَکَّةَ خَرَجَ هُوَ وَاَبُوْبَکْرٍ وَمَوْلٰی اَبِیْ بَکْرٍ عَامِرُ بْنُ فُهَیْرَةَ وَدَلِیْلُهُمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْاُرَیْقَطِ۔

(بحار الانوار جلد ۱۹ صفحہ ۴۱ باب الہجرت۔
مطبوعہ تہران طبع جدید)۔

ترجمہ۔

پھر منتقٰی میں کہا اور متصل اسناد سے حضرت حرام بن ہشام بن حبیش سے مروی ہے۔ وہ اپنے باپ اور وہ اپنے والد سے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے، روایت کرتے ہیں کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کی نیت سے چلے تو آپ کے ساتھ ابو بکر صدیق، ان

کے غلام عامر بن فہیرہ بھی تھے اور راستہ دکھانے والا عبداللہ بن اریقط تھا۔

اہل تشیع کی مذکورہ بالا روایات سے دو باتیں سامنے آتی ہیں۔ اول یہ کہ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم مکہ شریف سے ہجرت کی نیت کر کے باہر نکلے تو پہلے سے متعین جگہ میں موجود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے غلام عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں سفر ہجرت میں اپنے ساتھ لے لیا حتیٰ کہ یہ تینوں (بلکہ چاروں) غارِ ثور تک پہنچ گئے۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے نکلتے وقت ہی ان حضرات کو اپنے ساتھ لے لیا تھا۔ بظاہر یہ دو روایات مختلف نظر آتی ہیں۔ لیکن ان میں تطبیق کی صورت نکل سکتی ہے۔ وہ یوں کہ جس معین مقام میں ابوبکر صدیق اور ان کے غلام منتظر تھے۔ وہ مقام سفر ہجرت کے راستہ میں مکہ پاک کے اندر شہر کے کسی حصہ میں واقع ہو۔ تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر پر حضرت علی المرتضیٰ کو سلا کر اور امانتیں ان کے سپرد کر کے سفر کیلئے روانہ ہوئے ہوں۔ لیکن جو معترض نے بھونک ماری کہ حضرت ابوبکر صدیق بغرض جاسوسی راہ میں کھڑے تھے تو فتنہ و خوف کے پیش نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ساتھ لے لیا۔ اس امر کی دُور تک بھی بُو نظر نہیں آتی۔

اس وضاحت کے بعد میں ان معترضین اور ان کے ہمنوالہ وہم پیالہ لوگوں سے دریافت کرتا ہوں۔ کہ تمہاری کتب سے پیش کردہ روایات کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ یہ غلط ہیں تو ان کی غلطی کی نشاندہی کی جائے اور اگر صحیح ہیں جیسا کہ خود تمہارے محقق و مجتہد ملا باقر مجلسی نے اس کی سند کو متصل قرار دیا۔ تو اس تصحیح کے بعد چودھویں صدی کی خرافات کا شہنشاہ اور دنیائے شیعیت کا دیمک خوردہ ستون "اسماعیل شیعہ" اگر چاند پر تھوکنے کی جسارت کر گیا اور اپنے منہ پر سیاہی مل گیا تو یہ اس کی قسمت اور تقدیر میں لکھا تھا۔ اس سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شخصیت قطعاً داغدار نہیں ہوتی۔ حقیقت یہ ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زندگی کا یہ ایسا عظیم واقعہ ہے جس پر سبھی صحابہ کرام کو

رشک تھا جبکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنی تمام نیکیاں صرف ایک اس نیکی پر دینے کے لیے تیار تھے۔ اسی سفر میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے جناب ابوبکر کو لقب صدیق عطا فرمایا۔ لیکن ان جھوٹ میں پلنے والوں کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے لفظ صدیق کا استعمال کرنا نہایت دکھ دیتا ہے۔ اس لیے اس لقب کو مٹانے اور ختم کرنے کے لیے ہر حربہ استعمال کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کاش! کہ جس شخصیت کی طرف اپنے مذہب کی نسبت کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ان کا ارشاد ان کے کانوں میں پڑتا اور اُسے قبول کرنے کی جسارت کرتے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے "صدیق" کی وجہ تسمیہ میں فرمایا۔

بحار الانوار۔

عَنْ خَالِدِ بْنِ نَجِيحٍ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ جُعِلْتُ فِدَاكَ سَمَّى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَا بَكْرٍ صِدِّيْقًا؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَكَيْفَ قَالَ حِيْنَ كَانَ مَعَهُ فِي الْغَارِ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّي لَاَرٰى سَفِيْنَةَ جَعْفَرَ بْنِ اَبِي طَالِبٍ تَضْطَرِبُ فِي الْبَحْرِ ضَالَّةً، قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَاِنَّكَ لَتَرَاهَا؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَتَقْدِرُ اَنْ تُرِيْنِيْهَا؟ قَالَ اُدْنُ مِنِّيْ قَالَ فَدَنَا مِنْهُ فَمَسَحَ عَلٰى عَيْنَيْهِ ثُمَّ قَالَ اُنْظُرْ فَنَظَرَ اَبُوْبَكْرٍ فَرَاَى السَّفِيْنَةَ وَهِيَ تَضْطَرِبُ فِي الْبَحْرِ ثُمَّ نَظَرَ اِلٰى قُصُوْرِ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ الصِّدِّيْقُ اَنْتَ۔

(بحار الانوار جلد ۱۹ ص ۷۱ باب الہجرۃ

ومبادیہا مطبوعہ تہران طبع جدید۔)

ترجمہ۔

خالد بن یحییٰ کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔ میں آپ پر قربان! کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کا نام "صدیق" رکھا تھا؟ کہنے لگے۔ ہاں۔ پوچھا۔ کیا وجہ بنی تھی؟ کہنے لگے۔ جب ابوبکر صدیق غار ثور میں ہجرت کے وقت آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ تو انہیں فرمایا۔ میں جعفر بن ابی طالب کی کشتی کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ سمندر میں دائیں بائیں جھک کر چلتی جارہی ہے اور وہ راستہ بھول چکی ہے۔ ابوبکر صدیق نے پوچھا۔ حضور! آپ واقعی یہ سب کچھ دیکھ رہے ہیں۔ فرمایا۔ ہاں۔ پھر پوچھا کیا آپ مجھے بھی دکھا سکتے ہیں؟ فرمایا۔ میرے قریب آؤ۔ ابوبکر صدیق آپ کے قریب ہو گئے۔ تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا۔ دیکھو (کچھ نظر آرہا ہے) ابوبکر نے نظر اٹھائی تو سمندر میں پریشان کشتی نظر آگئی۔ پھر مدینہ والوں کے محلات کو دیکھا تو اس پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا۔ "تم صدیق ہو"؛

ابوبکر رضی کی وجہ صدیقیت "کے واقعہ میں ملا باقر مجلسی کی بدطینتی

بحار الانوار کی سطور بالا آپ نے ملاحظہ فرمائیں۔ جس میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صدیقیت کی وجہ تسمیہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی زبان اقدس سے بیان کی گئی۔ لیکن اس واقعہ میں حقیقت کو مسخ اور سورج کو گہنا دینے کی ملا باقر مجلسی نے گھناؤنی اور فطرتی خبث کی صفت کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنی طرف سے یہ لکھا کہ:

ابوبکر نے مدینہ کے محلات اور مکانات دیکھ کر اپنے دل سے کہا۔ اے دل! میں نہ کہتا تھا کہ یہ شخص ... (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) جادوگر ہے۔

تو دل نے جواب دیا۔

ہاں اب میں ان کے جادوگر ہونے کی تصدیق کر رہا ہوں۔ ملا باقر کی چالاکی ہے کہ اس نے ان الفاظ کو اپنی طرف سے گھڑ کر روایت مذکورہ میں داخل کر دیا۔ اور اس طرح بددیانتی کا گھناؤنا جرم کیا۔ کیونکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف سے اس بات کو عقلاً و نقلاً کسی طرح بھی درست قرار نہیں دیا جا سکتا۔ از روئے عقل اس لیے درست نہیں کہ اگر واقعی ابوبکر صدیق آپ صلے اللہ علیہ وسلم کو جادوگر سمجھتے تو ہجرت کے وقت اپنا مال و متاع اور اہل و عیال بلکہ خود اپنی ذات کو داؤ پر نہ لگاتے۔ اور نقلاً اس لیے کہ ملا باقر مجلسی تو بعد کی پیداوار ہے اس کے بہت پہلے کا ایک شیعہ مفسر صاحب تفسیر قمی نے ان زائد الفاظ کو اپنی تفسیر میں ذکر نہیں کیا۔ وہاں صرف اس قدر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو انھوں نے وہ واقعہ دیکھ لیا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہیں یہ سب کچھ صدیق ہونے کی وجہ سے نظر آیا ہے۔

تو معلوم ہوا کہ سفر ہجرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے طے پایا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بمعہ ان کے غلام ساتھ لیا اور پھر اللہ رب العزت نے ان کے بارے میں آیات نازل فرمائیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی واحد شخصیت ہے جنھیں قرآن نے "صاحب رسول" کہا ہے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں "لقب صدیق" عطا فرمایا۔ مختصر یہ کہ شان صدیق ہم اہلسنت کے لیے اس قدر عظیم ہے کہ بے مثال و بے نظیر ہے۔ اللہ تعالے ہم سب قارئین و ناظرین کو محبت صدیق اکبر عطا فرمائے اور قبر و حشر میں ان کی رفاقت و صحبت عطا فرمائے۔ آمین۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

جواب سوئم:

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے جانے کا حکم دیا

اسماعیل شیعی کا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جاسوس قرار دینا محض اس کی اپنی اختراع ہے۔ جیسا کہ تہذیب المتین کا حوالہ ذکر ہو چکا ہے۔ اس اختراع کی حقیقت کتب شیعہ میں موجود ہے۔ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر ہجرت کے دوران ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں بہت کچھ تعریفی الفاظ ارشاد فرمائے۔ کتب شیعہ سے اس کا ثبوت ملاحظہ ہو۔

حیات القلوب۔

خدا ترا امر میکند کہ علی را در جای خود بخوابانی و میفرماید کہ منزلت او منزلت اسماعیل ذبیح است از ابراہیم خلیل او جان خود را فدائے جان تو و روح خود را وقایہ روح تو میگرداند و ترا امر کردہ است کہ ابوبکر را ہمراہ خود ببری۔

(حیات القلوب جلد دوم صہ ۱۵۹،
باب ۲۷ در ہجرت آنحضرت سوئے
مدینہ)

ترجمہ۔

یارسول اللہ! آپ کو اللہ پاک حکم دیتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ (اپنے بستر پر) سلا دیں۔ اور یہ بھی فرماتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کا مقام آپ کے ساتھ وہ مقام ہے جو اسماعیل ذبیح اللہ کا اپنے والد حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے ساتھ تھا۔ علی نے اپنی جان آپ کی جان کی حفاظت

پر قربان کر دی اور اپنی روح کو تمہاری روح کی حفاظت میں لگا دیا۔
اور اللہ نے آپ کو یہ حکم بھی دیا ہے۔ کہ ابوبکر صدیق کو اپنے ساتھ لے لو۔
حوالہ بالا سے معلوم ہوا کہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے ساتھ سفر ہجرت میں لیا۔ کہاں اللہ کا حکم اور کہاں جاسوسی کے خطرہ کے پیش نظر شریک سفر کرنا؟ کچھ تو عقل و فہم سے کام لو۔ مزید سنیئے۔

بحار الانوار

وَاَمَرَكَ اَنْ تَسْتَصْحِبَ اَبَا بَكْرٍ فَاِنَّهُ اِنْ اٰنَسَكَ وَسَاعَدَكَ وَ اٰزَرَكَ وَثَبَتَ عَلٰى مَا يُعَاهِدُكَ اَوْ يُعَاقِدُكَ كَانَ فِي الْجَنَّةِ مِنْ رُفَقَائِكَ وَفِي غُرُفَاتِهَا مِنْ خُلَصَائِكَ ....
ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ لِاَبِيْ بَكْرٍ اَرَضِيْتَ اَنْ تَكُوْنَ مَعِيْ يَا اَبَا بَكْرٍ تُطْلَبُ كَمَا اُطْلَبُ وَ تُعْرَفُ بِاَنَّكَ اَنْتَ الَّذِيْ تَحْمِلُنِيْ عَلٰى مَا اَدَّعِيْهِ فَتَحْمِلُ عَنِّيْ اَنْوَاعَ الْعَذَابِ؟ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمَّا اَنَا لَوْ عِشْتُ عُمْرَ الدُّنْيَا اُعَذَّبُ فِيْ جَمِيْعِهَا اَشَدَّ عَذَابٍ لَا يَنْزِلُ عَلَيَّ مَوْتٌ صَرِيْحٌ وَلَا فَرَجٌ مُتِيْحٌ وَكَانَ ذٰلِكَ فِيْ مَحَبَّتِكَ لَكَانَ ذٰلِكَ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَتَنَعَّمَ فِيْهَا وَاَنَا مَالِكٌ لِجَمِيْعِ مَمَالِكِ مُلُوْكِهَا فِيْ مُخَالَفَتِكَ وَهَلْ

اَنَا وَ مَالِيْ وَ وَلَدِيْ اِلَّا فِدَاءُكَ ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ لَا جَرَمَ اَنِ اطَّلَعَ اللّٰهُ عَلٰى قَلْبِكَ وَ وَجَدَ مَا فِيْهِ مُوَافِقًا لِّمَا جَرٰى عَلٰى لِسَانِكَ جَعَلَكَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ السَّمْعِ وَالْبَصَرِ وَالرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ وَ مَنْزِلَةِ الرُّوْحِ مِنَ الْبَدَنِ۔

(۱۔ بحار الانوار جلد ۱۹ صہ ۸۱ باب الہجرۃ و مبادیہا۔ مطبوعہ ایران صہ ۲۳۱ طبع قدیم)
(۲۔ تفسیر امام حسن عسکری زیر آیت او کلما عہدوا عہدا نبذہ۔ صہ ۲۳۱ طبع قدیم)۔

ترجمہ۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لے لو۔ سو اگر وہ تمہارے ساتھ اُنس و محبت سے پیش آئیں اور تمہارا بازو بن کر تمہارا بوجھ ہلکا کریں اور آپ کے ساتھ کیے گئے تمام معاہدات و معاملات پر ثابت رہیں تو وہ آپ کے رفیقوں کے ساتھ جنت میں جائیں گے اور مخلصین کے ساتھ جنت کے اعلیٰ محلات میں ہوں گے ...... پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ اے ابوبکر! کیا تمہیں پسند ہے کہ جس طرح کافر مجھے ڈھونڈ رہے ہوں۔ تم بھی ان کے مطلوب ہو جاؤ۔ اور تمہارے بارے میں یہ بات مشہور ہو جائے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کام پر ابھارنے والے اور رغبت دینے والے ابوبکر صدیق ہیں۔ پھر اس

کی وجہ سے تم مصائب اور تکالیف کا بوجھ اٹھاؤ؟ جواباً ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ حضور! آپ مجھ سے پوچھتے ہیں۔ اگر میں عمر بھر زندہ رہوں۔ اور تا قیامت سخت ترین تکالیف کا نشانہ بنایا جاؤں۔ نہ ان تکالیف میں مجھے موت آئے کہ چھٹکارا مل جائے اور نہ ہی کوئی دوسرا راستہ سامنے آئے کہ جس پر چل کر تکلیفیں ختم ہو جائیں اور یہ سب کچھ آپ کی محبت میں پیش آئے تو میرے لیے یہ سب کچھ اس سے کہیں بہتر ہے کہ اس دنیا کی نعمتیں میرے پاس ہوں۔ اور تمام بادشاہوں کی حکومتیں مل جائیں۔ لیکن آپ کی دشمنی کے عوض۔ اور کیا میں خود اور میرا سارا مال اور اہل وعیال آپ پر فدا نہیں؟ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یقیناً اللہ کریم تمہارے دل پر مطلع ہے۔ اور اس نے جو کچھ تم زبان سے کہہ رہے ہو۔ دل میں بھی اسی کے موافق جذبات و تصورات پائے۔ اس اللہ کریم نے تجھے میرے ساتھ وہ مقام و مرتبہ عطا کر دیا جو جسم کے ساتھ آنکھ، کان اور سر کا ہوتا ہے اور جیسا روح کا بدن کے ساتھ ہوتا ہے۔

عبارت مذکورہ سے اولاً یہ ثابت ہوا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رب العزت کے حکم سے سفر ہجرت میں ساتھ لیا اور دوسری بات یہ کہ ابوبکر صدیق کی جانی مالی اور دیگر خدمات کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا و آخرت میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص الخاص رفیقوں میں شامل کر دیا اور تیسری بات یہ کہ آپ نے ان کی عظمت و منزلت یوں کہہ کر بیان فرمائی کہ میں اگر جسم ہوں تو صدیق اس کے کان، آنکھ اور سر میں اگر روح ہوں تو صدیق اس کا بدن ہیں۔ یعنی جس طرح آنکھ کان اور سر کی ایذاء جسم کی ایذاء اور بدن کی تکلیف روح کی تکلیف ہوتی ہے اسی طرح ابوبکر صدیق کو دکھ پہنچانے والا دراصل مجھے ستا رہا ہے اور ان کو برا بھلا کہنے والا میرے ساتھ ایسا سلوک کر رہا ہے۔

کہیے معترض صاحب! ابوبکر صدیق کو "جاسوس" کہہ کر کس کو ناراض اور کس کو خوش کر

رہے ہو۔ ان کی صداقت سے انکار کے بہانے تلاش کرنے والو کس روش پر
گمراہی کی پٹی آنکھوں پر سے ہٹاؤ۔ تعصب اور صحابہ کرام کی دشمنی کا مرض ذہن سے
اللہ تعالٰی سے گزشتہ گناہوں اور گستاخیوں کی صدق دل سے معافی چاہتا
توبہ کھلا ہے۔ ممکن ہے آخرت سدھر جائے، لیکن ؎

این سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

(فاعتبروا یااولی الابصار)

جواب چہارم۔

بحار الانوار کے مذکور حوالہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ قابل غور ہیں
منظور ہے۔ کہ جس طرح میں کفار مکہ کو مطلوب ہوں تم بھی ہو جاؤ۔ جیسے وہ میرے قتل کے
ہیں۔ تمہارے بھی پیچھے پڑ جائیں۔ اور اس تمام کام کا تجھے ذمہ دار ٹھہرا کر سختیوں پر
اس کے جواب میں ابوبکر صدیق نے عرض کیا۔ مجھے تمام تکلیفیں اٹھانا اور آپ کی مح
سختیاں جھیلنا گوارا ہے لیکن آپ کی دشمنی میں پوری دنیا اور اس کی آسائشیں منظو
کیا ایسا مکالمہ اور سوال وجواب ایسے دو شخصوں کے درمیان ہوتا ہے۔ جو ا
کے دشمن ہوں۔ ایک جاسوس بھلا جس کی جاسوسی کے لیے مقرر ہو۔ اس کو اپنی اس ا
خدمات پیش کیا کرتا ہے۔ کیا کسی جاسوس کو بھی تلاش کیا جاتا ہے۔ نہیں نہیں ہرگز
مکالمہ دو دوستوں کے درمیان ہوتا ہے اور جاسوس مطلوب نہیں بلکہ جاسوس کا مطلو
ہوتا ہے۔ اگر بقول معترض ایسا ہی تھا جیسا وہ کہہ رہا ہے۔ تو پھر ابوبکر کی تلاش اور ا
پاؤں کے قدموں کے نشان وغیرہ کو ڈھونڈ کر سراغ لگانے کی کیا ضرورت تھی۔ کفا
جب ابوبکر کی شکل میں حضور کا جاسوس مقرر کر دیا تھا۔ اب ان دونوں کی جاسوسی کے
کے نشانات سے کھوج لگانے والے کی خدمات کیوں لی گئیں۔ ذرا بحار الانوار میں ا

کو ملاحظہ کیجئے۔

بحار الانوار۔

فَقَالُوْا یَا اَبَا کُرْزٍ اَلْیَوْمَ نُحِبُّ اَنْ تُسَاعِدَنَا فِیْ قِصَصِ اٰثَرِ مُحَمَّدٍ فَقَدْ خَرَجَ عَنِ الْبَلَدِ فَوَقَفَ عَلٰی بَابِ الدَّارِ فَنَظَرَ اِلٰی رِجْلِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ فَقَالَ ھٰذِہٖ اَثَرُ قَدَمِ مُحَمَّدٍ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) وَھِیَ وَاللّٰہِ اُخْتُ الْقَدَمِ الَّتِیْ فِی الْمَقَامِ وَمَضٰی بِہٖ عَلٰی اَثَرِہٖ حَتّٰی اِذَا صَارَ اِلَی الْمَوْضِعِ الَّذِیْ لَقِیَہٗ فِیْہِ اَبُوْبَکْرٍ فَقَالَ ھُنَا قَدْ صَارَ مَعَ مُحَمَّدٍ اٰخَرُ وَھٰذِہٖ قَدَمُہٗ اِمَّا اَنْ تَکُوْنَ قَدَمُ اَبِیْ قُحَافَۃَ اَوْ قَدَمُ اِبْنِہٖ فَمَضٰی عَلٰی ذٰلِکَ اِلٰی بَابِ الْغَارِ فَانْقَطَعَ عَنْہُ الْاَثَرُ وَقَدْ بَعَثَ اللّٰہُ قَبْجَۃً فَبَاضَتْ عَلٰی بَابِ الْغَارِ وَبَعَثَ اللّٰہُ الْعَنْکَبُوْتَ فَنَسَجَتْ عَلٰی بَابِ الْغَارِ فَقَالَ مَا جَاوَزَ مُحَمَّدٌ ھٰذَا الْمَوْضِعَ وَلَا مَنْ مَعَہٗ اِمَّا اَنْ یَکُوْنَا صَعِدَا اِلَی السَّمَآءِ اَوْ نَزَلَا فِی الْاَرْضِ۔

(بحار الانوار جلد ۱۹ ص۷۳، باب الہجرۃ ومبادیہا۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ۔

کفار مکہ نے ابوکرز سے کہا۔ آج ہم تمہاری خدمات سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔

تم حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا کھوج نکالو۔ کہ وہ شہر مکہ سے نکل کر کدھر گئے ہیں۔ ابو کرز دروازہ پر کھڑا ہو گیا اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کے نشانات کو بغور دیکھا اور کہا۔ یہ نشان انہی کے قدموں کے ہیں۔ خدا کی قسم یہ اس نشان سے ملتے جلتے ہیں جو مقام ابراہیم پر کندہ ہیں۔ پھر ان نشانات کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ حتیٰ کہ وہ جگہ آ گئی جہاں سے ابوبکر صدیق آپ کے ہمراہ ہو گئے تھے۔ کہنے لگا یہاں حضور کے ساتھ ایک اور آدمی کے قدموں کے نشانات ملتے ہیں۔ یہ نشانات یا تو ابو قحافہ کے ہیں۔ یا اس کے بیٹے کے ہیں۔ پھر ان نشانات پر چلتے چلتے غارِ ثور کے دہانے پر پہنچا۔ وہاں جا کر نشانات ختم ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک کبوتری کو حکم دیا تو اس نے غار کے منہ پر گھونسلا بنا کر انڈے دیے۔ اور مکڑی نے اللہ کے حکم سے غار کے منہ پر جالا تنا۔ تو کھوجی کہنے لگا۔ محمد اس مقام سے آگے نہیں گیا اور نہ ہی ان کا ساتھی۔ وہ دونوں یا تو آسمانوں پر چڑھ گئے یا زمین میں اتر گئے ہیں۔

ملا باقر مجلسی شیعی نے اس امر کو تسلیم کر لیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محرم راز اور محب صادق تھے جاسوس نہ تھے۔ دونوں کے متعلق کھوجی نے کہہ دیا۔ یا تو آسمانوں پر چڑھ گئے یا زمین میں اتر گئے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ کفار مکہ بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جانثار اور کامل الایمان سمجھتے تھے۔ کتب شیعہ بھی یہ کہتی ہیں کہ کئی دفعہ کفار مکہ نے ابوبکر صدیق کو محض اس وجہ سے تنگ کیا کہ وہ ایمان کیوں قبول کر بیٹھے۔ کیا جاسوسی کے لیے ایسے ہی آدمی کو منتخب کیا جاتا ہے جو دشمن کا گہرا ساتھی ہو۔ محبت رسول کی وجہ سے ابوبکر صدیق کو قید و بند کی صعوبتیں جھیلنا پڑیں۔

اعلام الورای۔

طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ بصرہ کے بازار میں گیا۔ ایک

راہب کو یہ کہتے سُنا کہ ایک آدمی ایسا تلاش کرو جو حرم کعبہ کا ہو۔ میں نے اُسے اپنے متعلق بتلایا تو کہنے لگا کہ کیا وہاں نبی آخرالزمان تشریف لا چکے ہیں کیونکہ ان کا ظہور وہیں ہونا مقدر ہوا ہے۔ پھر وہاں سے مدینہ کی طرف ان کی ہجرت ہوگی۔ مجھے چونکہ اس واقعہ کا علم نہ تھا اسلیے اُسے تو میں کچھ نہ بتا سکا۔ لیکن میرے دل میں یہ بات کھٹکتی رہی۔ میں بہت جلد مکہ واپس آیا۔ تو لوگوں کو یہ کہتے سُنا۔ محمد بن عبداللہ نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اور ابن ابی قحافہ نے ان کی نبوت کو تسلیم کر لیا ہے۔ میں یہ سُن کر ابوبکر صدیق کے پاس حاضر ہوا اور پوچھا۔ کیا تم نے اس شخص کی اتباع کر لی ہے۔ کہنے لگے ہاں۔ تم بھی ان کے پاس جاؤ اور ان کی اتباع کا عہد کر آؤ۔ کیونکہ حق کی دعوت دیتے ہیں۔ یہ سُن کر حضرت طلحہ نے صدیق اکبر کو اپنے ساتھ ہونے والا بصرہ کے راہب کا واقعہ سنایا۔ تو دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور طلحہ بھی اسلام لے آئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو راہب کی بات بتلائی۔ اس کو سُن کر آپ نے خوشی کا اظہار فرمایا۔

فَلَمَّا اَسْلَمَ اَبُوْبَكْرٍ وَطَلْحَةُ اَخَذَهُمَا نَوْفَلُ بْنُ خُوَيْلِدِ ابْنِ عَدَوِيَّةَ فَشَدَّهُمَا فِيْ حَبْلٍ وَّاحِدٍ وَلَمْ يَمْنَعْهُمَا بَنُوْ تَمِيْمٍ وَكَانَ نَوْفَلُ بْنُ خُوَيْلِدٍ يُدْعٰى اَشَدَّ قُرَيْشٍ۔

(اعلام الوریٰ ص۵۰ باب مبدأ الوحی مطبوعہ بیروت و طبع جدید)۔

تاریخ ائمہ۔

اب تو قریش نے اور زیادہ ستانا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ آپ کوہ صفا میں ارقم کے مکان پر جا چھپے ہیں۔ حضرت حمزہ پھر حضرت عمر مشرف باسلام ہوئے۔ یہ واقعہ سنہ ۶ بعثت کا تھا۔ انہی دنوں میں حضرت ابوبکر کے اصرار پر آنحضرت مسجد کعبہ میں تشریف لائے اور ابوبکر خطبہ پڑھنے لگے۔ کفار نے حضرت ابوبکر کو لاتوں اور جوتوں سے خوب مارا۔ حضرت دار ارقم میں پھر چلے

گئے۔ اسی دن حضرت عمر مسلمان ہوئے۔ مشرف باسلام ہونے کے بعد حضرت عمر نے بھی خانہ کعبہ کی طرف جانے پر مجبور کیا۔ حضرت گئے۔ کفار مزاحم ہوئے۔ حضرت حمزہ، حضرت علی اور حضرت عمر نے ان کو ہٹایا۔ (تاریخ آئمہ ص ۱۰۵)

یہ ہیں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہ جنہیں محبت رسول کی پاداش میں کفار نے مختلف طریقوں سے ستایا۔ کبھی انہیں رسی سے باندھا گیا۔ کبھی ان پر لاتوں اور جوتوں کی بارش کی گئی لیکن اس مرد خدا نے سب کچھ برداشت کیا اور اتباع رسول کا دامن ہرگز نہ چھوڑا۔ یہ وہ وقت تھا جب کوئی بھی ایمان قبول کرنے سے پہلے ہزار بار سوچتا، کہ اس کے بعد میرے ساتھ جو کچھ ہوگا کیا میں اُسے برداشت کر سکوں گا۔ لیکن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مصائب و آلام اور نقصان کی پرواہ تک نہ کی کہ یہ سب کچھ وہ شخص کر رہا ہے جو دس گیارہ سال کے بعد جاسوس بنے گا؟ کیا یہ تکلیفیں اسلیے تھیں کہ ہجرت کی رات ان کا بدلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جاسوسی کر کے لیا جائے، حقیقت یہ ہے کہ ہر آڑے وقت کام آنے والے ابوبکر صدیق ہی ہیں۔ اور یہ سب کچھ ان کی بے انتہا عقیدت اور محبت کی علامت ہے۔ سفر ہجرت کے دوران انھوں نے اپنی خدمات پیش کیں اور عرض کیا۔ حضور! کفار ہماری تلاش میں نکلیں گے اور ہمارے پاؤں کے نشانات پر چل کر شائد کوئی مصیبت کھڑی کر دیں۔ آپ میرے کندھوں پر سوار ہو جائیں تاکہ نشانات ہی نہ بنیں اور وہ ناکام و خاسر ہو کر لوٹ جائیں۔ کیا ایسی ترکیب عرض کرنے والا جاسوس ہوا کرتا ہے؟

حملہ حیدری

چنیں گفت راوی کہ سالارِ دیں	چو سالم بحفظ جہاں آفریں
ز نزدیک آں قوم پر مکر رفت	بسوئے سرائے ابوبکر رفت
پئے ہجرت آں نیز ایستادہ بود	کہ سابق رسولش خبر دادہ بود
نبی بر در خانہ اش چوں رسید	بگوشش صدائے سفر دور سید

چوں بوبکر زاں حال آگاہ شد — زخانہ بیروں رفت وہمراہ شد

چوں رفتند چندیں بداماں دشت — قدوم نلک سائے مجروح گشت

ابوبکر آنگہ بدوشش گرفت — ولے زیں حدیث است جائے شگفت

کہ از کس چناں قوت آمد پدید — کہ بار نبوت تواند کشید۔

(حملہ حیدری جلد اول صہ۲۸ تذکرہ روان شدن کفار قریش بطلب آں حضرت مطبوعہ تہران طبع جدید)۔

ترجمہ۔

راوی بیان کرتا ہے کہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم بحفاظت اللہ تعالیٰ اس قوم کے مکر و فریب سے بچ کر نکلے تو سیدھے ابوبکر صدیق کے گھر تشریف لائے۔ یہ بھی انتظار میں کھڑے تھے۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیشگی انہیں مطلع کر دیا تھا۔ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم ان کے گھر جلوہ فرما ہوئے۔ جب کچھ سفر طے کیا تو پتھروں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک زخمی ہو گئے۔ یہ دیکھ کر صدیق اکبر نے آپ کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا۔ لیکن یہ انتہائی عجیب معاملہ ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایسے کمزور آدمی میں اتنی قوت کیسے آگئی کہ نبوت کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھا لیا۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسقدر والہانہ محبت تھی۔ کہ آپ کی تکلیف انہیں گوارا نہ ہوتی۔ جب سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا اور حضور کو مغموم دیکھا تو فوراً اپنی معصوم بیٹی "عائشہ" پیش خدمت کر دی۔

تاریخ آئمہ۔

حضرت ابو بکر کی بیٹی تھیں سنہ بعثت میں جب حضرت خدیجہ انتقال کر چکیں تو ان کی جدائی پر آنحضرت کو بڑا صدمہ ہوا۔ یہ دیکھ کر حضرت ابو بکر جناب عائشہ کو آنحضرت کی خدمت میں لائے اور کہا یا رسول اللہ! یہ بچی آپ کے صدمہ کو کچھ کم کرے گی غرض حضرت نے حضرت عائشہ سے نکاح کر لیا مگر زفاف کی نوبت نہیں آئی جب حضرت ہجرت کر کے مدینہ آئے اور حضرت ابو بکر بھی وہاں پہنچ گئے۔ تو آپ نے آنحضرت سے پوچھا۔ اے رسول خدا! آپ اپنی بیوی سے صحبت کیوں نہیں فرماتے؟ فرمایا ابھی مہر کا روپیہ نہیں ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی تھیں کہ ابا جان نے آنحضرت کو ساڑھے بارہ اوقیہ میرا مہر ادا کرنے کو دیا تب حضرت نے اُسے ہمارے ہاں بھیجا۔

(تاریخ آئمہ صفحہ ۱۴۰ تذکرہ ازواج
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ
کتب خانہ شاہ نجف لاہور)۔

الحاصل۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وہ شخصیت تھی۔ کہ
قرآن و حدیث جن کی وفاشعاری اور جانثاری کی گواہی دیتے ہیں۔
جنہوں نے اپنا مال اپنی جان و اولاد حضور کی محبت میں قربان کر دی۔
جنہوں نے محبت مصطفٰے کی خاطر کفار کے مصائب و آلام برداشت کیے۔
جنہوں نے سفر ہجرت میں آپ کا ساتھ دیا اور اپنے اہل و عیال کو کھانے پینے کی اشیاء پہنچانے پر مامور فرمایا۔

جنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک کنکریوں سے زخمی ہونے پر اپنے کندھوں پر اٹھالیا۔

جنھوں نے حضرت خدیجہ کے انتقال کے صدمہ کو کم کرنے کے لیے اپنی لخت جگر حضور کے عقد میں دیدی۔

جنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزارِ اقدس میں دائیں پہلو پہ جگہ پائی۔

جنھوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر تمام صحابہ کرام کی امامت فرمائی۔

ایسے عظیم المرتبت خلیفہ اور جاں نثارِ مصطفےٰ کی ذات پر "جاسوسی" کا الزام دھرنا کہاں کی شرافت ہے کہاں کی انسانیت ہے؟ اسلام وایمان تو اس کے بعد کی بات ہے یہ یہ الزام وطعن گھڑنے والے جل جائیں، مر جائیں۔ ان کا منہ سیاہ ہو جائے لیکن پھر بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صدیق اکبر کی محبت اور رفاقت کو ختم نہیں کر سکتے۔ روضۂ انور سے صدیق اکبر کی قبر کو جُدا نہیں کر سکتے اور مصلیٰ امامت پر نماز اور منصب خلافت جو ادا کر چکے اُسے کسی طرح مٹا نہیں سکتے۔

اس لیے بہتر یہی ہے کہ بارگاہِ صدیقی میں حاضر ہو کر گزشتہ کی معافی اور آئندہ کی احتیاط کا وعدہ کر لو۔ وہ سخی ہیں۔ سخی کے غلام ہیں۔ ضرور معاف کر دیں گے۔

آگے تمہاری مرضی۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

طعن پنجم

شب ہجرت ابوبکر نے دوسو درہم کی اونٹنی نوسو۹ درہم کی فروخت کر کے موقعہ پرستی اور مفاد پرستی کا مظاہرہ کیا

تاریخ ائمہ۔

غارِ ثور مدینہ کی طرف مکہ سے ایک گھنٹہ کی راہ پر ڈھائی میل جنوب کو واقع ہے۔ جب حضرت ابوبکر حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے ہیں تو حضرت کی خدمت میں دو اونٹنیاں پیش کیں کہ ان سے جو پسند ہو اپنی سواری کے لیے قبول فرمالیں۔ حضرت نے فرمایا۔ اس شرط سے کہ قیمت پر دو۔ حضرت ابوبکر فوراً راضی ہو گئے اور دو سو درہم کی ایک اونٹنی حضرت کے ہاتھ (سات سو درہم نفع لیکر) نو سو درہم کو بیچ دی۔ (مدارج النبوۃ جلد۲ ص ۶۵)۔

(تاریخ اثرہ ص ۱۰۹-۱۱۰ واقعہ ہجرت
مطبوعہ لاہور).

دیکھئے. حضور ختمی المرتبت صلی اللہ علیہ وسلم گھر بار چھوڑ کر مکہ مکرمہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمارہے ہیں. ایسے آڑے وقت میں ایک مخلص دوست کی پہچان ہوتی ہے اور کھرا کھوٹا الگ ہوجاتا ہے. اگر ابوبکر صدیق واقعی محب رسول اور جاں نثار تھے تو اس آڑے وقت میں ان کو سواری کے لیے اونٹنی مفت پیش کرنا چاہیے تھی. اور اگر حالات مالی طور پر ناگفتہ بتھے تو بھی دو سو درہم کی ہی فروخت کر دیتے. آخر سات سو درہم زائد از قیمت وصول کرنا اور وہ بھی اس مجبوری کے عالم میں ایک محب صادق سے کیونکر وقوع پذیر ہوا. اس سے صاف ظاہر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابوبکر کو سچی محبت نہ تھی بلکہ مفاد پرستی پر مبنی تھی. جبکہ یہ روایت بھی سنیوں کی کتاب سے ہم نے نقل کی ہے.

جواب اوّل۔

اس روایت کا راوی شیعہ ہے۔

ایک بات جو ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں. یعنی یہ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی معیت و اتباع میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سفر ہجرت کرنا ان معترضین کو ایک آنکھ نہیں بھاتا. اور اس شرف وفضیلت کو کم کرنے کے لیے دائیں بائیں بہت مارتے ہیں. یہ طعن بھی اسی قسم کی ایک گندی ذہنیت کی ترجمانی کر رہا ہے. اور اس اندھے پن میں انہیں یہ نہیں سوجھتا کہ اس طعن کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال پر اثر پڑنے کی وجہ سے خود حضور پر بھی اثر ہوگا بہر حال معترض نے "مدارج النبوۃ" کا حوالہ پیش کیا ہے. جیسا کہ ظاہر ہے اور حقیقت بھی ہے کہ روایت مذکورہ کی شیخ محقق شاہ عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی سند ذکر نہ کی جس

کی بناء پر یہ روایت قابلِ اعتبار نہ رہی۔ بلکہ اہلِ سنت کی کسی دوسری کتاب میں بھی اس کی سند مرفوع یا صحیح قطعاً مذکور نہیں۔ صاحب مدارج النبوۃ نے یہ روایت "روضۃ الاحباب" سے نقل کی۔ اوّل تو بے سند ہونے کی وجہ سے شیعہ سُنی دونوں کے اصول ایسی روایت کو قابلِ حجت شمار نہیں کرتے۔ ثانیاً یہ کہ "روضۃ الاحباب" ہم اہل سنت کے ہاں قابلِ اعتماد آدمی نہیں ہے۔ بلکہ اس کو شیعہ لوگوں نے شیعہ ہونا تسلیم کیا ہے۔ ثبوت لیجئے۔

الکنی والالقاب۔

سید عطاء الدین امیر فضل اللہ شیرازی دشتکی است کہ محدث است و مؤلف کتاب روضۃ الاحباب در سیرۃ پیغمبر و آل و اصحاب است کہ بفرمان علی شیر بادشاہ ہرات نوشتہ کہ عمزادہ امیر غیاث الدین منصور معروف است کہ از علماء قرن نہم است و لپسر بزرگوارش میر نسیم الدین محمد ملقب بمیرک شاہ کو شید در تکمیل علوم و فنون بویژہ علم حدیث کہ در آں یگانہ زماں و تنہا بود میان اقران۔ واورا اعتراضے است بر سخنان ذہبی در کتاب المیزان کہ دلالت دارند براینکہ شیعہ بودہ بروضات مراجع کن۔

(الکنی والالقاب جلد ۳ صہ ۱۴۶
تذکرہ جمال الدین دگیر مطبوعہ تہران
طبع جدید)۔

ترجمہ۔

جمال الدین نامی ایک اور شخص ہے جس کا پورا نام یہ ہے۔ سید عطاء الدین امیر فضل اللہ شیرازی دشتکی۔ یہ شخص محدث تھا۔ اور روضۃ الاحباب نامی کتاب کا مؤلف تھا جس

میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل و اصحاب کی سیرت مذکور ہے۔ یہ کتاب مؤلف مذکور نے امیر علی جو ہرات کا بادشاہ تھا، کے حکم سے لکھی۔ اور امیر علی مذکور امیر غیاث الدین منصور کا چچازاد بھائی تھا۔ نویں صدی ہجری کے مشہور علماء میں سے ہوا۔ اس کا لڑکا امیر نسیم الدین محمد جو میرک شاہ کے لقب سے مشہور ہے۔ علوم و فنون میں بڑی کوشش کی اور خاص کر علم حدیث کو بڑی محنت سے حاصل کیا۔ اپنے زمانہ کا یگانہ اور تنہا عالم تھا اور اس علامہ جمال الدین نے امام ذہبی کی کتاب المیزان پر بعض اعتراضات کیے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ یہ شخص شیعہ تھا مزید تحقیق کے لیے " روضات " کتاب کی طرف رجوع کریں۔

تبصرہ۔

"ایک کریلا دوسرا نیم چڑھا" مثل و کہاوت اس طعن کے پیش کرنے والے پر صادق آتی ہے۔ طعن کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اول بلا فصل پر جو اس معترض اور اس کے ساتھیوں کو اچھے لگتے ہی نہیں اور پھر یہ کہ طعن کا اصل محرک ملا جمال الدین صاحب روضۃ الاحباب ہے۔ جو خود اسی معترض کا باوا نکلا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی سُنی تو محض نقل کرنے کی وجہ سے مرکز بنا دیے گئے۔ ہاں اگر کوئی صحیح مستند روایت ہوتی اور وہ بھی کسی اہلسنت کی معتبر کتاب سے تو ہم اس کا تانا بانا دیکھتے۔ لہٰذا ایک شیعہ نے دوسرے شیعہ کی عبارت پیش کر دی۔ تو جس طرح پیش کرنے والا حاسد اور بغض و عداوتِ صحابہ کا مجسمہ اسی طرح ناقل بھی ہے۔ اس سے طعن کی کوئی اہمیت نہیں رہتی۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شخصیت پر اس طعن سے کوئی نقص نہیں پڑتا۔

جواب دوم۔

زیادہ قیمت نبیؐ نے خود دی ابوبکر صدیق نے مانگی نہیں

بالفرض ہم روایت مذکورہ علی سبیل تنزل مان لیتے ہیں۔ لیکن اس سے پھر بھی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات پر کوئی اعتراض نہیں بنتا۔ اس کی وضاحت یہ ہے۔ کہ اس روایت میں اس امر کا قطعاً کوئی تذکرہ نہیں کہ سیدنا صدیق اکبرؓ نے ازخود ۹ سو درہم قیمت مانگی۔ اور دو سو پر دینے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عادت شریفہ کریمہ کے مطابق ازخود زیادہ رقم عطا فرما دی ہو۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھار ایسے کر لیا کرتے تھے۔ بلکہ بعض دفعہ تو ایسے بھی ہوا۔ کہ مقررہ قیمت سے زیادہ عطا فرما کر پھر خریدی ہوئی چیز بھی واپس کر دی۔ صحیح بخاری شریف میں واقعہ مذکور ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے ایک سفر کے دوران حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چار سو درہم دے کر ایک اونٹ خرید فرمایا اور وعدہ فرمایا کہ مقررہ رقم مدینہ منورہ پہنچ کر عطا کر دوں گا۔ مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت جابر رضی اللہ عنہ اونٹ لیے بارگاہ رسالت کی حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقررہ رقم سے زیادہ رقم بھی عطا فرمائی اور اونٹ بھی واپس کر دیا۔ حوالہ کے لیے بخاری شریف جلد اول صفحہ ۳۰۹، ۳۰۵ مطبوعہ کراچی ملاحظہ ہو۔

لہٰذا یہ واقعہ جو طعن میں ذکر ہوا، وجہ طعن تب بنتا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ازخود ۹ سو درہم کا مطالبہ کیا اور کم قیمت پر دینا منظور نہ کیا۔ اور پوری دنیائے شیعیت اس کو ثابت نہ کر سکی اور نہ کر سکے گی۔ اگر ہمت ہے تو منہ مانگا انعام پاؤ۔ اور ایک صحیح مستند حوالہ دکھاؤ۔ تو معلوم ہوا ممکن ہے کہ حضور رحمتہ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عادت کریمہ

کے مطابق زیادہ دینے کا وعدہ فرمالیا ہو۔ لہٰذا طعن سرے سے ہی اٹھ جاتا ہے۔

جواب سوم۔

اونٹنی کی قیمت اس لیے عطا کی تاکہ ہجرت ایسی عبادت اپنے مال سے ہو۔ اور وہ بھی جائز قیمت عطا کی

کتب اہل سنت میں سے معتبر کتب میں یہ واقعہ مختصر طور پر یوں مذکور ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں جب ابوبکر صدیق نے عرض کیا۔ حضور ہجرت کے لیے میں نے دو اونٹنیاں تیار کر رکھی ہیں ایک آپ کے لیے اور دوسری اپنے لیے۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ میں تو سفر ہجرت اپنی ملکیتی اونٹنی پر کروں گا۔ ابوبکر صدیق دست بستہ عرض گزار ہوئے۔ حضور! یہ دونوں آپ ہی کی تو ہیں۔ فرمایا نہیں ہم چاہتے ہیں کہ اتنی قیمت لے لو جتنی دے کر آئے ہو۔ صدیق اکبر نے یہ بات مان لی۔

فتح الباری۔

(قَوْلُهٗ إِحْدٰی رَاحِلَتَیَّ هَاتَیْنِ قَالَ بِالثَّمَنِ) زَادَ ابْنُ إِسْحَاقَ قَالَ لَا أَرْكَبُ بَعِیْرًا لَیْسَ هُوَ لِیْ قَالَ فَهُوَ لَكَ قَالَ لَا وَلٰكِنْ بِالثَّمَنِ الَّذِیْ ابْتَعْتَهَا بِهٖ قَالَ اَخَذْتُهَا بِكَذَا وَكَذَا قَالَ اَخَذْتُهَا بِذٰلِكَ قَالَ هِیَ لَكَ وَفِیْ حَدِیْثِ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَكْرٍ عِنْدَ الطَّبْرَانِیْ فَقَالَ بِثَمَنِهَا یَا اَبَا بَكْرٍ فَقَالَ بِثَمَنِهَا

اِنْ شِئْتَ وَ نَقَلَ السُّهَيْلِيُّ فِي الرَّوْضِ عَنْ بَعْضِ شُيُوْخِ الْمَغْرِبِ اَنَّهُ سُئِلَ عَنْ اِمْتِنَاعِهِ مِنْ اَخْذِ الرَّاحِلَةِ مَعَ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ اَنْفَقَ عَلَيْهِ مَالَهُ فَقَالَ اَحَبَّ اَنْ لَا تَكُوْنَ هِجْرَتُهُ اِلَّا مِنْ مَالِ نَفْسِهِ ۔

(۱۔ فتح الباری شرح البخاری تصنیف علامہ ابن حجر عسقلانی جلد ۷ ص ۱۸۷ باب ہجرۃ النبی الخ مطبوعہ مصر طبع قدیم)۔

(۲۔ عمدۃ القاری شرح البخاری جلد ۱۷ ص ۴۵ مطبوعہ بیروت طبع جدید۔)

ترجمہ۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان دو اونٹنیوں میں سے ایک آپ کے لیے ہے۔ آپ نے فرمایا قیمت دیکر میری ہو گی ابن اسحاق نے یہ زیادہ لکھا حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں اس اونٹ پر سوار نہ ہونگا جو میری ملکیت نہیں۔ ابوبکر نے عرض کیا۔ وہ آپ کا ہی ہے۔ فرمایا نہیں۔ بلکہ اتنی قیمت کہ جتنی دے کر تم نے خریدا ہے لو۔ ابوبکر صدیق نے عرض کیا میں نے اتنے اتنے داموں سے خریدا ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ اتنے دارہم کا میں نے لے لیا ہے۔ کہا، پھر وہ آپ کا ہو گیا۔ اسماء بنت ابی بکر کی حدیث میں ہے جسے طبرانی نے ذکر کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوبکر! قیمت لے کر۔ عرض کیا۔ جیسے آپ کی مرضی۔ سہیلی نے "روض" میں بعض مغربی شیوخ کے حوالہ سے ذکر کیا کہ جب پوچھا گیا کہ آپ نے وہ سواری لینے سے انکار کیوں کر دیا تھا۔ حالانکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کئی ایک مواقع پر اپنا مال صفت

میں پیش کر دیا۔ تو جواب دیا۔ اس میں حکمت یہ تھی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند یہ فرمایا کہ ہجرت کے دوران آپ اپنا ذاتی ملکیتی مال خرچ فرمائیں۔

کتب اہل سنت میں جو واقعہ مذکور ہے۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ یعنی یہ کہ حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے باوجود اس کے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مفت اونٹنی دینے کی پیش کش کی۔ اور مختلف طریقوں سے پیش کش کی۔ قیمت کے بغیر اُسے منظور کرنا پسند نہ فرمایا۔ تو یہ قیمت خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصرار پہ لی گئی۔ اور دوسری بات یہ بھی کہ قیمت اتنی ہی لی گئی۔ جتنی خریداری کے وقت ابوبکر صدیق نے خرچ کی تھی۔ لہٰذا دو سو والی نو سو میں بیچنے کی کوئی روایت نہیں ہے۔

علی حیدر نقوی معترض کی بددیانتی

طعن مذکور میں نقوی مذکور نے جس کتاب اہل سنت کا حوالہ پیش کیا۔ اس کی آخر تک عبارت اگر ذکر کر دی جاتی۔ تو سرے سے طعن بنتا ہی نہ۔ لیکن جہاں تک مطلب تھا ذکر کر کے اپنا الو سیدھا کرنے کی کوشش کی۔ نقوی کی چھوڑی ہوئی عبارت یہ ہے۔

مدارج النبوۃ۔

وماناکہ حکمت در خریدن ناقہ از ابوبکر صدیق باوجود نہایت صدق و داد و غایت اتحاد و سابقۂ اتفاق ابوبکر اموال کثیر را بر آنحضرت آں بود کہ نخواستہ کہ در راہ خدا استمداد و استعانت از کسے جوید۔ چنانکہ خلاصۂ اشارت آیت لَا تُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ الخ دراں ناظر است۔

(مدارج النبوۃ جلد دوئم ص۵۸ باب چہارم در سال سیزدہم در بیان قصہ ہجرت)

ترجمہ۔

اور معلوم ہوتا ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اونٹنی خریدنے پر اصرار کرنا ایں وجہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہ چاہا کہ اللہ کی راہ میں (ہجرت کے وقت کسی سے امداد طلب کریں۔ حالانکہ صدیق اکبر رضی نے اپنی صداقت، انصاف اور انتہائی قریبی تعلقات کی وجہ سے بہت دفعہ کثیر مال الفول نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی میں مفت پیش کر دیا۔ تو آپ نے ایسا اس لیے کیا کہ تشرک بعبادۃ ربہ احدا پیش نظر تھا۔

"مدارج النبوۃ" کی عبارت آپ نے دیکھی۔ اس عبارت میں طعن مذکور کا جواب بھی چونکہ موجود تھا۔ اس لیے نجفی اسے ہضم کر گیا۔ صاف صاف مذکور ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بارہا کثیر مالی قربانی دی۔ اور وہ بھی بغیر احسان جتلائے۔ وہ اس دفعہ بھی ایسا ہی کرنا چاہتے تھے۔ لیکن سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ثمن دیکر لینا چاہا۔ اور اس پر اصرار فرمایا۔ تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش بلکہ اصرار پر اتنی ہی رقم لی۔ جو اصل خرید تھی۔ چونکہ سفر ہجرت عبادت تھا۔ اس لیے اس میں خلوص کے پیش نظر آپ نے کسی کی مدد کو دخیل نہ ہونے دیا۔ بہر حال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اونٹنی اتنی ہی قیمت پر پہنچی گئی جتنی سے خریدی گئی تھی۔ لہٰذا یہ کہنا کہ سات سو درہم صدیق اکبر نے زیادہ لیے، بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ اور صدیق اکبر کو بدنام کرنے کے لیے صاحب روضۃ الاحباب نے نہ جانے کہاں سے اٹھالی تھی۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار۔)

جواب چہارم

معتبر کتب اہل تشیع کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصرار کے پیش نظر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اونٹنی کی اصل قیمت وصول کی

جیساکہ گذشتہ اوراق میں تفصیل سے بیان ہو چکا ہے۔ کہ طعن مذکور بالکل بے بنیاد ہے۔ کوئی صحیح اور مرفوع روایت اس بارے میں نہیں ملتی۔ صرف روضۃ الاحباب میں مذکور ہے۔ اور ہماری کتب سے آپ یہ بھی ملاحظہ فرما چکے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خالص رضا کی بجاآوری کے لیے مفت اونٹنی لینا گوارا نہ فرمایا۔ بلکہ قیمت خرید دے کر خرید لی۔ اور صدیق اکبر نے آپ کے اصرار پر یہ سب کچھ قبول کیا۔ لیکن اسی فرضی واقعہ پر جب دشمنانِ صدیق حاشیہ آرائی کرتے ہیں تو ایسے الفاظ اور جملے تحریر کر دیتے ہیں جو کافر سے کافر بھی نہیں کہتا۔ بطور نمونہ دیکھیے۔

تہذیب المتین۔

سوداگر لوگ عموماً جزوی نفع پر مال فروخت کرتے ہیں۔ بعض جن کو زیادہ چاٹ لگی ہوتی ہے سوائے ڈیوڑھے تک کر لیتے ہیں۔ مگر حضرت یار غار کا دونے پر بھی پیٹ نہ بھرا۔ انہوں نے دو سو یا چار سو کا مال نو سو پر پیغمبر خدا کے ہاتھوں فروخت کیا۔

(تہذیب المتین تاریخ امیر المومنین
جلد اول صد ۵۳ مطبوعہ یوسفی دہلی
طبع قدیم۔)

ان عبارات میں سے ایک عبارت ہم نے بطور نمونہ پیش کی۔ اس سے آپ اندازہ

لگائیں کہ ان بدفطرت اور شیطان صفت مردودوں نے بارگاہ صدیقی میں کن الفاظ سے توہین کی۔ سیدنا صدیقِ اکبر کی سیرت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور آپ کی خاطر ہر قسم کی قربانی دینے کا تفصیلی مواد تاریخ اسلام کی کتب میں موجود ہے۔ خود شیعہ کتابوں میں یہ موجود ہے کہ شبِ ہجرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی قیمت خرید پر لی تھی۔ ایک پیسہ بھی زائد ادا نہ کیا۔ اس کے باوجود "تہذیب المتین" کے بدتہذیب مصنف نے جو کچھ لکھا۔ آپ نے ملاحظہ کیا۔ چلتے چلتے ذرا ان کی کتب سے بھی اس بارے میں حوالہ ملاحظہ فرمالیں۔

بحار الانوار۔

فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ قَدْ كُنْتُ اَعْدَدْتُ لِيْ وَلَكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ رَاحِلَتَيْنِ تَرْتَحِلُهُمَا اِلٰى يَثْرِبَ فَقَالَ اِنِّيْ لَا اٰخِذُهُمَا وَلَا اَحَدُهُمَا اِلَّا بِالثَّمَنِ قَالَ فَهِيَ لَكَ بِذٰلِكَ ۔

(بحار الانوار جلد ۱۹ ص ۶۲ باب الہجرۃ
ومبادیہا مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ اے اللہ کے پیغمبر! میں نے آپ کے لیے اور اپنے لیے دو سواریاں تیار کر رکھی ہیں۔ تاکہ ان پر سوار ہو کر ہم دونوں یثرب (مدینہ) کی طرف کوچ کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں نہ تو دونوں سواریاں لوں گا اور نہ ایک مگر ثمن ادا کر کے۔ یہ سن کر سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا تو پھر اس ثمن کے بدلہ

میں ایک سواری آپ کی ہو گئی۔

اہل تشیع کے معتبر امام نے اونٹنی کی قیمت وہی بتلائی جو بوقت خرید ادا کی گئی تھی۔ اگر ایک درہم بھی زیادہ ہوتا تو ضرور اسکا ذکر کرتا۔ بفرض تسلیم اگر حضرت ابوبکر نے زیادہ قیمت وصول کی۔ تو اس سے یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ اصل قیمت کیا تھی۔ تاکہ اس کی تعیین کے بعد زیادتی کا معاملہ سمجھ آسکے۔ اس سلسلہ میں کوئی روایت متفق علیہ نہیں۔ اگر ۹ سو درہم قیمت خرید تھی اور اتنے ہی دراہم کے بدلہ میں بیچی گئی تو کوئی منافع نہ ہوا۔

روضۃ الصفاء

ابوبکر التماس نمود کہ ازیں دو شتر کہ وارم یکے را قبول فرمائی۔ پیغمبر فرمود کہ بقیمت فرامیگیرم۔ بعضے گفتہ اند کہ ابوبکر اشتر بجہت حضرت رسالت پناہ بنہصد درہم خریدہ بود و برخی بچہار صد درم گفتہ اند۔

(تاریخ روضۃ الصفاء جلد دوم ص ۲۹۸،
ذکر احوال خاتم الانبیاء مطبوعہ لکھنؤ
طبع قدیم۔)

ترجمہ۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے التماس کی۔ یارسول اللہ! ان دو اونٹوں میں سے کوئی سا ایک اپنی سواری کے لیے قبول فرمالیں۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں قیمت ادا کرنے کے بعد لوں گا۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ اونٹ صرف حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خاطر نو سو درہم میں خریدا تھا۔ اور کچھ لوگ اس کی قیمت چار سو درہم بھی بتلاتے ہیں۔

لیجئے ناظرین! دو سو کی خرید کر ۹ سو درہم میں اونٹنی بیچی گئی۔ یہ سفید جھوٹ کہاں گیا؟ خود جھوٹوں کے بادشاہ نے صفائی دیدی اور اس کی قیمت خرید ۹ سو بھی بتلائی اور وہ بھی اس لیے خریدی گئی کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے سواری کے کام آئے۔ بعض نے اس کی خرید ۹ سو درہم بتلائی۔ اونٹنی ایک ہے اس کی قیمت خرید بھی ایک ہی ہوگی کیونکہ خریدار بھی ایک ہے اور وقت خرید بھی ایک۔ لہٰذا اب معترض سے ہی پوچھئے۔ دو سو درہم قیمت خرید حتمی طور پر تمہیں کس ذریعہ سے معلوم ہوئی۔ جبکہ تمہاری کتابوں میں اس کی قیمت پر اتفاق نہیں۔ تو قیمت خرید اور قیمت فروخت میں فرق خواہ مخواہ قائم کر لیا گیا۔ معترض سید نا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات پر کسی نہ کسی طرح - اعتراض کی گنجائش نکال لیتا ہے۔ آخر ہر شخص کے لیے وہ کام آسان بنا دیا جاتا ہے جو وہ کرنے کی ٹھان لیتا ہے۔ اس کے باوجود ہم اللہ تعالیٰ کے حضور دست بدعا ہیں کہ وہ مقلب القلوب ہے۔ ان بدفطرت اور بداصل لوگوں کو ہدایت عطا فرما دے۔

شانِ صحابہؓ اور ردِ شیعہ پر تین عظیم الشان اور بے مثال تحقیقی شاہکار کتب

تحفہ جعفریہ ۵ جلدیں

فقہ جعفریہ ۴ جلدیں

عقائد جعفریہ ۴ جلدیں

تالیفات

محقق اسلام قاطع رفض و بدعت مناظر اسلام علامہ الحاج

محمد علی علیہ الرحمہ نقشبندی

بانی جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور

خصوصیات

- انداز بیان نہایت سادہ، آسان، علماء وعوام کیلئے یکساں مفید۔
- ردِ شیعہ پر اتنی جامع، مفصل اور محققانہ تحریر قبل ازیں وجود میں نہیں آئی۔
- تمام کتب میں استدلال صرف اور صرف قرآن حکیم اور کتب شیعہ سے کیا گیا ہے۔
- ان کتب کے بعد اس موضوع پر کسی دوسری کتاب کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی
- تینوں کتب محققین ومناظرین کیلئے انمول خزانہ اور گستاخان صحابہ کیلئے تازیانہ عبرت ہیں۔
- بنظر انصاف مطالعہ کرنے والا ہر شیعہ اپنے عقیدہ پر نظر ثانی کیلئے مجبور ہو جائے گا۔

چیدہ چیدہ مضامین درج ذیل ہیں

تحفہ جعفریہ

مسئلہ خلافت، فضائل صحابہ کرام، خصوصاً خلفائے ثلاثہ، امہات المومنین، امیر معاویہ از کتب شیعہ، صحابہ واہل بیت کے خاندانی خوشگوار تعلقات، صحابہ کرام پر کئے گئے اعتراضات کے دندان شکن جوابات، باغ فدک، حدیث قرطاس، اہل سنت کی طرف غلط طور پر منسوب کتب پر تحقیقی وعلمی مباحث، خلافت عثمان غنی کے متعلق اقرباء پروری کی تردید، جنگ جمل اور صفین، بنات رسول، جنازۂ رسول، نکاح ام کلثوم

فقہ جعفریہ

خدا اور رسول ﷺ اور آئمہ اہل بیت کی شان میں اہل تشیع کی بے ادبیاں اور گستاخیاں، قاتلان امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کون تھے، نام نہاد محبان اہل بیت پر آئمہ اہل بیت کی لعنت و پھٹکار، بارہ اماموں کے متعلق شیعہ عقائد اور ان کا رد، مسئلہ امامت، مسئلہ تحریف قرآن، مسئلہ تقیہ، قاتلان عثمان کا حشر، امیر معاویہ پر لعن طعن کرنے والے سنی نما مولویوں اور پیروں کا محاسبہ

عقائد جعفریہ

شانِ امام اعظم ابوحنیفہ اور فقہ حنفی پر شیعوں کے تمام اعتراضات کے مدلل جوابات، کلمہ اسلام، اذان، وضو، نماز، نماز جنازہ وغیرہ کا بیان، مسئلہ متعہ، مسئلہ ماتم، فقہ جعفریہ کے احکام اور کتب شیعہ سے ان کا رد، فقہ جعفریہ کے ناممکن العمل ہونے پر دلائل

مکتبہ نوریہ حسنیہ

جامعہ رسولیہ شیرازیہ رضویہ
بلال گنج لاہور فون: 042-7227228

باب دوم

حضرت سیدنا فاروق اعظم رض

پر کیے گئے بقیہ شیعہ

مطاعن

باب دوم:

طعن سوم

صلح حدیبیہ کے وقت عمر (رضی اللہ عنہ) کو آنحضرت کی نبوت میں شدید شک واقع ہوا

"چودہ ستارے" کے مصنف شیعہ نجم الحسن کراروی نے اپنی اس تصنیف میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات ستودہ صفات پر ایک طعن ذکر کرتے ہوئے لکھا۔ کہ صلح حدیبیہ کے وقت قریش کے ساتھ طے پانے والی شرائط چونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ناپسند تھیں۔ حالانکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طے کی تھیں تو اس ناپسندیدگی کی وجہ سے انہیں آپ کی نبوت میں شک ہوا۔ اور ایسا ہونا ایمان کی کمزوری کی دلیل ہے۔ یا ایمان سے ہاتھ دھونا ہے۔ اصل عبارت یہ ہے۔

چودہ ستارے:

درمنثور جلد ۱۱ ص ۷۷ میں ہے۔ کہ صلح حدیبیہ کے بعد حضرت عمر نے کہا۔ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوت میں جیسا مجھے آج شک ہوا ہے۔ کبھی نہ ہوا تھا۔ یہ انہوں نے اس لیے کہا کہ وہ صلح پر راضی نہ تھے (چودہ ستارے ص ۴۷ تا ۷۶ مجمع کے واقعات)

جواب اول : یہ روایت بالمعنی ہے

چودہ ستارے کے مصنف نے اپنی بدفطرتی سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر جس بات اور واقعہ کو باعث طعن کیا۔ یہی واقعہ دراصل ان کے پختہ ایمان اور فضائل و مناقب کی ایک بہت بڑی دلیل ہے۔ لیکن اسے غلط رنگ پہنا کر اچھالا جاتا ہے۔ اور سادہ لوح اہل سنت کو گمراہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس لیے میں چاہتا ہوں۔ کہ یہاں تفصیل سے کام لے کر اس طعن کی حقیقت واضح کروں۔ اگرچہ ایک علمی بحث ہے۔ پھر بھی سادہ الفاظ میں اسے واضح کرنے کی کوشش کروں گا۔

وباللہ التوفیق۔

درمنثور کی جس عبارت کا حوالہ دیا گیا۔ وہ ایک طویل عبارت سے اخذ کردہ ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے۔ صاحب درمنثور علامہ السیوطی نے اس حدیث کو مسند امام احمد بن حنبل بخاری شریف، ابوداؤد، نسائی اور تفسیر ابن جریر وغیرہ سے نقل کیا ہے۔

درمنثور :

قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَاللّٰهِ مَا شَكَكْتُ مُنْذُ اَسْلَمْتُ اِلَّا يَوْمَئِذٍ۔

(تفسیر درمنثور جلد ٦ ص ٧٧ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ خدا کی قسم! اسلام قبول کرنے سے لے کر آج کے واقعہ کے سوا مجھے کبھی شک نہیں پڑا۔

"درمنثور" میں مذکور روایت کو امام بخاری، مسند امام احمد بن حنبل اور تفسیر طبری نے بعینہٖ انہی الفاظ سے ذکر کیا لیکن ان حدیث کی کتابوں میں مذکورہ بالا جملہ (قال عمر بن الخطاب واللہ الخ) کا کوئی نشان نہیں ملتا۔ تفسیر طبری میں یہ عبارت اصل عبارت سے زائد منقول ہے۔ بخاری میں اس جملے کے نہ ہونے اور درمنثور میں مذکور ہونے کی وجہ یہ ہے۔ کہ امام بخاری نے حدیث نقل کرتے وقت "روایت باللفظ" کا بہت زیادہ اہتمام کیا ہے۔ اسی لیے جملہ مذکورہ کے الفاظ انہوں نے ذکر نہیں فرمائے۔ امام احمد بن حنبل بھی اسی روش کے پابند تھے۔ لہٰذا ان کی مسند میں بھی اس کا نشان نہیں۔ اسی طرح ابوداؤد اور نسائی شریف میں بھی یہ جملہ موجود نہیں ہے۔ لیکن ان کے برخلاف تفسیر درمنثور میں روایت باللفظ کا اہتمام نہیں کیا گیا۔ اس لیے انہوں نے اس حدیث کے ایک محدث "معمر" کے شاگرد کی روایت کو نقل کر دیا۔ انہوں نے روایت بالمعنی کے پیش نظر اس کو خطائے اجتہادی کے طور پر نقل کر دیا ہے۔

روایت بالمعنی اور خطائے اجتہادی کی وضاحت

بخاری شریف، مسند امام احمد بن حنبل اور تفسیر طبری میں اس روایت کا سلسلہ اسناد یوں منقول ہے۔

بخاری شریف:

حدثنا عبد اللہ بن محمد حدثنا عبد الرزاق اخبرنا معمر اخبرنی الزھری اخبرنی عروۃ بن الزبیر عن المسور بن مخرمۃ الخ۔

(بخاری شریف جلد اول ص ۳۷۷ تا ۳۷۸ پارہ ۱۱ باب الشروط فی الجہاد مطبوعہ کراچی)

مسند امام احمد بن حنبل:

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ قَالَ الزُّهْرِيُّ اَخْبَرَنِیْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ۔

(الفتح الربانی لترتیب مسند احمد بن حنبل
شیبانی جلد ۲۱ ص ۹۵ غزوۃ الحدیبیۃ الخ
مطبوعہ مصر طبع جدید)

تفسیر طبری:

حَدَّثَنَا ابْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى قَالَ ثَنَا ابْنُ ثَوْرٍ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ۔

(تفسیر طبری جلد ۱۱ ص ۶۱ سورت فتح
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ان تین کتب میں مذکور اس روایت کی اسناد میں غور کریں۔ تو یہ بات سامنے آئے گی۔ کہ معمر راوی سے لے کر حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ تک تمام کتب میں جو واسطے ہیں۔ ان پر سبھی متفق ہیں۔ لیکن معمر راوی کے شاگرد پران کا اتفاق نہیں۔ بخاری شریف اور مسند امام احمد بن حنبل میں اس شاگرد کا نام عبدالرزاق لکھا گیا ہے۔ اور تفسیر طبری میں ابن ثور موجود ہے۔ اس اختلاف کے علاوہ روایت مذکورہ کے وہ الفاظ جو طعن میں مذکور ہو گئے۔ ان میں بھی اتفاق نظر نہیں آتا۔

بخاری و مسند امام احمد بن حنبل:

قَالَ اَبُوْ جَنْدَلٍ اَیْ مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ اُرَدُّ اِلَی الْمُشْرِکِیْنَ وَقَدْ جِئْتُ مُسْلِمًا اَلَا تَرَوْنَ مَا قَدْ لَقِیْتُ وَکَانَ قَدْ عُذِّبَ عَذَابًا شَدِیْدًا فِی اللّٰہِ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَاَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

(۱۔ بخاری شریف جلد اول ص ۳۸۰)
(۲۔ مسند امام احمد بن حنبل جلد نمبر ۲۱ ص ۹۹-۱۰۰)

ترجمہ

حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اے مسلمانوں کے گروہ! کیا میں مشرکین کی طرف واپس بھیجا جاؤں گا۔ حالانکہ میں صحیح مسلمان بن کر آیا ہوں۔ کیا تم میرے ان مصائب کو نہیں جانتے جو مجھے مسلمان ہونے کی وجہ سے پہنچے؟ حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کو سخت سزائیں دی گئیں۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔

تفسیر طبری:

قَالَ اَبُوْ جَنْدَلٍ اَیْ مَعَاشِرَ الْمُسْلِمِیْنَ اُرَدُّ اِلَی الْمُشْرِکِیْنَ وَقَدْ جِئْتُ مُسْلِمًا اَلَا تَرَوْنَ

مَا قَدْ لَقِيتُ كَانَ قَدْ عُذِّبَ عَذَابًا شَدِيدًا فِي اللهِ
قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَاللهِ مَا شَكَكْتُ مُنْذُ
أَسْلَمْتُ إِلَّا يَوْمَئِذٍ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(تفسیر طبری جلد ۲۶ ص ۶۱)

ترجمہ

حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اے مسلمانوں کے گروہ! کیا میں مشرکین کی طرف لوٹایا جاؤں گا۔ حالانکہ میں سچے دل سے مسلمان ہوا ہوں۔ کیا تم مجھ پر کیے گئے مصائب کو نہیں جانتے؟ حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کو اللہ کے راستہ میں سخت مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا۔ خدا کی قسم! میں جب سے مسلمان ہوا۔ آج کے سوا کبھی شک و تردد میں نہ پڑا۔ پھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔

ناظرین کرام:۔

تینوں کتب سے ہم نے حدیث مذکور کو من و عن بیان کیا۔ بخاری اور مسند احمد بن حنبل میں جن الفاظ سے یہ حدیث مذکور ہے۔ تفسیر طبری میں وہ الفاظ نہیں۔ یعنی ما شککت منذ اسلمت الخ صرف تفسیر طبری کا میں ہی مذکور ہیں۔ اس حقیقت کو سامنے رکھ کر میں آپ کو پھر ذرا پچھلی گفتگو کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ تفسیر طبری میں ہی مذکور راس۔ شاگرد کا نام ابن ثور اور دوسری دونوں کتب میں عبدالرزاق ہے۔ اس فرق سے ہمیں یہ معلوم ہوا۔ کہ معمر راوی کے دو شاگرد ہوئے۔ (ابن ثور اور دوسرے عبدالرزاق) ان دونوں میں سے عبدالرزاق شاگرد نے اپنے شیخ اور استاد کی روایت کو روایت بالفاظہ کے طور پر ذکر کیا۔ لہذا انہوں نے دوران روایت ان الفاظ کو ذکر نہیں کیا جو اصل روایت میں نہ تھے

لیکن ان کے دوسرے استاد بھائی ابن ثور نے جب اپنے استاد و شیخ سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ جملہ سنا۔ فَعَمِلْتُ لِذٰلِکَ اَعْمَالاً۔ یعنی میں (عمر بن الخطاب) نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح حدیبیہ کے موقع پر گفتگو کی۔ تو میرے اصرار کرنے پر مجھے بعد میں جو ملامت ہوئی۔ میں نے اصرار کا کفارہ چکانے کے لیے بعد میں بہت سے اچھے اعمال کئے تاکہ مجھے قلبی طور پر اطمینان ہو جائے۔ اپنے استاد سے جب ابن ثور نے یہ الفاظ سنے۔ تو ابن ثور نے اس حدیث کے سابقہ الفاظ و عنوان سے بطور خود یہ نظریہ قائم کر لیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے موقعہ پر جو کفار سے شرائط طے کیں۔ ان میں کفار نے کچھ ایسی شرائط منوائیں۔ جو سراسر زیادتی پر مبنی تھیں۔ اس سے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو آپ کی نبوت میں شک گزرا۔ تو ابن ثور نے روایت بالمعنی کے پیش نظر مذکورہ الفاظ کو روایت میں درج کر دیا۔ یہ ان کی اجتہادی خطاء کے ضمن میں آتا ہے کیونکہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جب بار بار حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا۔ کیا آپ سچے نبی نہیں۔ ؟ کیا ہم حق پر نہیں ؟ کیا کافر باطل پر نہیں ؟ تو اس اصرار سے ان کا مقصد یہ تھا۔ کہ جب حضور آپ بھی سچے ہمارا دین بھی سچا اور کفر باطل ہے۔ تو پھر باطل کی شرائط پر ہم بظاہر کیوں دب گئے۔ اور انہیں کیوں قبول کر لیا ؟ دوسرے لفظوں میں ان شرائط کے قبول کرنے کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ ہم ابو جندل (رضی اللہ عنہ) وغیرہ کو واپس کر دیں گے۔ اس طرح حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے جذبہ ایمانی کے پیش نظر ان شرائط کو قبول نہ کرنے کی تمنا کی۔ اگرچہ یہ سب کچھ ان کی جذبہ ایمانی کی ترجمانی کر رہا تھا۔ لیکن صرف اس بات پر کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بار بار اصرار کیا۔ انہیں بطور خود یہ بے ادبی یا بے محل اصرار نظر آیا۔ تو اس پر نادم ہو کر اس کے کفارہ کے طور پر انہوں نے مال و دولت کا صدقہ کیا۔ دیگر عبادات سے اللہ کے حضور اس کے کفارہ کی کوشش کی۔

اس تفصیلی جواب سے خلاصہ یہ نکلا۔ کہ نجم الحسن کراروی نے جس جملہ کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی ذات پر بطور اعتراض والزام ذکر کیا۔ وہ در اصل حضرت ابن خطاب کی ایمانی محبت کا اظہار تھا۔ اور رہا یہ کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں شک آگیا تھا۔ تو یہ بات بخاری شریف اور مسند امام احمد بن حنبل میں سرے سے مذکور ہی نہیں۔ تفسیر طبری میں ابن ثور کے حوالہ سے جو ذکر ہوئی۔ وہ روایت بالمعنی کے طور پر ہے۔ اس معترض کی یہ چابکدستی تھی۔ کہ روایت کے اصل الفاظ میں اُن الفاظ کا اضافہ جو روایت بالمعنی کے طور پر مذکور ہوئے انہیں اصل سمجھ کر محض مغالطہ دینے کے لیے محل استدلال بنایا۔ اور اپنے اعتراض کو پختہ کرنے کی مذموم کوشش کی۔ اور ایسا اس لیے کیا گیا۔ کہ اپنے دل میں چھپی عداوتِ فاروق اعظم کی آگ کو بھڑکایا جائے۔ ابن ثور کی اجتہادی غلطی تھی۔ جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ بیان کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ حقیقت کی سمجھ عطا فرمائے۔

جوابِ دوم:

صلح حدیبیہ کا واقعہ

حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم بمعہ پندرہ سو صحابہ کرام مدینہ منورہ سے عمرہ کی غرض سے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ جب مسلمانوں کا یہ گروہ مقام حدیبیہ پر پہنچا۔ تو قریشِ مکہ نے روک دیا۔ اس وقت قریشِ مکہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین چند شرائط پر صلح ہوئی۔ کفار مکہ نے کچھ ایسی شرائط بھی پیش کیں۔ جن کے مان لینے میں بظاہر زیادتی تھی۔ مثلاً یہ کہ اگر کوئی ہمارا ساتھی کافر ہماری مرضی کے بغیر حضور کے پاس چلا جائے۔ تو آپ اس کی واپسی کے پابند ہوں گے۔ اور اگر مسلمانوں کا کوئی آدمی ہماری طرف آجائے۔

تو ہم اُسے واپس نہیں کریں گے۔ اس وقت ایک مسلمان صحابی حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ بیڑیوں میں جکڑے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گھٹنوں کے بل چلتے ہوئے حاضر ہو گئے۔ آپ نے بموجب شرائط ان کو واپس کفار مکہ کے سپرد کیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر مسلمان صحابہ کرام کے کلیجے منہ کو آنے لگے۔ اس قسم کی شرائط کے تحریر کرنے سے پہلے پہل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے انکار کیا۔ ان کے بعد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایمانی جذبہ کے پیش نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ یارسول اللہ! کیا آپ اللہ کے سچے نبی نہیں۔ کیا کفار باطل پر نہیں ؟ جب یہ سب باتیں درست ہیں۔ تو پھر ان شرائط کو قبول کیوں کیا جائے ؟ تیسری بات یہ ہوئی۔ کہ جب شرائط صلح طے ہو گئیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کرام کو ارشاد فرمایا۔ کہ اٹھو اور اپنے اپنے جانوروں کی قربانیاں دے کر احرام کھول دو۔ آپ کے اس ارشاد پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سمیت کوئی صحابی بھی فوری تعمیل کے لیے تیار نہ ہوا۔ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صدمہ ہوا۔ اور آپ نے ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا کے خیمہ میں پہنچ کر فرمایا۔ کہ میرے حکم کی کسی نے بھی تعمیل نہ کی۔ کیونکہ ان مسلمانوں کے دلوں میں مکہ کو فتح کرنے کا شدید جذبہ ہے۔ حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا نے عرض کی۔ یارسول اللہ! آپ سب سے پہلے اپنے جانور کی قربانی کریں۔ آپ کی اتباع میں تمام مسلمان اپنی اپنی قربانیاں ذبح کر لیں گے۔ پھر ایسا ہی ہوا۔ بعد میں احرام کھول کر معہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سبھی مسلمان واپس مدینہ منورہ پلٹ آئے۔

معترض نے اس واقعہ کے ضمن میں سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات کو مورد طعن بنایا۔ اور طعن کی وجہ میں وہ الفاظ ذکر کیے گئے۔ جو انہوں نے جذبۂ ایمانی سے سرشار ہوتے ہوئے عرض کیے تھے۔ اہل تشیع کی کتب میں بھی یہ موجود ہے۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بعد میں اپنی اس حرکت کے کفارہ کے طور پر صدقات و خیرات، اور عبادات بجالائیں۔ اگر کوئی شخص انصاف و صحیح غور و فکر کرے۔ تو اس واقعہ

میں اس سے حضرت عمر بن الخطاب کی فضیلت اور ایمان کی پختگی نظر آئے گی۔ اسی واقعہ میں مذکور ہے۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی حضور! کیا آپ نے کعبہ کا طواف وعمرہ کرنے کا اعلان نہیں فرمایا تھا۔؟ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا

عمر! میں نے یہ ضرور کہا تھا۔ اور انشاء اللہ ہم یہ دونوں باتیں ادا کریں گے۔ لیکن میں نے یہ نہیں کہا تھا۔ کہ اسی سال اس سفر میں ہم طوافِ کعبہ اور عمرہ کے افعال بجالائیں گے۔ ان الفاظ کا انداز یہی بتلاتا ہے۔ کہ ما شککت منذ اسلمت الخ کے الفاظ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نہیں فرمائے۔ بلکہ ان کی طرف راوی نے اپنے اجتہاد کے ذریعہ منسوب کر دیئے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں شک ہوا۔ اور ایسا ہونا ان کی ذات سے ناممکن بھی ہے۔ ہوا صرف یہ کہ کفار کی زبردستی شرائط منوانے سے یہ دل برداشتہ ہو گئے۔ اور اسی جذبہ کے تحت انہوں نے چند باتیں کہہ ڈالیں۔ اور اسی جذبہ کے تحت حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے ان شرائط کی تحریر سے انکار کر دیا۔ اور یہی جذبہ کار فرما تھا۔ کہ تمام صحابہ کرام نے فوری طور پر احرام کھولنے اور قربانیاں کرنے میں توقف کیا۔ اگر وہی نظریہ مدنظر رکھا جائے۔ جس کی بنا پر معترض نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر طعن کیا۔ تو پھر ایسی ہی غلطی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے بھی سرزد ہوئی۔ کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمانے کے باوجود شرائط معاہدہ تحریر کرنے سے انکار کر دیا۔ بلکہ تمام صحابہ کرام جو اس وقت موجود تھے۔ وہ سب بھی احرام نہ کھولنے کی وجہ سے اس اعتراض کا نشانہ بن سکتے ہیں۔ جب حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کا تحریر سے انکار طعن کی وجہ نہ بنا۔ بلکہ یہ ان کے جذبہ ایمانی کی ترجمانی کرتا ہے۔ اور جس طرح تمام صحابہ کرام کا قربانیاں دینے اور احرام کھولنے سے توقف کرنا بھی وجہ طعن نہ بنا۔ تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر کیوں طعن کیا جائے۔ اور کیوں نہ اُن باتوں کو

آپ کے جذبہ ایمانی کی علامت قرار دیا جائے۔ جو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیں ہم مذکورہ بالا باتوں کو کتب شیعہ میں دیکھتے ہیں۔ تو وہاں بھی یہ موجود ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں

ناسخ التواریخ: صلح حدیبیہ کی بعض شرائط

اگر کسی بے اذن و اجازۂ ولی خود بحضرت پیغمبر پیوستہ شود ہر چند مسلمان باشد او را نپذیر ند۔ و باز فرستادند و ہر کس از مسلمین بے اجازت ولی خود بنزد قریش شود او را باز فرستد و در پناہ خود نگاہ بدارند۔

(۱۔ ناسخ التواریخ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم جلد نمبر ۲ ص ۲۱۹ وقائع سال ششم ہجرت مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ تفسیر مجمع البیان جلد نمبر ۵ جزء نہم ص ۱۱۸ سورۃ فتح قصہ فتح حدیبیہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

کفار مکہ کی طرف سے پیش کردہ شرائط میں سے ایک شرط یہ تھی۔ کہ اگر کوئی شخص اپنے ولی کی اجازت اور اذن کے بغیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ جائے۔ اگرچہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔ اس کو حضور اپنے پاس نہ رکھیں گے۔ بلکہ اسے واپس کر دیں گے۔ اور جو شخص مسلمانوں میں سے اپنے ولی کی اجازت و اذن کے بغیر قریش مکہ کے پاس آ جائے۔ وہ اسے واپس نہیں کریں گے۔ بلکہ اسے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھیں گے۔

ناسخ التواریخ: عمر فاروق کی غیرت ایمانی

عمر چوں ایں بشنید با ابوبکر گفت آیا محمد رسول خدا است؟ گفت بلی گفت ما مسلمانیم؟ گفت آری۔ گفت قریش کافرانند؟ گفت چنیں است۔ گفت چرا بار ضا مے قریش صلح کنیم؟ ابوبکر گفت۔ اے عمر! ساکت باش۔ پیغمبر بفرمان خدا کار کند۔ عمر از نزد ابوبکر کنارے گرفت و بحضرت رسول آمد و با پیغمبر نیز بدیں گونہ احتجاج نمود۔ پیغمبر فرمود۔ اے عمر! من رسول خدایم۔ و خدائے مرا در ہیچ کار فرد نگذارد واں گاہ عمر اظہار پشیمانی کرد۔ و با ستغفار پرداخت۔

(ناسخ التواریخ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۲۱۶ تا ۲۱۷ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جب کفار مکہ کی طرف سے کچھ نامناسب شرائط پیش ہوتے دیکھیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انہیں تسلیم کرتے پایا۔ تو انہوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا۔ کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے پیغمبر نہیں؟ ابوبکر صدیق نے فرمایا۔ ہاں، ضرور اللہ کے پیغمبر ہیں۔ حضرت عمر نے پھر دریافت کیا۔ کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ ابوبکر نے فرمایا۔ ہاں ضرور۔ پھر فاروق اعظم نے پوچھا۔ کیا قریش کافر نہیں ہیں۔ ابوبکر نے فرمایا۔ ہاں ایسے ہی ہے۔ پھر عمر کہنے لگے۔ جب یہ سب کچھ درست ہے۔ تو پھر ہم کفار کی من مانی شرائط پر راضی کیوں ہوں؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ عمر! خاموش

رہو۔ اللہ کا پیغمبر خود بخود نہیں بلکہ اپنے رب کے فرمان کے مطابق کام کرتا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کنارہ کرلیا۔ اور سیدھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوگئے۔ اور یہاں بھی آپ کے ساتھ اسی قسم کی گفتگو کی۔ جو ابوبکر صدیق سے کر چکے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ارشاد فرمایا۔ اے عمر! میں اللہ کا رسول ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ مجھے کسی کام میں کبھی فراموش نہ کرے گا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے رویہ پر پشیمان ہوئے۔ اور استغفار میں لگ گئے۔

ناسخ التواریخ: عمر فاروق کا مقام توبہ

عمر گوید کہ بکفارت ایں جرأت وجسارت، نماز وروزہ وتصدق فراوان گزاشتم۔

(۱۔ ناسخ التواریخ جلد ۲ ص ۲۲۲، وقائع سال ششم ہجرت مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے جو صلح حدیبیہ کے موقع پر بڑھ کر باتیں کرنے کی جسارت وجرأت کی۔ ان کے کفارے کے لیے میں نے بہت سی نمازیں اور روزے (نفلی) رکھے۔ اور بہت سا مال صدقہ میں دیا۔

❁

ناسخ التواریخ: غیرت ایمانی میں حضرت علی کا حکم رسول سے انکار

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سہیل گفت واللہ من رحمٰن ندانم کیست بنویس "بسمک اللھم"، چنانچہ رسم جاہلیت است اصحاب رضا نمیدادند۔ پیغمبر فرمود۔ چناں بنویس۔ پس علی بنوشت "بسمک اللھم" بعدازاں فرمود بنویس "ھذا ما قضی علیہ محمد رسول اللہ" علی بنوشت۔ سہیل گفت۔ اگر مابدیں کلمہ اقرار داشتیم شمارا از زیارت کعبہ منع نکردیم۔ بنویس محمد بن عبداللہ، پیغمبر فرمود "واللہ انی لرسول اللہ وان کذبتمونی۔ و با علی فرمود۔ محو کن کلمہ رسول اللہ را و محمد بن عبداللہ بنویس۔ علی گفت سوگند بخدائی کہ ہرگز وصف رسالت تو محو نکنم، پیغمبر کتاب را بستد و کلمہ رسول را محو کرد و بجائے آں ابن عبداللہ نوشت۔ از بعض احادیث مستفاد است کہ پیغمبر بدست خود بنوشت

(۱۔ ناسخ التواریخ جلد ۲ ص ۲۱۷ وقائع سال ششم ہجرت مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ روضۃ الصفاء جلد ۲ ص ۲۶۵ ذکر احوال خاتم الانبیاء مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)

ترجمہ:

بسم اللہ الرحمن الرحیم پر سہیل نے کہا۔ خدا کی قسم! میں "رحمن" کو نہیں جانتا وہ کون ہے۔ بسمک اللھم لکھو۔ جیسا کہ پرانی رسم چلی آرہی ہے۔

صحابہ کرام نے اس کو پسند نہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چلو اسی طرح لکھ دو۔ سو حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے بسمك اللھم لکھا۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا۔ کہ ھذا ما قضی علیہ محمد رسول اللہ لکھو۔ حضرت علی نے لکھ دیا۔ سہیل نے کہا۔ اگر اس کلمہ کا ہم اقرار کرتے تو تمہیں کعبہ کی زیارت سے منع نہ کرتے۔ محمد رسول اللہ کی بجائے محمد ابن عبداللہ لکھو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدا کی قسم! میں یقیناً اللہ کا رسول ہوں۔ اگرچہ تم مجھے جھٹلاؤ۔ پھر حضرت علی المرتضٰے کو فرمایا۔ ”رسول اللہ“ کے الفاظ مٹا کر محمد بن عبداللہ لکھ دو۔ حضرت علی المرتضٰے نے عرض کیا۔ خدا کی قسم! آپ کی صفت رسالت میں ہرگز نہیں مٹاؤں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کاغذ لیا۔ اور لفظ ”رسول اللہ“ مٹا کر ”ابن عبداللہ“ تحریر کر دیا۔ بعض احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ اقدس سے یہ الفاظ تحریر کیے تھے۔

ناسخ التواریخ:

چوں کتاب صلح بپائے رفت۔ ابوبکر و عمر و عبدالرحمٰن بن عوف و سعد بن ابی وقاص و ابو عبیدہ بن الجراح و محمد بن مسلمہ در آں نامہ گواہی خویش را نگاشتند و از طرف مشرکین حویطب بن عبدالعزی (۴) و مکرز بن حفص و چند تن دیگر خط نہادند۔ در ایں وقت قبیلہ خزاعہ در عقد پیغمبر و بنی بکر در عقد قریش در آمدند آنگاہ پیغمبر فرمود۔ شتران ہدی خود را نحر کنید و سر بتراشید (۵) ہیچکس اجابت ایں فرمان نکرد۔ و سہ نوبت رسولِ خدا ایں حکم را بگذار کرد۔ و کس بپذیرفتار نشد رسول خدا بخیمہ ام سلمہ در رفت و از اصحاب شکایت کرد۔ ام سلمہ عرض کرد

یارسول اللہ ایشاں را معذور دار چہ ایشاں دل بر فتح مکہ نہادہ بودند۔ اکنوں بے نیل مرام مراجعت کنند (ا) و در صلحنامہ نیز کار بر آرزوئے کافراں رفتہ است۔ اگر خواہی از خیمہ بیروں شود با ہیچکس سخن مکن خویشتن سر بتراش و شتران ہدی کا را قربانی فرمائی۔ مرداں چوں ایں بینند ناچار متابعت کردند۔

(۱۔ ناسخ التواریخ جلد ۲ صفحہ نمبر ۲۲۲
وقائع سال ششم ہجرت مطبوعہ تہران
طبع جدید)
(۲۔ روضۃ الصفاء جلد ۲ صفحہ نمبر ۳۶۵
ذکر احوال خاتم الانبیاء۔ مطبوعہ نولکشور
طبع قدیم)

ترجمہ

جب صلح نامہ کی تحریر مکمل ہو گئی۔ تو حضرت ابو بکر، عمر، عبدالرحمٰن بن عوف سعد بن ابی وقاص، ابو عبیدہ بن الجراح اور محمد بن مسلمہ نے اپنی گواہی تحریر کی اور مشرکوں کی طرف سے حویطب بن عبدالعزی، مکرز بن حفص اور چند دیگر آدمیوں نے اپنے نام تحریر کیے۔ اس وقت قبیلہ خزاعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اور قبیلہ بنی بکر قریش کی طرف ہو لیے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے اپنے قربانی کے جانوروں کو ذبح کرو اور سر منڈواؤ۔ آپ کے اس حکم پر کسی نے بھی عمل نہ کیا۔ تین مرتبہ آپ نے یہی فرمایا۔ پھر بھی کسی نے نہ مانا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے خیمہ میں تشریف لے آئے۔ اور صحابہ کے عدم تعمیل کی شکایت کی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا عرض گزار ہوئیں۔ یارسول اللہ! آپ انہیں معذور جانیئے۔ کیونکہ انہوں نے تو فتح مکہ پر نظریں جما

رکھی تھیں۔ اور اب اپنے مقصد کے حصول کے بغیر واپس جا رہے ہیں۔ اُدھر صلح نامہ میں شرائط بھی ایسی تحریر ہوئیں۔ جو کفار و مشرکین کے حق میں جاتی ہیں۔ لہذا یوں کیجئے۔ کہ خیمہ سے باہر تشریف فرما ہوں۔ اور کسی سے گفتگو نہ کیجئے گا۔ اپنا سرِ انور مونڈیے۔ اور قربانی کے اونٹوں کو ذبح کیجئے۔ صحابہ کرام جب ایسا دیکھیں گے۔ تو لاچار آپ کی متابعت کریں گے۔

ناسخ التواریخ: حدیبیہ میں عمر فاروق کی باتیں نبی کریم کو پسند آئیں

مسلمانان از ایں شرط شگفتی گرفتند۔ کہ چگونہ مسلمانے را بکافراں باز فرستیم؟ و عمر بن الخطاب گفت یا رسول اللہ چگونہ بدیں شرط رضا دادی؟ تبسمی فرمود و گفت ہر کہ از ایشاں بنزد ما مسلمان آید وما اورا باز فرستادیم خداوند ش فرج بخشاید و ہر کہ از ما روئے بگرداند و بنزدیک کافراں رود با او حاجتے نداریم۔ واو با کافراں سزاوار تر ست۔ .... در غم مباش کہ زیارت کعبہ خواہی کرد و طواف خواہی گذاشت۔

(۱۔ ناسخ التواریخ جلد ۲ ص ۲۲۱ وقائع سال ششم ہجرت۔ مطبوعہ تہران، طبع جدید)

(۲۔ روضۃ الصفار جلد ۲ ص ۳۶۶، ذکر احوال خاتم الانبیاء۔ مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)

ترجمہ

مسلمان اس شرط سے رنجیدہ ہوئے۔ کہ ہم آئے ہوئے مسلمان کو پھر ان

کفار کے پاس کیوں واپس کریں گے ؟ اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! آپ اس شرط پر کیونکر راضی ہو گئے ؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا۔ اور فرمایا۔ کہ جو شخص ان کی طرف سے ہمارے پاس مسلمان بن کر آئے گا۔ اور ہم اس کو واپس لوٹا دیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کی بہتری اور خوشی کا سامان پیدا فرما دے گا۔ اور جو شخص ہم میں سے نکل کر اور منہ موڑ کر ان کفار کی طرف چلا جاتا ہے۔ ہمیں ایسے شخص کی کوئی ضرورت نہیں ہے ایسا شخص انہی کے ساتھ بہتر ہے۔۔۔۔ تم غم نہ کرو۔ کعبہ کی زیارت بھی ہو گی۔ اور طواف بھی ہو گا۔

تفسیر منہج الصادقین :

فرمود کہ من گفتم کہ امسال ایں صورت متحقق شود گفتم نہ فرمود کہ عنقریب در مکہ خواہیم رفت حلق کردہ و تقصیر بجا آوردہ گفتم صدقت یارسول اللہ۔ راست گفتی و ازیں توبہ کردم و پشیمان گشتم۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ۸ ص ۳۸۱
سورۃ فتح پارہ ۲۶۔ آیت لقد رضی اللہ
عن المومنین الخ)

ترجمہ :

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کہ کیا میں نے یہ کہا تھا۔ کہ اسی سال یہ سب کچھ (یعنی عمرہ اور طواف کعبہ) متحقق ہو گا۔ میں (عمر بن الخطاب) نے عرض کیا۔ آپ نے ایسا نہیں فرمایا تھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ ہم بہت جلد مکہ میں جائیں گے۔ سر مونڈے ہوئے اور

بالوں کو چھوٹا کئے ہوں گے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ نے سچ فرمایا میں اپنے الفاظ سے توبہ کرتا ہوں۔ اور انتہائی ندامت محسوس کر رہا ہوں۔

مذکورہ حوالہ جات سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱۔ صلح حدیبیہ کی شرائط پر تمام موجود صحابہ کرام کو صدمہ ہوا۔ جن میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ کیونکہ ان شرائط میں بظاہر کفار کا فائدہ نظر آرہا تھا۔ لیکن حقیقت حال حضرات صحابہ کرام پر مخفی تھی۔ جس میں مسلمانوں کا فائدہ تھا۔

۲۔ ان شرائط کے ظاہر کو دیکھ کر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چند گزارشات کیں۔ لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جواب باصواب عطا فرمایا۔ تو فوراً بول اٹھے۔ صدقت یا رسول اللہ۔ آپ سچے ہیں۔ اور مجھے ہی مغالطہ لگا تھا۔ میں نادم ہوں۔ اور توبہ کرتا ہوں۔

۳۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے دل برداشتہ ہونے کی وجہ سے لفظ "رسول اللہ" کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے باوجود محو کرنے سے انکار کر دیا۔ حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے محو کیا۔ اور اس کی بجائے "ابن عبد اللہ"، تحریر کیا گیا۔

۴۔ صلح نامہ کی تکمیل کے بعد جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے موجود تمام صحابہ کرام کو قربانی کے جانور ذبح کرنے اور سر مونڈنے کا کہا۔ تو پریشانی کی وجہ سے کسی نے بھی اس حکم کی تعمیل نہ کی۔

۵۔ صلح نامہ کی تکمیل کے بعد مسلمانوں کی طرف سے حضرت ابو بکر صدیق۔ عمر بن الخطاب ابوعبیدہ وغیرہ نے گواہی ثبت فرمائی۔

۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن الخطاب کے سوالات پر ناراضگی کا اظہار نہ فرمایا۔ بلکہ تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔ انشاء اللہ بہت جلد ہم کعبہ کی زیارت بھی کریں گے۔ اور طواف بھی بجالائیں گے۔

۷۔ حضرت عمر بن الخطاب نے اپنی اس غلطی کے کفارے کے طور پر نمازیں پڑھیں۔ روزے رکھے۔ اور صدقہ خیرات بھی کیا۔

لمحہ فکریہ:

مذکورہ امور کی روشنی میں نجم الحسن کراروی کے اعتراض کو دیکھیں۔ کہ اس میں کہاں تک حقیقت ہے۔ کراروی نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر کیچڑ اچھالا ہے۔ بقول معترض اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں شک پڑ گیا تھا۔ تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر انہوں نے بطور گواہ معاہدہ پر دستخط کیسے کر دیئے؟ دوسرا یہ کہ اگر وقتی جوش کو اس کی دلیل بنایا جائے۔ تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی تحریر سے انکار کر دیا تھا۔ اور تمام صحابہ کرام نے قربانی دینے اور سر کا حلق یا تقصیر کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ان تمام حضرات پر بھی وہی طعن وارد ہوتا ہے صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کیوں مورد طعن ٹھہریں۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عمر کی بات سن کر مسکرانا اور یہ ارشاد کہ انشاء اللہ ہم بہت جلد حج اور عمرہ کریں گے۔ اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نادم ہونا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا بر ملا اقرار کرنا یہ امور اس طرف واضح اشارہ کرتے ہیں۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے یہ سب کچھ جذبہ ایمانی کے تحت کیا۔ اسی لیے ابن حدید شیعی نے اپنی تصنیف شرح ابن حدید میں اس واقعہ کو ان عمر کان لا یبالی فی الامر لومۃ لائم کے تحت درج کیا۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ حق کے اظہار اور اس پر استقامت کی خاطر کسی ملامت کرنے والے کی

پرواہ تک نہیں کرتے تھے۔ اگر یہ واقعہ طعن کے ضمن میں آتا۔ تو ابن حدید اس کی طرف ضرور اشارہ کرتا۔ شرح ابن حدید جلد ۳ ص ۱۰۹ پر واقعہ مذکور ہے۔

جواب سوم: حدیبیہ میں ہی جناب عمرؓ کے لیے اعلان جنت

منہج الصادقین میں مذکور ہے۔

صلح حدیبیہ کے واقعہ میں یہ بات بھی ثابت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی کو مکہ بھیجا۔ تاکہ قریش مکہ سے ہمارے عمرہ کے متعلق گفتگو کریں۔ حضرت عثمان کو قریش مکہ نے کہا۔ صرف تمہیں طواف کعبہ کی اجازت ہے۔ حضرت عثمان نے فرمایا میرے لیے یہ ناممکن ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے میں طواف کروں۔ بالآخر کفار مکہ نے ان کو قید کر لیا۔ ان کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو افواہ یہ پہنچی۔ کہ عثمان کو شہید کر دیا گیا ہے۔ اس افواہ پر آپ نے تمام صحابہ کرام سے اس امر پر بیعت لی۔ کہ حضرت عثمان کی شہادت کا بدلہ لیں گے۔ اور مرنے کی پرواہ نہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس موقعہ پر سورۂ فتح پ ۲۶ کی یہ آیت نازل فرمائی۔

لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک الخ

ترجمہ:

اللہ یقیناً ان مومنین سے راضی ہے۔ جنہوں نے ایک درخت کے نیچے اے محبوب آپ کے دست اقدس پر بیعت کی۔

اللہ کو ان کے دلوں کے ارادوں کا بخوبی علم ہے۔ سو ان پر اللہ نے سکینہ نازل فرمائی اور ان کو اس بیعت پر ثابت قدم رکھا۔ اور فتح خیبر کی خوشخبری دی۔ اس کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ کرام کو فرمایا۔ اے بیعت کرنے والو! تم روئے زمین کے باشندوں سے افضل ہو۔ اور تم میں سے کوئی بھی دوزخی نہیں۔

منہج الصادقین:

وہمہ اصحاب بیعت کردند بر آنکہ مطلقاً از الگریز نجویند تا آنکہ کشتہ شوند یا فتح نمایند حضرت فرمود کہ انتم الیوم خیر اھل الارض۔ شما امروز بہترین اہل زمین اید۔ واز جابر مرویست کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ یک کس بدوزخ نرود از آں مومناں کہ در زیر درخت ثمرہ بیعت کردند۔ وایں بیعت را بیعت الرضوان نام نہادند۔

(منہج الصادقین جلد ۸ ص ۲۶۵ پارہ ۲۶
زیر آیت لقد رضی اللہ عن المومنین الخ
مطبوعہ ایران طبع جدید)

ترجمہ:

تمام صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس پر بیعت کی۔ اور عہد کیا۔ کہ ہم ہرگز نہ بھاگیں گے۔ یا تو شہید ہو جائیں گے۔ یا فتح ہمارے قدم چومے گی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا۔ تم آج روئے زمین پر اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائے گا۔ جنہوں نے درختِ خرما کے نیچے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ اس بیعت کو "بیعت الرضوان" کا نام دیتے ہیں۔

لمحہ فکریہ:

منہج الصادقین کی مذکورہ بالا عبارت میں چند باتیں بطور خاص سامنے آتی ہیں۔

۱۔ بیعت رضوان کے شرکاء میں سے کسی ایک نے بھی راہ فرار اختیار نہ کی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے "وفا ثابهم" کے الفاظ سے ان کی ثابت قدمی کو بیان فرمایا۔

۲۔ چونکہ اس بیعت میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ جس طرح اس میں شریک سبھی صحابہ پکے مومن اور دوزخ سے بری تھے۔ اسی طرح حضرت عمر کے ایمان میں کوئی شک وشبہ نہیں کیا جا سکتا۔ ورنہ ان کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ اس بیعت میں موجود صحابہ اس وقت اپنا ثانی نہیں رکھتے اور قطعی جنتی ہیں "غلط ثابت ہو گا۔

ان حوالہ جات اور واقعات سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قطعی جنتی ہیں۔ اور اسی لیے وہ پکے مومن اور صحیح العقیدہ مسلمان ہیں۔ نفاق و کفر سے اُن کا دور کا بھی واسطہ نہیں۔ کیونکہ جنت میں دخول اور دوزخ سے نجات کے لیے ہر شخص کا مخلص مومن ہونا ضروری ہے۔ اور یہ امر شیعہ سنی دونوں کا متفق علیہ ہے۔ اہل تشیع کے پیشوا علامہ کاشانی نے بیعت رضوان کے شرکاء کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ذکر کی۔ کہ اس بیعت کے شرکاء میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہ جائے گا۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی گفتگو ان کے ایمانی جذبہ کی آئینہ دار تھی۔ جس طرح حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کا تحریر سے انکار اور تمام صحابہ کرام کا قربانی کرنے اور سر منڈوانے سے انکار بھی ان کی ایمانی غیرت کا مظہر تھا۔

اللہ تعالےٰ حق سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

جواب چہارم:

مذکور طعن میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب جملہ ما شککت منذ اسلمت الخ اگر بفرض محال ان کا جملہ ہی تسلیم کر لیا جائے۔ تو پھر بھی یہ موجب طعن نہیں

بنتا۔ کیونکہ خود شیعہ کتب اس کی گواہ ہیں۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اپنی گفتگو پر نادم ہوئے اور تائب بھی۔ اور اس لغزش کے کفارہ میں توبہ کی۔ صدقات و خیرات کیے۔ دیگر عبادات سے اللہ کو راضی کرنے کی کوشش کی۔ اور حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان پر گرفت نہ فرمائی بلکہ ان کی باتوں پر تبسم فرمایا۔ اور تسلی دی۔ تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی توبہ منظور کر لی۔ ان کو بطور گواہ صلح نامہ پر دستخط کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔ انہیں تمام شرکاء سمیت دوزخ سے نجات یافتہ فرمایا۔ اور وقت کے لاثانی مسلمان قرار دیا۔ تو کیا اس کے بعد بھی مذکورہ جملہ کی بنا پر ان پر نفاق کا الزام لگایا جا سکتا ہے۔؟

اگر وقتی ناراضگی وجۂ نفاق قرار دی جائے۔ تو ایسی ناراضگی بیعت رضوان کے تمام شرکاء سے ہوئی۔ جبکہ انہوں نے قربانیاں کرنے سے انکار کر دیا۔ اور ام سلمہ کے ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اظہار بھی فرمایا۔ ان شرکاء میں حضرت علی المرتضے رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ تو پھر کسی کو بھی، نفاق سے بری نہیں کیا جا سکتا۔ اور اگر بری ہیں۔ اور واقعی ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سمیت بھی بری ہیں۔

اور اگر کوئی شیعہ یہ بڑھ ہانکے۔ کہ چونکہ آپ ناراض ہو گئے تھے۔ اس لیے آپ کی ناراضگی کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ دین سے نکل گئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کی کبھی معافی نہیں ہو سکتی۔ تو ذرا دل تھام کر جواب دیجیے۔ کہ جب حضرت علی المرتضے رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کا ارادہ کیا اور ان کی زوجہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ناراض ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضے رضی اللہ عنہ کے اس ارادے پر سخت غصہ اور ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ اور اسی ناراضگی کے عالم میں آپ منبر پر جلوہ فرما ہوئے۔ اور فرمایا کہ نبی کی بیٹی اور کافر و دشمن کی بیٹی ایک شخص کے عقد میں اکٹھی نہیں ہو سکتیں۔ اس واقعہ کا تذکرہ معتبر کتب شیعہ میں موجود ہے۔ مثلاً امالی شیخ صدوق۔ بحار الانوار۔ اور جلاء العیون وغیرہ۔

تو ہم آپ سے دریافت کر سکتے ہیں۔ کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی تادم آخر قائم رہی۔ اور اس کی معافی نہ ہو سکی۔ اور اس کی وجہ سے اسلام وایمان ہاتھ سے جاتا رہا؟ ہرگز ہرگز نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی وقتی تھی۔ آپ بعد میں راضی ہو گئے۔ اور اس کی معافی دے دی گئی۔ اور اس سے ایمان و اسلام میں کوئی فرق نہ پڑا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اس واقعہ کے بعد حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ اور بعد وفات تا قیامت حضور ہی کے پہلو میں قیام پذیر ہیں۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی سیدہ ام کلثوم عقد میں دے دی۔ جس کا تفصیلی ذکر ہم دوسری جلد میں کر چکے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کامل الایمان ہونے کی یہ دلیل کیا کم ہے۔ کہ جب حضرت عمر کا انتقال ہوتا ہے۔ تو حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے ان کے جنازے کے قریب کھڑے ہو کر یہ دعا مانگتے ہیں۔

حضرت علی کا کردارِ عمر پر رشک

ما احد احب الی ان القی اللہ بصحیفۃ من ھذا المسجی۔

(معانی الاخبار صفحہ نمبر ۴۱۲۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

مجھے سب سے زیادہ پسندیہ ہے۔ کہ جب میں اللہ تعالیٰ کے حضور جاؤں۔ تو میرے ہاتھوں میں اس کفن پوش (یعنی عمر بن الخطاب) کا،

نامہ اعمال ہو۔

اس سے صاف ظاہر کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پکا اور کامل مومن سمجھتے تھے۔ ورنہ کسی منافق کے نامۂ اعمال کو ہاتھ میں لے کر اللہ کے حضور جانے کی کون تمنا کرتا ہے۔ ایسا کہنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی توہین ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا کرے۔ اور کرتا ہے لیکن جن کے بخت اور مقدر ہی سڑے گلے ہوں۔ ان پر قرآن کی حقانیت کیا اثر کرے گی۔

وباللہ التوفیق

جواب پنجم: شک دور ہو جانے پر طعن نہیں رہتا

ہم گزشتہ سطور میں تحریر کر چکے ہیں۔ کہ واللہ ما شککت کے الفاظ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نہیں ہیں۔ بلکہ راوی نے اپنے اجتہاد سے ان کی طرف منسوب کر دیئے۔ چلو ہم تسلیم کر لیتے ہیں۔ کہ یہ الفاظ حضرت عمر کے تھے۔ اور ان سے ثابت بھی ہو گیا۔ کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں شک بھی پڑ گیا۔ لیکن کیا شک ختم نہ ہوا؟ یہ حقیقت ہے۔ کہ شک زائل ہو گیا تو پھر زوال شک بھی پڑ گیا۔ ان پر زبان طعن دراز کرنا اور ان پر نفاق و کفر کے فتوے جڑنا کون سا عقل مندی کا ثبوت ہے۔ یہاں تو ان الفاظ کی نسبت میں بھی یقین نہیں۔ ہم تمہیں ایک روایت اپنی کا بیان کیے دیتے ہیں۔ جس میں نہ راوی کا اجتہاد نہ نسبت میں شک اور الفاظ ایسے دو ٹوک اور سخت کہ روایت مذکورہ بالا ان کے سامنے کچھ بھی نہیں۔ اس روایت کے الفاظ دیکھو۔ پھر فیصلہ کرو۔ کہ کیا کہہ رہے تھے۔ اور کیا کہو گے۔

فروع کافی:

عَنْ حِمْرَانَ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ

وَ ذُكِرَ هٰؤُلَآءِ عِنْدَهٗ وَ سُوْءُ حَالِ الشِّيْعَةِ عِنْدَهُمْ فَقَالَ اِنِّيْ سِرْتُ مَعَ اَبِيْ جَعْفَرَ الْمَنْصُوْرِ وَ هُوَ فِيْ مَرْكَبِهٖ وَ هُوَ عَلٰى فَرَسٍ وَ بَيْنَ يَدَيْهِ خَيْلٌ وَ مِنْ خَلْفِهٖ خَيْلٌ وَ اَنَا عَلٰى حِمَارٍ اِلٰى جَانِبِهٖ ـــــ فَلَمَّا رَجَعْتُ اِلٰى مَنْزِلِيْ اَتَانِيْ بَعْضُ مَوَالِيْنَا فَقَالَ جُعِلْتُ فِدَاكَ وَ اللّٰهِ لَقَدْ رَاَيْتُكَ فِيْ مَرْكَبِ اَبِيْ جَعْفَرَ وَ اَنْتَ عَلٰى حِمَارٍ وَ هُوَ عَلٰى فَرَسٍ وَ قَدْ اَشْرَفَ عَلَيْكَ يُكَلِّمُكَ كَاَنَّكَ تَحْتَهٗ فَقُلْتُ بَيْنِيْ وَ بَيْنَ نَفْسِيْ هٰذَا حُجَّةُ اللّٰهِ عَلَى الْخَلْقِ وَ صَاحِبُ هٰذَا الْاَمْرِ الَّذِيْ يُقْتَدٰى بِهٖ وَ هٰذَا الْاٰخَرُ يَعْمَلُ بِالْجَوْرِ وَ يَقْتُلُ اَوْلَادَ الْاَنْبِيَآءِ وَ يَسْفِكُ الدِّمَآءَ فِي الْاَرْضِ بِمَا لَا يُحِبُّ اللّٰهُ وَ هُوَ فِيْ مَرْكَبِهٖ وَ اَنْتَ عَلٰى حِمَارٍ فَدَخَلَنِيْ مِنْ ذٰلِكَ شَكٌّ حَتّٰى خِفْتُ عَلٰى دِيْنِيْ وَ نَفْسِيْ فَقَالَ فَقُلْتُ لَوْ رَاَيْتَ مَنْ كَانَ حَوْلِيْ بَيْنَ يَدَيَّ وَ مِنْ خَلْفِيْ وَ عَنْ يَمِيْنِيْ وَ عَنْ شِمَالِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ لَاحْتَقَرْتَهٗ وَ احْتَقَرْتَ مَا هُوَ فِيْهِ فَقَالَ الْاٰنَ

سَكَنَ قَلْبِي۔

(روضہ کافی جلد ۸ ص ۳۶-۳۷۔ تذکرہ حدیث ابی عبداللہ علیہ السلام مع المنصور طبع جدید تہران۔)

(روضہ کافی جلد ۳ ص ۱۶ طبع قدیم)

ترجمہ:

حمران کہتا ہے۔ کہ جب امام جعفر صادق کے پاس ان کے شیعوں کا تذکرہ کیا گیا۔ اور ان کی بدحالی کا ذکر ہوا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ میں ابو جعفر منصور کے ساتھ جا رہا تھا۔ وہ گھوڑے پر سوار تھا۔ اور اس کے آگے پیچھے بھی گھڑ سوار تھے۔ لیکن میں گدھے پر سوار ایک طرف تھا۔ پھر جب میں اپنے گھر واپس آیا۔ تو میرے چاہنے والوں میں سے ایک آیا۔ اور کہنے لگا۔ میں آپ پر قربان! خدا کی قسم میں نے آپ کو ابو جعفر کے سواروں میں دیکھا۔ آپ گدھے پر سوار تھے۔ اور ابو جعفر گھوڑے پر سوار تھا۔ اور وہ آپ سے بلند ہو کر آپ سے گفتگو کرتا یوں نظر آتا تھا۔ کہ آپ اس کے ماتحت ہیں۔ یہ دیکھ کر میں نے دل میں کہا۔ ان میں یہ (امام جعفر) زمین پر اللہ کی حجت ہے۔ اور صاحب الامر ہے۔ کہ لوگ اس کی اقتدا کرتے ہیں۔ اور وہ دوسرا (ابو جعفر) ظالم شخص ہے۔ نبی کی اولاد کو قتل کرنے والا اور زمین میں خونریزی کرنے والا ہے۔ خدا کو قطعاً پسند بھی نہیں۔ لیکن وہ گھوڑے پر اور آپ گدھے پر۔ تو اس واقعہ کو دیکھ کر مجھے ایسا شک پڑا۔ یہاں تک کہ مجھے اپنی ذات اور اپنے دین کا خوف لاحق ہو گیا تو یہ سن کر امام جعفر نے اس سے فرمایا۔ اگر تو میرے گرد و نواح میں فرشتوں کو دیکھ پاتا۔ تو ابو جعفر اور اس کی شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ کو بالکل حقیر سمجھتا۔ جب امام موصوف

نے یہ فرمایا۔ تو وہ محب کہتا ہے۔ کہ میں نے کہا۔ اب میرا دل سکون پذیر ہو گیا۔
(اور شک جاتا رہا)۔

حضرات! جب اس پختہ شک کرنے والے محب امام جعفر کا شک دور ہو گیا۔ اور اس کے شک کی بنا پر کسی نے اس کو برا نہیں کہا۔ حالانکہ اس میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ شک والا جملہ خود متکلم کا اپنا ہے۔ کسی نے اس کی طرف منسوب نہیں کیا۔ تو جب تمہارے مجتہدین کے فتوے نہ لگانے کی وجہ سے اس کا ایمان قائم رہا۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا گیا شک جو بعد میں رفع ہو گیا۔ ان پر فتویٔ نفاق جاری کیا جا رہا ہے۔ خدا کا خوف کرو۔ عظیم المرتبت صحابی کو بدنام کرنے کی ناپاک جسارت کرنے سے تمہیں شرم نہیں آتی۔ ان جوابات سے صاف عیاں ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی ذات اس طعن سے کوسوں دور ہے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

طعن چہارم

(حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) نے سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے شکم اطہر پر دروازہ گرا کر ان کا حمل ضائع کر دیا۔

نجم الحسن کراروی نے "چودہ ستارے" اور غلام حسین نجفی نے "سہم مسموم" میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذات پر ایک طعن ذکر کیا۔ ان دونوں معترضین نے کتاب الملل والنحل للشہرستانی اور معارج النبوۃ تصنیف ملا معین کاشفی (جو کتب اہل سنت ہیں) کا حوالہ بھی دیا معترضین کی دونوں کتب کی اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

چودہ ستارے:۔

حضرت عمر آگ اور لکڑیاں لے کر آئے۔ اور کہا گھر سے نکلو ورنہ ہم آگ لگا دیں گے۔ یہ سن کر فاطمہ دروازہ کے قریب آئیں۔ اور فرمایا کہ اس گھر میں رسول کے نواسے حسنین بھی موجود ہیں۔ کہا ہوتے رہیئے۔

(تاریخ طبری۔ الامامت والسیاست جلد ۱ ص ۱۲)

اس کے بعد برابر شور و غل ہوتا رہا۔ اور علی کو گھر سے باہر نکالنے کا مطالبہ ہوتا رہا۔ مگر علی نہ نکلے۔ فاطمہ کے گھر کو آگ لگا دی گئی۔ جب شعلے بلند ہونے لگے۔ تو فاطمہ دوڑ کر دروازہ کے قریب آگئیں۔ اور فرمایا۔ ارے میرے باپ کا کفن بھی میلا نہ ہونے پایا۔ کہ یہ تم کیا کر رہے ہو یہ سن کر فاطمہ کے اوپر دروازہ گرا دیا گیا۔ جس کے باعث معصومہ کے شکم پر ضرب لگی۔ اور فاطمہ کے بطن میں محسن نامی بچہ شہید ہو گیا۔ (کتاب الملل والنحل شہرستانی۔ طبع مصر ص ۲۰)

علامہ معین کاشفی لکھتے ہیں۔ کہ باعث مرض فاطمہ از جہاں رحلت فرمود۔ فاطمہ اسی ضرب عمر سے رحلت کر گئیں۔

ملاحظہ ہو معارج النبوۃ رکن چار باب ۳ ص ۴۲)

(چودہ ستارے تصنیف کرار وی شیعی ص ۱۰۰-۱۰۱ مطبوعہ لاہور)

سہم مسموم:

عمر کے ظلم سے سیدہ زہرا کے شکم کا بچہ بھی شہید ہوا ہے

عمر کے ظلم سے سیدہ زہرا کے بچے کا گرنا، عمر کا بنی ہاشم کو دھمکی دینا، سیدہ زہرا کی انصار سے فریاد، سیدہ زہرا کا وصیت کرنا کہ ان میں سے کوئی بھی میرے جنازے میں حاضر نہ ہو۔ روشن دلیل ہے اس بات کی کہ حضرت زہرا رنج و غم میں اس دنیا سے وفات پا گئیں۔ ثبوت ملاحظہ ہو۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب الملل والنحل جلد ۱ ص ۵۹۔ ذکر النظامیہ مؤلف محمد بن عبد الکریم شہرستانی مطبوعہ قاہرہ طبع جدید)

فَقَالَ اِنَّ عُمَرَ ضَرَبَ بَطْنَ فَاطِمَۃَ عَلَیْہَا السَّلَامُ یَوْمَ الْبَیْعَۃِ حَتّٰی اَلْقَتِ الْمُحْسَنَ مِنْ بَطْنِہَا وَ کَانَ یَصِیْحُ اَحْرِقُوا الدَّارَ بِمَنْ فِیْہَا وَ مَا کَانَ فِی الدَّارِ غَیْرُ عَلِیٍّ وَ فَاطِمَۃَ وَ الْحَسَنِ وَ الْحُسَیْنِ۔

(سم مسموم فی جواب نکاح ام کلثوم تصنیف غلام حسین نجفی ص ۱۶۷-۷۷، مطبوعہ لاہور)

ترجمہ:

نظام کہتا ہے۔ کہ روزِ بیعت نبی کی بیٹی فاطمہ زہرا کے شکم پر عمر نے دُرّہ مارا حتیٰ کہ سیدہ کا بچہ شہید ہو کر گرا اور نیز عمر چیخ رہے تھے۔ کہ اس گھر کو بمعہ ان لوگوں کے جو اس میں جلا دو اور گھر میں سوائے علی، فاطمہ اور حسن و حسین کے اور کوئی نہ تھا۔

جوابِ اوّل:

کتاب الملل والنحل کا مصنف الحاد و زندقہ سے ملوّث تھا۔ اور اسماعیلی شیعہ تھا۔

اوپر ذکر شدہ طعن وہ مشہور طعن ہے۔ جو ہر شیعہ کی زبان پر جاری ہے۔ اور اس کے ذریعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو (معاذ اللہ) ظالم اور دشمنِ اہل بیت ثابت کرنے کی ناپاک جسارت

کی جاتی ہے۔ غلام حسین نجفی نے اس طعن میں رنگ بھرنے کی خاطر کتاب الملل والنحل کا حوالہ دیا ہے۔ آیئے اس کتاب کی اہمیت اور قدر و منزلت خود اس کے مصنف کے حالات کی روشنی میں معلوم کریں۔ تاکہ اس کے حوالہ کے قابلِ اعتبار ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ ہو جائے۔

لسان المیزان:

مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْكَرِيْمِ بْنِ اَحْمَدَ اَبُو الْفَتْحِ الشَّهْرَسْتَانِيْ صَاحِبُ كِتَابِ الْمِلَلِ وَالنِّحَلِ تَفَقَّهَ عَلٰى اَحْمَدَ الْخَوَافِيْ وَاَخَذَ الْكَلَامَ عَنْ اَبِيْ نَصْرِ بْنِ الْقُشَيْرِيْ قَالَ ابْنُ السَّمْعَانِيْ وَرَدَ بَغْدَادَ وَاَقَامَ بِهَا ثَلَاثَ سِنِيْنَ وَكَانَ يَعِظُهَا وَلَهٗ قَبُوْلٌ عِنْدَ الْعَوَامِ وَسَاَلْتُهٗ عَنْ مَوْلِدِهٖ فَقَالَ سَنَةَ تِسْعٍ وَّسَبْعِيْنَ وَاَرْبَعِ مِائَةٍ وَمَاتَ سَنَةَ ثَمَانٍ وَاَرْبَعِيْنَ وَخَمْسِ مِائَةٍ قَالَ ابْنُ السَّمْعَانِيْ فِيْ مُعْجَمِ شُيُوْخِهٖ وَكَانَ مُتَّهَمًا بِالْمَيْلِ اِلٰى اَهْلِ الْبِدَعِ يَعْنِي الْاِسْمَاعِيْلِيَّةَ وَالدَّعْوَةَ اِلَيْهِمْ لِضَلَالَاتِهِمْ وَقَالَ الْخَوَارِزْمِيْ صَاحِبُ الْكَافِيْ لَوْلَا تَخْلِيْطُهٗ فِي الْاِعْتِقَادِ وَمَيْلُهٗ اِلٰى اَهْلِ الزَّيْغِ وَالْاِلْحَادِ لَكَانَ هُوَ

اَلْاِمَامُ فِی الْاِسْلَامِ۔

(لسان المیزان تصنیف ابن حجر عسقلانی جلد ۵ ص ۲۶۳ حرف المیم مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

کتاب الملل والنحل کے مصنف محمد بن عبدالکریم بن احمد ابوالفتح شہرستانی نے احمد الخوافی سے علم فقہ حاصل کیا۔ اور ابونصر بن القشیری سے علم کلام سیکھا ابن السمعانی نے کہا۔ کہ مصنف ہٰذا بغداد میں آیا۔ اور تین سال یہاں رہا وعظ کرنے میں عوام میں بڑا مقبول تھا۔ میں نے اس کی پیدائش کے بارے میں پوچھا۔ تو کہا۔ چار سو اناسی ہجری میں پیدا ہوا اور پانچ سو اڑتالیس میں وفات پائی۔ ابن السمعانی نے اپنے مشائخ کی "معجم" میں کہا۔ یہ مصنف ایک شیعی بدعتی فرقہ اسماعیلیہ کی طرف میلان کی وجہ سے متہم تھا۔ اور ان کے گمراہ کن عقائد کی دعوت دیا کرتا تھا۔ خوارزمی کا کہنا ہے۔ کہ اگر اس کے عقائد میں خلط ملط نہ ہوتا۔ اور گمراہ لوگوں کی طرف اس کا رجحان نہ ہوتا۔ تو مسلمانوں کا ایک بڑا امام تصور ہوتا۔

طبقات شافعیہ الکبریٰ:

فِیْ تَارِیْخِ شَیْخِنَا الذَّھَبِیِّ اَنَّ اِبْنَ السَّمْعَانِیِّ ذَکَرَ اَنَّهٗ کَانَ مُتَّھَمًا بِالْمَیْلِ اِلٰی اَھْلِ الْقِلَاعِ یَعْنِیْ الْاِسْمَاعِیْلِیَّةَ وَالدَّعْوَةَ اِلَیْھِمْ وَالنُّصْرَةِ لِطَامَّاتِھِمْ وَاَنَّهٗ قَالَ فِی التَّحْبِیْرِ اَنَّهٗ مُتَّھَمٌ بِالْاِلْحَادِ وَالْمَیْلِ

اِلَیْہِمْ غَالٍ فِی التَّشَیُّعِ۔

(طبقات شافعیہ الکبریٰ جزو رابع ص۹۰)

ترجمہ:

ہمارے شیخ امام الذہبی کی تاریخ میں مذکور ہے۔ کہ ابن السمعانی نے اس کے بارے میں ذکر کیا۔ یہ فرقہ اسماعیلیہ کی طرف میلان کی وجہ سے متہم تھا ان کے عقائد کی دعوت اور ان کے بے اصل اقوال کی تائید کی وجہ سے بدنام تھا۔ اور ابن سمعانی نے اپنی کتاب "تحبیر" میں کہا۔ کہ یہ بے دینوں کی طرف میلان کی وجہ سے بدنام تھا۔ اور کٹر شیعہ تھا۔

مذکورہ بالا حوالہ جات سے واضح ہوا کہ صاحب الملل والنحل محمد بن عبدالکریم شہرستانی صحیح العقیدہ اور پختہ مسلمان نہ تھا۔ بے دین اور زندیق ہونے کے علاوہ شیعیت کی طرف بھی مائل تھا۔ لہٰذا غلام حسین نجفی کا یہ کہنا کہ وہ کتاب الملل والنحل سنیوں کی معتبر کتاب ہے، اسراسر غلط اور لغو ہے۔ الحاد اور زندقہ کی آمیزش سے اس کا شیعی ہونا تو ثابت ہو سکتا ہے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا پکا متبع ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اس کے متعلق مشہور ہے۔ کہ وہ اپنے وعظ و تبلیغ کے دوران اللہ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہیں کرتا تھا۔ اور مسائل شرعیہ سے کتراتا تھا۔ شہرستانی کے متعلق ان خیالات کا اکیلے ہم ہی نہیں بلکہ اہل تشیع کے ایک عظیم مجتہد شیخ عباس قمی نے بھی ایسا ہی تذکرہ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

الکنی والالقاب:۔

حموی در معجم البلدان در حق ایں مرد بدیں لفظ گفتہ است۔ اگر غلط او در عقیدہ و میلش بالحاد نبود او باید کہ پیشوا بود و بسیار می شد کہ ما در شگفت بودیم۔

از اینکہ با وفور فضل و کمال عقل خود چگونہ میل کند بچیزے کہ اصلے ندارد و امرے را برگزیند کہ از عقل و نقل دلیلے ندارد و پناہ خدا از خذلان و حرمان از نور ایمان و این نیست مگر برائے روگردانی او از نور شریعت و پرداختن او بظلمات فلسفہ و میان ما گفتگوھا و برر سیہا بود و او در نصرت مذاہب فلاسفہ و دفاع از آں ہا مبالغہ می کرد و من در چند جلسہ وعظ او حضور داشتم و در آنہا نہ از خدا می گفت و نہ از رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم و نہ جواب از مسائل شرعیہ و خدا داناتر است بحال او پایان در اواخر شعبان ۵۴۸ ھ فوت کرد۔

(الکنی والالقاب جلد ۲ ص ۳۶۴)

ترجمہ:

حموی نے معجم البلدان میں اس (شہرستانی) کے متعلق یہ الفاظ لکھے ہیں۔ اور اگر اس شخص کے عقیدہ میں گڑبڑ اور بے دینی کی طرف اس کا رجحان نہ ہوتا۔ تو اس کو پیشوائے مسلمانان ہونا چاہیے تھا۔ اور بہت مرتبہ ایسا ہوا۔ کہ ہم اس معاملہ میں حیران رہ جاتے۔ کہ اس قدر فضل وکمال کے ہوتے ہوئے اس نے ایسے عقائد کی طرف کیونکر میلان کر لیا۔ کہ جن کی کوئی اصلیت نہیں۔ اور ایسے راستہ پر چل پڑا جس کی عقل و نقل کے اعتبار سے کوئی دلیل نہیں ملتی۔ ایمان کے نور سے محرومی اور ذلت پر اللہ کی پناہ۔ یہ سب کچھ اس لیے ہوا۔ کہ اس نے شریعت کے نور سے روگردانی کی۔ اور فلسفیانہ اندھیروں میں جا پڑا۔
ہمارے درمیان گفتگو بھی ہوئی۔ اور ویسے بھی تعلقات تھے۔ یہ شخص فلاسفہ کے مذہب پر کیے گئے اعتراضات کا بڑھ چڑھ کر جواب دیا کرتا تھا اور ان کے نظریات کا حامی تھا۔ میں (یہ شیخ عباس قمی) بذات خود اس کے

چند جلسوں اور اس کی چند مجالس وعظ میں شریک ہوا ہوں۔ ان مجالس میں نہ تو اس نے کوئی خداوند قدوس کی بات کی۔ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کیا۔ اور نہ ہی شرعی مسائل کا جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ ہی اس کی حالت بخوبی جانتا ہے۔ شعبان کی آخری تاریخوں میں ۵۴۶ھ میں فوت ہوا۔

معارج النبوت کا مقام اور اس کے حوالہ کی حقیقت۔

نجم الحسن کراروی شیعی نے طعن مذکور کو ثابت کرنے کے لیے "معارج النبوۃ" کا حوالہ ذکر کیا۔ اس سلسلہ میں اولیں گزارش یہ ہے۔ کہ اس کتاب کا مصنف ملا معین کاشفی محض ایک واعظ تھا۔ اور اس نے مذکور کتاب میں جو کچھ لکھا۔ وہ واعظانہ رنگ میں ہے۔ اسی لیے اس نے اس کتاب میں اچھا برا بہت کچھ جمع کر دیا ہے۔ امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ نے اس کے بارے میں کسی سائل کے جواب میں فرمایا۔

وہ کہ وہ ایک واعظ تھا اس کی کتابوں میں رطب و یابس سب کچھ ہے۔ "احکام شریعت"

لہٰذا ایسے واعظ کو محقق سُنّی نہیں کہا جا سکتا۔ اور نہ ہی ایسے شخص کی تحریر اہل سنت کے عقائد کی ترجمانی کر سکتی ہیں۔ اور دوسری گزارش یہ کہ ملا معین کاشفی کی کتاب سے جو حوالہ پیش کیا گیا ہے۔ اس کے نقل کرنے میں نجم الحسن کراروی نے فریب دینے کی کوشش کی ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو۔

معارج النبوۃ:

گویند دراں زفاف سعد بن معاذ گوسفندے فرستاد و بعضے از انصار چند صاع برنج آوردند و طعام عروسی فاطمہ رضی اللہ عنہا آں بود و ذکر اوصاف آں ستودہ خصال زیادہ ازاں است کہ دریں مختصر مذکور گردد و بتول راضی اللہ عنہا

حق تعالیٰ چند فرزندا ز امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ ارزانی داشت نخست حسن و حسین و زینب و ام کلثوم و رقیہ و محسن کہ سقط شد و بداں مرض رضی اللہ عنہا از جہاں رحلت نمود۔

(معارج النبوۃ تصنیف ملا معین کاشفی
رکن چہارم باب ۳ ص ۲۲۴ مطبوعہ سکھر)

ترجمہ:

بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شب عروسی کے وقت حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے ایک بکری ان کے ہاں بھیجی۔ اور انصارِ مدینہ میں سے بعض نے چند سیر چاول حاضر خدمت کیے۔ حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی شادی کا کھانا انہی اشیاء کا تھا۔ سیدہ رضی اللہ عنہا کے اوصاف اور خوبیاں اس قدر ہیں۔ کہ اس مختصر کتاب میں ان کا تذکرہ ناممکن ہے۔ حضرت بتول کے ہاں حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے چند بچے پیدا ہوئے۔ جن کے نام یہ ہیں۔ حسن و حسین و زینب ام کلثوم اور رقیہ۔ ایک بچے محسن نامی دورانِ حمل ساقط ہو گئے۔ (یعنی مدت حمل پوری ہونے سے پہلے ہی پیدا ہو کر فوت ہو گئے یا پیدا ہی مردہ ہوئے تھے) اور حضرت خاتونِ جنت اسی بیماری میں اللہ کی پیاری ہو گئیں۔

لمحہ فکریہ:

معارج النبوۃ کی فارسی عبارت اور اس کا اردو ترجمہ آپ حضرات نے ملاحظہ کیا۔ کیا اس میں اس فرضی واقعہ کہ جس کو بیان کر کے نجم الحسن کراروی نے طعن کی بنیاد رکھی۔ کا کہیں اتہ پتہ ہے؟ حضرت عمر نے آگ لگائی۔ سیدہ فاطمہ باہر نکلنے لگیں۔ تو ان کو دھکا

دیا گیا۔ ان پر دروازہ گرا۔ اور پیٹ میں موجود بچہ ساقط ہوگیا۔ ان باتوں میں سے کسی ایک کا بھی مذکورہ حوالہ میں ثبوت و وجود نظر آتا ہے؟ اتنے بڑے بڑے جھوٹ اور بہتان لگانے والا "فخر العلماء، حجۃ الاسلام" "الحاج مولانا مولوی" کہلاتا ہے۔ نہیں بلکہ دنیائے شیعیت نے انہی عظیم سیاہ کارناموں پر اسے یہ منصب عطا کیے۔ آخر ایسا کیوں نہ ہو جن کے مذہب کا اہم حصہ ہی جھوٹ ہو تو جو اس میں ید طولیٰ رکھتا ہوگا۔ وہ ان کے علماء کا فخر اور ان کے "اسلام" کی "حجۃ" اور ان لاوارثوں کا "مولا" نہیں ہوگا۔ تو اور کیا ہوگا؟ آسمان کے ستارے (نجوم جو نجم کی جمع ہے) شیطان پر پڑتے ہیں۔ اور امام حسن کا نجم (نجم الحسن) خود امام موصوف کے ممدوح اور نبی کے خواہ حضرت عمر پر؟ خدا حق بین بنائے۔ اور حق قبول کرنے کی ہمت عطا فرمائے۔ (آمین)

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

جواب دوم:

"الملل والنحل" کی مذکور عبارت میں ایک شیطان صفت آدمی کا عقیدہ بیان کیا گیا نہ کہ تاریخی واقعہ

غلام حسین نجفی نے الملل والنحل کی تھوڑی سی اپنے مطلب کی عبارت لکھ کر طعن کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر یہ غلام" مکمل عبارت نقل کرتا تو مذکور طعن کا ثبوت ہی پیا نہ کر سکتا۔ اس "غلام" نے اپنے اوپر پڑنے والے "نجم" کی طرح انتہائی مکر و فریب اور چابک دستی سے کام لیا۔ ورنہ حقیقت یہ ہے۔ کہ شہرستانی موصوف نے معتزلہ کے مختلف فرقوں کے عقائد کی بحث کرتے ہوئے ایک فرقہ "نظامیہ" کا ذکر کیا۔ اور اس کے عقائد میں سے "گیارھواں عقیدہ" ذکر کرتے ہوئے عبارت مذکورہ لکھی۔ مکمل عبارت درج ذیل ہے۔

الملل والنحل:

(الحادی عشر) مَیْلُهٗ اِلَی الرَّفْضِ وَوَقِیْعَتُهٗ فِیْ کِبَارِ الصَّحَابَةِ قَالَ اَوَّلًا لَا اِمَامَةَ اِلَّا بِالنَّصِّ وَ التَّعْیِیْنِ ظَاهِرًا مَکْشُوْفًا وَقَدْ نَصَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی عَلِیٍّ کَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ فِیْ مَوَاضِعَ وَ

اَظْهَرَهٗ اِظْهَارًا لَمْ يُشْتَبِهْ عَلَى الْجَمَاعَةِ اِلَّا اَنَّ عُمَرَ كَتَمَ ذٰلِكَ وَهُوَ الَّذِيْ تَوَلّٰى بَيْعَةَ اَبِيْ بَكْرٍ يَوْمَ السَّقِيْفَةِ وَنَسَبَهٗ اِلَى الشَّكِّ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ فِيْ سُؤَالِهٖ عَنِ الرَّسُوْلِ عَلَيْهِ السَّلَامُ حِيْنَ قَالَ اَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ اَلَيْسُوْا عَلَى الْبَاطِلِ قَالَ نَعَمْ قَالَ عُمَرُ فَلِمَ نُعْطِى الدَّنِيَّةَ فِيْ دِيْنِنَا قَالَ هٰذَا شَكٌّ فِى الدِّيْنِ وَوِجْدَانُ حَرَجٍ فِى النَّفْسِ مِمَّا قَضٰى وَحَكَمَ وَزَادَ فِى الْفِرْيَةِ فَقَالَ اِنَّ عُمَرَ ضَرَبَ بَطْنَ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ يَوْمَ الْبَيْعَةِ حَتّٰى اَلْقَتِ الْمُحْسِنَ مِنْ بَطْنِهَا وَكَانَ يَصِيْحُ اَحْرِقُوا الدَّارَ بِمَنْ فِيْهَا وَمَا كَانَ فِى الدَّارِ غَيْرُ عَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ۔

(الملل والنحل جزء اول ص ۷۰ مطبوعہ مطبع حجازی قاہرہ۔ زیر بحث فرقہ نظامیہ)

ترجمہ:

(ابراہیم بن السیار النظام جو فرقہ نظامیہ کا بانی ہے۔ اس کے عقائد میں سے گیارہواں عقیدہ) اس کا رجحان رافضیوں کی طرف تھا۔ اور بزرگ صحابہ کرام کے بارے میں تبرا باز تھا۔ اس نے اول یہ کہا۔ کہ امامت کے لیے نص اور تعیین ضروری ہے۔ جس میں کوئی پوشیدگی نہیں ہونی چاہیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضے رضی اللہ عنہ کی امامت کا بہت سے

مقامات پر واضح ذکر فرمایا۔ اور اسے اس قدر ظاہر فرمادیا۔ کہ جماعت صحابہ میں سے ماسوائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی کو اشتباہ نہ تھا۔ یہی عمر بن الخطاب ہے۔ جو کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کا ٹھیکہ دار بنا جب ثقیفہ میں گفتگو ہو رہی تھی۔

اسی (ابراہیم الیسار معتزلی) نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف مقام حدیبیہ کے واقعہ پر "شک"، کی نسبت کی۔ یہ اس وقت ہوا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ کیا ہم حق پر نہیں، کیا وہ یعنی کفار مکہ باطل پر نہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کیوں نہیں ایسے ہی ہے۔ پھر حضرت عمر نے عرض کیا۔ تو ہم پھر کیوں دنیوی شرائط کے تحت اپنے دین کو چھوڑے جا رہے ہیں۔ نظام کہتا ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا دو دین میں شک اور وجدان میں سستی ہے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ اور قضا کے ضمن میں ان کے دل سے نکلا"۔

نظام معتزلی نے بہت سے جھوٹوں اور تہمتوں میں ایک جھوٹ اور تہمت یہ بھی لگائی۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیعت صدیق کے موقعہ پر حضرت خاتون جنت کے شکم اطہر پر ضرب لگائی۔ جس کی وجہ سے ان کے پیٹ میں موجود محسن نامی بچہ گر گیا۔ عمر چلا چلا کر کہہ رہے تھے۔ اس گھر کو بمعہ اس کے مکینوں کے جلادو۔ حالانکہ اس وقت اس گھر میں حضرت علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم ہی تھے۔

☆

ابراہیم السیار معتزلی شیطان تھا۔ (نعمت اللہ جزائری شیعی)

قارئین کرام! نجفی شیعی کی دھوکہ دہی، غلط بیانی اور الزام تراشی آپ نے ملاحظہ فرمائی صاحب الملل والنحل نے ایک معتزلی ابراہیم السیار نامی شخص کے عقائد بیان کرتے ہوئے اس کا گیارھواں عقیدہ بیان کیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کو جلانے کا حکم اور ان کے پیٹ پر ضرب لگا کر ان کے پیٹ میں موجود بچہ کو گرا دینے کا الزام۔ اسی معتزلی کا عقیدہ بیان کیا۔ لیکن نجفی نے اسے اہلسنت کی طرف منسوب کر کے دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ نظام معتزلی اگرچہ نجفی سے کچھ ملتا جلتا ہے۔ اور شاید ایک ہی درخت کی شاخیں ہوں۔ لیکن نجفی کے بڑے اس معتزلی کو شیطان کا بھائی کہہ رہے ہیں۔ بھائی کون ہے اور شیطان کون ناظرین اس کو بخوبی جانتے ہیں۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

انوار نعمانیہ:۔

وَمِنْهُمُ النَّظَامِيَّةُ أَصْحَابُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ السَّيَّارِ النَّظَّامِ وَهُوَ مِنَ الشَّيَاطِيْنِ الْقَدَرِيَّةِ طَالَعَ كُتُبَ الْفَلَاسِفَةِ وَخَلَطَ كَلَامَهُمْ بِكَلَامِ الْمُعْتَزِلَةِ۔

(انوار نعمانیہ جلد دوم ص ۲۲۸۔ فی بیان الفرق وادیانہا۔ مطبوعہ تبریز طبع جدید)

ترجمہ:

ان معتزلہ شیعہ فرقوں میں سے ایک فرقہ نظامیہ ہے۔ جو ابراہیم بن الیسار النظام نامی شخص کے پیروکار ہیں۔ یہ شخص قدریہ شیطانوں میں سے ایک

تھا۔ اس نے فلاسفہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ اور ان کے کلام کو معتزلہ کے کلام میں خلط ملط کر دیا۔

نظام معتزلی شیعہ عقائد کا بھی حامل تھا

اوپر سطور میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ کہ نظام معتزلی بزرگ صحابہ کرام کی شان میں تبرا بازی کیا کرتا تھا یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ذات پر الزام تراشی کرنا اس کا شغل تھا۔ اسی الزام تراشی کا ایک نمونہ یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایمان کا کمزور بلکہ شک کرنے والا کہا۔ دوسرا نمونہ یہ کہ حضرت عمرؓ کو خاتون جنت کے مکان کو آگ لگانے والا اور انہیں زدو کوب کرنے والا وغیرہ کہا ان الزامات کے علاوہ ایک عقیدہ اس کا یہ بھی تھا۔ کہ ولایت "منصوص من اللہ" ہوتی ہے۔ اس کا یہ عقیدہ اور اس کے ضمن میں ایک تبرا کا خود شیعہ مصنف بھی اقرار کر رہا ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

انوار نعمانیہ:

وَمِنْهَا اَنَّهُمْ مَالُوْا اِلٰى وُجُوْبِ النَّصِّ عَلَى الْاِمَامِ وَثُبُوْتِ النَّصِّ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ عَلٰى عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ لٰكِنْ كَتَمَهٗ عُمَرُ۔

(انوار نعمانیہ جلد ۲ ص ۲۲۹ تذکرہ نور فی بیان الفرق مطبوعہ تبریز۔ طبع جدید۔)

ترجمہ:

فرقہ نظامیہ کے عقائد میں سے ایک یہ ہے۔ انہوں نے اس طرف رجحان

کی ہے۔ کہ امام کی امامت پر نص کا ہونا واجب ہے۔ اور اس بات کا بطور نص ذکر ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لیے امامت منصوص فرمادی تھی۔ لیکن اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چھپائے رکھا۔

الحاصل :-

گزشتہ اوراق میں ہم "امامت" کے بارے میں اہل تشیع کا عقیدہ ذکر کر چکے ہیں۔ کہ ان کے ہاں یہ مسئلہ "منصوص من اللہ" ہونا چاہیے۔ اور حضرات صحابہ کرام کے حضور جو ان کی مردود تحریریں ہیں۔ وہ بھی آپ کے سامنے ہیں۔ من جملہ دیگر عقائد نظام معتزلی ان دونوں میں ان کا ساتھی ہے۔ اور بھائی بند ہے۔ چھوٹے بھائی نے بڑے بھائی کو "وھو من الشیاطین" کہا ہے۔ اور اس شیطان کے بکواسات میں سے ایک یہ بھی ذکر کیا۔ کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر کو آگ لگانا اور ان کے شکم پر ضرب مار کر بچہ گرانا اسی نظام کا افتراء ہے "انوار نعمانیہ" نے اس کو بہت بڑا جھوٹ کہا۔ اور نجفی نے اسی جھوٹ کو اہل سنت کا عقیدہ ذکر کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر طعن لگانے کی کوشش کی۔ اگر وہ بڑا مفتری اور کذاب ایک فرقہ کا بانی بن سکتا ہے۔　　بلکہ بن گیا تو کیا عجب کہ نجفی بھی اسی پرواز کے لیے پر تول رہا ہو۔

"صاحب انوار نعمانیہ" نے اسی قدر یہ شیطان کا ایک اور عقیدہ بیان کیا۔ کہ وہ امامت کے لیے وجوب نص کا معتقد تھا۔ اب ذرا سینہ پر ہاتھ رکھ کر انہیں بلکہ مار کر بتلاؤ اس شیطان کے عقیدہ کے ساتھ کس کا عقیدہ ملتا جلتا ہے۔؟ صاف بات ہے۔ کہ اس شیطان ابے دین اور بدبخت نے جو عقائد وضع کیے۔ انہی کی بنا پر یہ ان القاب کا حقدار ٹھہرا۔ ورنہ آدمی شریف ہو گا۔　　شہرستانی کی طرح اگر ان خرابیوں کا حامل نہ ہوتا۔ تو دنیائے اسلام کا قابل قدر آدمی ہوتا۔ شہرستانی کی کتاب الملل والنحل میں سرے سے

ضمن مذکور نہیں۔ اور اگر کچھ ٹوٹا پھوٹا بنا بھی لیا جائے۔ تو وہ خود شیعہ اسماعیلیہ تھا
کب تھا؟ نہ شہرستانی ہمارا نکلا۔ اور نہ ہی اس نے اپنی کتاب میں جو یہ عبار
وہ ہمارا عقیدہ تھی۔ بلکہ نظام معتزلی کا عقیدہ ذکر کیا۔ اور ملامعین کاشفی نے رطب
سب کچھ جمع کر دیا۔ لیکن وہاں بھی آگ لگانے اور دروازہ گرانے کا نام ونشا
توان واضح شہادتوں اور ظاہر دلائل کے ہوتے ہوئے نجفی اور کرار دی نے سا
کو فریب دیکر یہ باور کرانے کی کوشش کی۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بڑے ظالم تھے
امید ہے۔ کہ صاحبِ انصاف ہماری اس وضاحت وتحقیق کے بعد مطمئن ہو جا
اور حق کو اپنانے کی جرأت کر کے اپنی آخرت اچھی کرے گا۔

(فاعتبروا یااولی الابصار)

باب سوم

سیدنا عثمان غنی رضؓ پر کیے گئے بقیہ

شیعہ

مطاعن

باب سوم:

سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر کیے گئے

اہل تشیع کے بقیہ مطاعن

طعن دوم

جناب عثمان ذوالنورین نے اپنی بیوی ام کلثوم کی موت کے بعد ان کے مردہ کے ساتھ ہم بستری کر کے نبی کریم کو اذیت پہنچائی

از قول مقبول اثبات وحدۃ بنت الرسول

نوٹ:- اہل تشیع کے ایک عالم غلام حسین نجفی شیعی نے اپنی تصنیف "قول مقبول فی اثبات وحدۃ بنت الرسول"، میں یہ طعن ذکر کیا۔ اور اس کے ثبوت کے لیے درج ذیل حوالہ جات تحریر کیے۔

۱- اہل سنت کی معتبر کتاب۔ صحیح بخاری ص ۱۷۱ جلد ۱ کتاب الجنائز۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب الجنائز۔

۳۔ " " " " ۔ عمدۃ القاری شرح بخاری کتاب الجنائز ص ۸۵ جلد ۲

۴۔ " " " " ۔ مشکوٰۃ شریف کتاب الجنائز

۵۔ " " " " ۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۵ "

۶۔ " " " " ۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۸۰ جلد ۴ کتاب الجنائز

۷۔ " " " " ۔ تیسیر الوصول الی جامع الاصول جز ۴ ص ۱۸۲ ذکر تعجیل الدفن

۸۔ " " " " ۔ نیل الاوطار جز ۴ ص ۵۸ کتاب الجنائز

۹۔ " " " " ۔ الاصابہ فی تمیز الصحابہ ص ۲۹۸ و ذکر رقیہ ص ۴۶۶

۱۰۔ " " " " ۔ الاستیعاب فی اسماء الاصحاب ص ۴۹۲ ذکر ام کلثوم

۱۱۔ " " " " ۔ الطبقات الکبریٰ ص ۲۸ جلد ۸ ذکر ام کلثوم

۱۲۔ " " " " ۔ ذخائر العقبیٰ باب ۱ فصل ۶ ص ۱۹۶

۱۳۔ " " " " ۔ تاریخ خمیس جلد ۱ ص ۲۷۶

۱۴۔ " " " " ۔ تاریخ بغداد ص ۴۳۷ جلد ۱۲ ذکر قاسم بن نصر

۱۵۔ " " " " ۔ مدارج النبوۃ قسم پنجم باب ۱ ص ۴۵۹

۱۶۔ " " " " ۔ المستدرک ص ۴۷ جلد ۴ کتاب معرفۃ الصحابہ

۱۷۔ " " " " ۔ تلخیص المستدرک ص ۴۷ جلد ۴

۱۸۔ " " " " ۔ تاریخ صغیر للامام بخاری ص ۱۲۰ حدیث رقیہ

۱۹۔ " " " " ۔ کتاب روضۃ الاحباب ص ۲۰۷

بخاری شریف کی روایت ملاحظہ ہو۔

قول مقبول:۔

قَالَ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ جَالِسٌ عَلَی الْقَبْرِ قَالَ فَرَاَیْتُ

عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ قَالَ فَقَالَ هَلْ مِنْكُمْ رَجُلٌ لَّمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ اَنَا قَالَ فَانْزِلْ فَنَزَلَ فِيْ قَبْرِهَا۔

ترجمہ:۔

جب ام کلثوم کی وفات ہوئی۔ اور ان کو دفن کیا جا رہا تھا۔ تو نبی کریم قبر پر بیٹھے تھے راوی کہتا ہے۔ کہ حضور پاک کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔ اور نبی نے فرمایا۔ کیا تم میں کوئی ایسا ہے۔ جس نے آج کی رات اپنی بیوی سے ہم بستری نہ کی ہو۔ ابو طلحہ نے کہا میں نے نہیں کی۔ حضور نے فرمایا تم قبر میں اترو۔

(قول منصور فی اثبات وحدۃ بنت الرسول تصنیف مولوی غلام حسین نجفی ص ۴۲۰-۴۲۱)

طریقہ استدلال:۔

بخاری شریف کی مذکورہ عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے استفسار کے جواب میں صرف حضرت ابو طلحہ ہی ایک ایسے صحابی نکلے۔ جن میں مذکورہ شرط موجود تھی۔ یعنی انہوں نے گزری رات میں اپنی بیوی سے ہم بستری نہیں کی تھی۔ ان مخاطبین میں حضرت عثمان غنی بھی موجود تھے۔ کہ جن کی بیوی کی میت قبر میں اتارنے کا معاملہ درپیش تھا۔ وہ اپنی بیوی کو قبر میں اتارنے کی تیاری کر رہے تھے۔ جیسا کہ بعض روایات میں آتا ہے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پوچھی گئی شرط اپنے میں نہ پانے کی وجہ سے پیچھے ہٹ گئے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ انہوں نے بھی رات اپنی بیوی سے ہم بستری کی تھی۔ اور یہ بالکل واضح امر ہے۔ کہ اس وقت ان کی بیوی صرف ام کلثوم ہی تھیں۔ کوئی دوسری عورت ان کے نکاح میں نہ تھی۔ تو حضرت عثمان غنی

نے اپنی بیوی کے ساتھ اُن کی فوتیدگی کے بعد رات کو ہم بستری کی۔ جس کی وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پریشان اور غم زدہ تھے۔ اور اسی غم کی وجہ سے روتے ہوئے ام کلثوم کی قبر پر آپ نے پوچھا۔ میری بیٹی کو قبر میں وہ اتارے گا۔ جس نے آج رات اپنی بیوی کا سے ہم بستری نہ کی ہو۔

جواب اول: حضرت عثمان نے اپنی لونڈی سے ہم بستری کی تھی

خلاصہ جواب یہ ہے۔ کہ بخاری شریف کی ذکر کردہ عبارت میں مذکور لعین کا نام و نشان تک نہیں ملتا۔ اور اصل بات یہ تھی۔ کہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا عرصہ سے بیمار چلی آرہی تھیں۔ ان کی طویل بیماری کے دوران حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خواہش جماع ہوئی۔ تو انہوں نے اپنی لونڈی سے ایک رات ہم بستری کی۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا۔ کہ اسی رات سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بھی دار فانی سے کوچ کر گئیں۔ کسی کی موت کی کیا خبر کہ وہ کب چل بسے گا۔ حضرت عثمان غنی کو اس کا علم تک نہ تھا۔ کہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا آج کی رات انتقال کر جائیں گی۔ یا آج رات گزرنے پر صبح کے وقت ان کا وصال ہو جائے گا۔ تاہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی خفی اس کا پتہ چل گیا۔ کہ عثمان غنی نے آج رات ہم بستری کی ہے۔ تو آپ نے کسی مصلحت کے تحت یہ شرط لگائی۔ کیونکہ اس مصلحت کا تقاضا یہ تھا۔ کہ عثمان غنی کے ذریعہ ام کلثوم قبر میں اتارنا وقوع پذیر نہ ہو۔

حدیث مذکورہ میں کوئی ایک آدھا لفظ بھی ایسا موجود نہیں۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ حضرت عثمان غنی نے سیدہ ام کلثوم سے اس وقت ہم بستری کی۔ جب اُن پر حالت نزع طاری تھی۔ یا جب ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ یہ کس قدر دیدہ دلیری ہے۔ کہ اس قدر اشارہ تک نہ ہونے کے باوجود معترض نے یہ ثابت کر دیا۔ کہ حضرت عثمان ذوالنورین نے ام کلثوم کی لاش سے ہم بستری کی۔ (معاذ اللہ)

ہاں اس قدر ضرور ہے۔ کہ اس اعتراض سے معترض کی کور باطنی اور دیدہ دلیری کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ ان انیس کتب اہل سنت کا نام لکھ کر اس نے اپنی بات کا وزن بڑھانے کی کوشش کی ہے جب کہ ان تمام کتب میں مضمون ایک ہی نوعیت کا ہے۔ یہ تو ہماری کتب ہیں خود اہل تشیع کی کسی کتاب میں یہ طعن مذکور نہیں۔ جو بطور تائید نجفی صاحب پیش کر سکتے۔

بہر حال ہم ان کتب میں سے چند ایک کی اصل عبارات پیش کرتے ہیں۔ قارئین۔ ان کے مفہوم سے خود اندازہ لگا لیں گے۔ کہ مذکور طعن کی کیا حقیقت ہے۔ اور ان کتب سے اس کا ثبوت کیوں کر پیش کیا جا سکتا ہے؟ یہ عبارات خود "قول مقبول" کے مصنف نے ذکر کی ہیں۔

مذکورہ سُنی کُتب کی اصل عبارات

عمدۃ القاری:۔

وَيُقَالُ إِنَّ عُثْمَانَ فِي تِلْكَ اللَّيْلَةِ
بَاشَرَ جَارِيَةً لَهُ فَعَلِمَ رَسُولُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِذٰلِكَ فَلَمْ يُعْجِبْهُ حَيْثُ شَغَلَ
عَنِ الْمَرِيضَةِ الْمُحْتَضَرَةِ
بِهَا وَهِيَ أُمُّ كُلْثُومٍ زَوْجَتُهُ
بِنْتُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَرَادَ أَنَّهُ لَا يَنْزِلُ
فِي قَبْرِهَا مُعَاتَبَةً عَلَيْهِ فَكَنَّى

بِہٖ عَنْہُ۔

(عمدۃ القاری عینی شرح بخاری جلد ۸ ص ۷۶، کتاب الجنائز مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

کہا گیا ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی نے اسی رات کو جس رات ام کلثوم کا وصال ہوا۔ اپنی ایک لونڈی سے ہم بستری کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا۔ تو آپ نے اس کو اچھا نہ جانا۔ کیونکہ ایک ایسی مریضہ سے جو قریب المرگ ہو روگردانی کرنا کوئی اچھی بات نہیں۔ یہ مریضہ ام کلثوم تھیں۔ جو حضرت عثمان کی زوجہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر تھیں۔ تو اس روگردانی کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارادہ کیا۔ کہ بطور تنبیہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ام کلثوم کی قبر میں نہ اترنے دیا جائے۔ تو آپ نے اشارہ کنایہ کے ذریعہ ان کو تنبیہ کردی۔

فتح الباری:۔

وَحُكِيَ عَنِ ابْنِ حَبِيْبٍ اَنَّ السِّرَّ فِيْ اِيْثَارِ اَبِيْ طَلْحَةَ عَلٰى عُثْمَانَ اَنَّ عُثْمَانَ كَانَ قَدْ جَامَعَ بَعْضَ جَوَارِيْهِ فِيْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ فَتَلَطَّفَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَنْعِهٖ مِنَ النُّزُوْلِ فِيْ قَبْرِ زَوْجَتِهٖ بِغَيْرِ

تصریح

(فتح الباری شرح بخاری عسقلانی جلد ۳ ص ۱۲۳ کتاب الجنائز باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعذب المیت ببعض بکاء اھلہ علیہ الخ مطبوعہ مصر طبع جدید)

ترجمہ:-

ابن حبیب سے حکایت کی گئی ہے۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بجائے حضرت طلحہ کے ذریعہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی میت قبر میں اتارنے میں راز یہ تھا۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے وصال کی رات اپنی ایک لونڈی سے ہم بستری کی تھی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انوکھے اور پیارے انداز میں ان کو اپنی بیوی کی قبر میں اترنے سے روکا۔ (حالانکہ آپ واضح انداز میں بھی فرما سکتے تھے۔) لیکن آپ نے صراحت کے ساتھ منع کرنا پسند نہ فرمایا:-

نوٹ:-

"فتح الباری" میں اس عبارت سے قبل یہ صراحت بھی موجود ہے۔ جو نجفی صاحب شیعی کو نظر نہ آئی۔

فتح الباری:-

وَ يُجَابُ عَنْهُ بِاَنَّهٗ مَالٍ اَنْ يَّكُوْنَ مَرَضُ الْمَرْاَةِ طَالَ وَ احْتَاجَ عُثْمَانُ اِلٰى

الْوِقَاعِ وَلَمْ يَظُنَّ عُثْمَانُ أَنَّهَا تَمُوتُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ وَلَيْسَ فِي الْخَبَرِ مَا يَقْتَضِي أَنَّهُ وَاقَعَ بَعْدَ مَوْتِهَا بَلْ وَلَا حِيْنَ احْتِضَارِهَا اَلْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى۔

(فتح الباری جلد ۳ ص ۱۲۲)

ترجمہ:

(امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ حدیث زیر بحث میں لفظ "لم یقارف" درست نہیں۔ بلکہ "لم یتقاول" صحیح ہے۔ جس کا معنی یہ ہوگا۔ نماز عشاء کے بعد باہم گفتگو کرنا۔ یہ ایک تاویل تھی۔ جسے امام طحاوی نے ذکر کیا۔ لیکن اس تاویل کی ضرورت نہ ہونے کی وجہ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ذکر کرتے ہیں۔)

اس کا جواب یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ عورت کی بیماری طول پکڑ گئی ہو۔ اُدھر حضرت عثمان غنی کو جماع کی خواہش ہوئی ہو۔ اور حضرت عثمان کو قطعاً خیال نہ ہو۔ کہ میری زوجہ ابھی انتقال کر جائے گی۔ اس حدیث کے کسی لفظ سے یہ بات سامنے نہیں آتی۔ کہ حضرت عثمان نے ام کلثوم کی فوتیدگی کے بعد ان سے جماع کیا۔ اور نہ ہی یہ اشارہ ملتا ہے۔ کہ بوقتِ مرگ یہ واقعہ ہوا۔ باقی صحیح علم اللہ کو ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ:

قِيْلَ إِنَّمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ إِرَادَةَ أَنَّهُ يَعْلَمُ أَنَّ عُثْمَانَ وَكَانَ تَحْتَهُ بِنْتُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي تُوُفِّيَتْ هَلْ خَالَطَ امْرَأَتَهُ أَيِ الْأُخْرٰى تِلْكَ اللَّيْلَةَ فَلَمْ يَقُلْ عُثْمَانُ لَمْ أُقَارِفْ أَنَا۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۴ ص ۱۱۰ کتاب الجنائز باب دفن المیت فصل ثالث مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

ترجمہ:۔

کہا گیا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان سے یہ معلوم کرنا چاہا۔ کہ میری بیٹی ام کلثوم کی فوتیدگی کی رات کو کیا تم نے کسی دوسری عورت سے ہم بستری کی ہے۔ تو اس استفسار کے جواب میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ نہ کہا۔ کہ میں نے کسی دوسری عورت سے جماع نہیں کیا۔ (بلکہ خاموش رہے جس کا مطلب تھا۔ کہ ایسا ہوا ہے)

اشعۃ اللمعات:۔

گفت انس حاضر شدیم ما دختر آں حضرت را در حالے کہ دفن کردہ می شود و آں ام کلثوم بود کہ زوجہ عثمان بود در حالیکہ آنحضرت نشستہ بود نزد قبر پس دیدم من ہر دو چشم آنحضرت را کہ اشک می ریختند پس گفت آنحضرت آیا ہست درمیان شما ہیچ یکے کہ گناہے نکردہ است یا جماع نکردہ است با زن امشب....

وگفته اند که عثمان در ان شب یکے از کنیزکان خود را پیش خود طلبیده بود و جماع کرد پس
آنحضرت تعریض بوے کرد و در منع کردن وے از نزول و ناخوش داشتن آن فعل
را از عثمان وگفته اند که عذر عثمان در آن فعل آن بود که بیماری ام کلثوم دراز کشیده بود
وگمان نداشت عثمان که امشب فوت خواهد کرد و بے طاقت شده کرد۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد اوّل ،
ص ۲۴۲ مطبوعہ نولکشور۔ طبع قدیم)

ترجمہ:۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر جناب ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی تجہیز و تکفین کے وقت حاضر ہوئے۔ یہ بی بی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قبر کے قریب جلوہ فرما تھے۔ تو میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں اشکبار ہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تم حاضرین میں سے کوئی ایسا ہے کہ جس نے آج رات کوئی گناہ نہ کیا ہو۔ یا عورت کے ساتھ ہم بستری نہ کی ہو؟ ......
بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس رات اپنی ایک لونڈی کو اپنے پاس بلوایا۔ اور اس سے ہم بستری کی۔ تو اس وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس کام کے سرانجام دینے میں بے احتیاطی سے کام لینے میں تعریض و تنبیہ فرمائی۔ وہ اس طرح کہ انہیں اپنی ہی زوجہ کی قبر میں اترنے سے روک دیا گیا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فعل پسند نہ آیا۔
لوگوں (علماء) نے یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاں اس فعل کا ایک معقول عذر تھا۔ اور وہ یہ کہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی بیماری طول پکڑ چکی تھی۔ ادھر حضرت عثمان کو اپنی بیوی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی اس رات فوتیدگی کا قطعاً گمان

نہ تھا۔ اور آپ نے اپنی لونڈی سے اس رات جماع بوجہ مجبوری کیا تھا۔

ارشاد الساری:

قِيلَ وَالسِّرُّ فِي إِيثَارِ أَبِي طَلْحَةَ عَلَى عُثْمَانَ
إِنَّ عُثْمَانَ قَدْ جَامَعَ بَعْضَ جَوَارِيهِ
تِلْكَ اللَّيْلَةَ فَتَلَطَّفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَنْعِهِ مِنَ النُّزُولِ فِي قَبْرِ
زَوْجَتِهِ حَيْثُ لَمْ يُعْجِبْهُ أَنَّهُ اشْتَغَلَ
عَنْهَا تِلْكَ اللَّيْلَةَ بِذَلِكَ لَكِنْ يُحْتَمَلُ أَنَّهُ
طَالَ مَرَضُهَا وَاحْتَاجَ عُثْمَانُ إِلَى الْوِقَاعِ
وَلَمْ يَكُنْ يَظُنُّ أَنَّهَا تَمُوتُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ وَ
لَيْسَ فِي الْخَبَرِ مَا يَقْتَضِي أَنَّهُ وَاقَعَ بَعْدَ
مَوْتِهَا وَلَا حِينَ احْتِضَارِهَا.

(ارشاد الساری شرح صحیح البخاری
قسطلانی جلد ۲ ص ۴۰۲ مطبوعہ مصر
طبع جدید)

ترجمہ

بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو ترجیح دینے میں راز یہ تھا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس رات کہ جس رات حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا اپنی ایک لونڈی سے ہم بستری کی۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فعل کچھ ناپسند لگا اس لیے

آپ نے حضرت عثمان کو ام کلثوم کی قبر میں اترنے سے روکا۔ مگر اس امر کا بطور تعریض اظہار فرمایا۔ لیکن اس میں یہ احتمال بھی ہے۔ کہ جب حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی بیماری طول پکڑ گئی۔ اُدھر حضرت عثمان کو جماع کی شدید حاجت پیش آئی۔ اور اس کے ساتھ انہیں یہ ہرگز گمان نہ تھا۔ کہ اس رات ام کلثوم فوت ہو جائیں گی۔ اس حدیث میں کوئی ایسا جملہ اور اشارہ نہیں پایا جاتا۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم کی وفات کے فوراً بعد اپنی لونڈی سے ہم بستری کی۔ یا یہ کہ جب ان پر حالت نزع طاری تھی۔ تو ایسا کیا۔

لمحہ فکریہ:۔

حضرات قارئین! ان انیس عدد کتب کہ جن کا حوالہ دیا گیا تھا۔ ہم نے ان میں سے چند کتب کی بعینہٖ عبارت نقل کی۔ ان کے تراجم اور اصل عبارت سے آپ اس امر کو بخوبی جان چکے ہوں گے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے اپنی زوجہ ام کلثوم کی میت کے ساتھ جماع کیا۔ کس قدر عظیم بہتان ہے۔ ان حوالہ جات میں کوئی ایسی ایک عبارت بھی موجود نہیں۔ جس سے یہ طعن ثابت ہوتا ہے۔ بلکہ اس کے برخلاف اس کی تردید موجود ہے یہ تو تھا ان کتب کی عبارات کا جائزہ کہ جن سے نجفی صاحب نے بڑی بے حیائی اور ڈھٹائی سے حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی ذات پر ایک بدنما داغ لگانے کی ناکام سعی کی۔ اب آیئے۔ ان اہل تشیع کی کتب کا بھی ذرا ملاحظہ ہو جائے۔ کہ وہ اس موضوع پر کیا کہتی ہیں۔ ان کی معتبر کتاب "فروع کافی" کی عبارت اور اس کا ترجمہ جو آغا نجفی صاحب شیعی نے کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

اہل تشیع کی معتبر کتاب سے اہل سنت کے موقف کی تائید

فروع کافی:۔

وَكَانَ ذٰلِكَ يَوْمَ الْاَحَدِ وَبَاتَ عُثْمَانُ مُلْتَحِفًا بِجَارِيَتِهَا فَمَكَثَتْ الْاِثْنَيْنِ وَالثُّلَاثَاءَ وَمَاتَتْ فِي الْيَوْمِ الرَّابِعِ فَلَمَّا حَضَرَ اَنْ يُخْرَجَ بِهَا اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ فَخَرَجَتْ وَنِسَاءُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَعَهَا وَخَرَجَ عُثْمَانُ يُشَيِّعُ جَنَازَتَهَا فَلَمَّا نَظَرَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَطَافَ الْبَارِحَةَ بِاَهْلِهٖ اَوْ بِفَتَاتِهٖ فَلَا يَتْبَعَنَّ جَنَازَتَهَا۔

(فروع کافی جلد ۳ ص ۲۵۳ کتاب الجنائز
باب النوادر مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

یہ واقعہ اتوار کے دن کا ہے۔ اور عثمان اس شب اپنی کنیز سے ہم بستری کرتا

رہا۔ پیر اور منگل کو زندہ رہی اور بدھ کے دن اس نے دنیا کو خیر باد کہا اور مر گئی جب اس زبی کا جنازہ نکلا۔ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق فاطمہ اور مومنین کی عورتیں بھی اس جنازہ کے ساتھ چلیں۔ اور عثمان بھی اس جنازہ کے ساتھ چلا۔ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان کو دیکھا تو تین مرتبہ فرمایا۔ کہ جس نے گزشتہ رات اپنی کنیز سے ہم بستری کی ہے۔ وہ جنازے کے ساتھ نہ رہے۔

(قول مقبول فی اثبات وحدت بنت الرسول ص ۱۰۳ تصنیف نجفی شیعی)

سیدنا حضرت عثمان غنی ذوالنورین کی ذات پر جو الزام نجفی شیعی نے لگایا تھا۔ وہ فروع کافی کا ترجمہ کرتے وقت اس معترض کو یہ بھی سمجھ نہ آئی۔ کہ میرا عقیدہ کیا ہے۔ اور میرے اکابر کی تحریرات کیا کہہ رہی ہیں۔ "فروع کافی" کے حوالہ سے جو بات سامنے آتی ہے۔ وہ یہ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی ام کلثوم کو زدوکوب کیا۔ یہ واقعہ بروز اتوار ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلا بھیجا۔ اور یہی وہ رات تھی۔ (یعنی اتوار کی) کہ جس رات عثمان غنی اپنی ایک لونڈی سے ہم بستر ہوئے۔ اس واقعہ کے بعد دو دن تک یعنی سوموار اور منگل تک حضرت ام کلثوم زوجہ عثمان غنی زندہ رہیں۔ کیونکہ "فروع کافی" کی روایت صاف صاف بتلا رہی ہے۔ کہ ان کا وصال بروز بدھ ہوا۔

اب اس طعن دھرنے والے نجفی سے ہی کوئی پوچھے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جو لونڈی سے وطی کی۔ اور وہ بھی ام کلثوم کے وصال سے دو دن قبل کو واقع ہے۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا بوقت وصال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں تشریف فرما تھیں۔ اس وطی کو یہ رنگ کیوں کر دیا جا سکتا ہے۔ کہ یہ وطی "ام کلثوم" کے ساتھ ہوئی۔ اور وہ بھی ان کی لاش کے ساتھ۔

ے برایں عقل و دانش بباید گریست

لہذا معلوم ہوا۔ کہ صاحب قول مقبول کا مذکور طعن محض ہرزہ سرائی ہے۔ اس میں نام کی بھی سچائی نہیں۔ عقل کے اندھے کو اتنی بھی نہ سوجھی۔ کہ کیا کہہ رہا ہوں۔ اور کس کے بارے میں کہہ رہا ہوں۔؟

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو یہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی ذات سے تکلیف پہنچی۔ آپ پریشان ہو گئے۔ کیا خود اپنی کرتوت پر شرم نہ آئی کہ بنتِ رسول (خدا جانے ام کلثوم کو کس گردے سے بنتِ رسول مان لیا) کے لاشہ کے ساتھ ہم بستری ثابت کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو کس قدر اذیت پہنچائی جا رہی ہے؟ اور یہ سب کچھ ایک واقعہ کی غلط اور باطل توجیہات کی بنا پر کیا جا رہا ہے۔

جواب دوم

اصل واقعہ

نجفی صاحب شیعی نے اپنے طعن میں جس واقعہ کا ذکر کیا۔ اور اس کی سند کے لیے کتب اہل سنت کی ایک قطار باندھی۔ وہ واقعہ بخاری شریف و دیگر کتب میں یوں مذکور ہے۔

"حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوۂ بدر کے لیے تیار ہو گئے۔ دیگر صحابہ کی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی غزوہ میں شرکت کی غرض سے تیاری فرمائی۔ اس پر حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ عثمان! تم تیاری نہ کرو۔ میری بیٹی "رقیہ" بیمار ہے۔ تم اس کی تیمارداری کرنا۔ لہذا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر آپ کی بیٹی اور اپنی زوجہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی دیکھ بھال

کی خاطر بدر میں شریک نہ ہو سکے۔ اور گھر پر ہی رہے۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا۔ دیا باختلافِ روایت حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا) کافی عرصہ سے بیمار چلی آرہی تھیں۔ تو ان کی طویل بیماری کے دوران حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جماع کی خواہش ہوئی۔ تو آپ نے اپنی کسی اور بیوی یا لونڈی سے خواہشِ جماع پوری کی۔ جس رات آپ نے ہم بستری کی۔ خدا کا کرنا کہ اسی رات حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا انتقال فرما گئیں۔ ان کے انتقال کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خیال تک نہ تھا۔ لیکن تقدیرِ الٰہی میں ایسا ہی تھا۔

اُدھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بمعہ صحابہ کرام غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ اللہ رب العزت نے انہیں فتح و کامرانی سے سرشار فرمایا۔ فراغت پر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے۔ تو آپ کی آمد سے قبل حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا خدا کو پیاری ہو گئی تھیں آپ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اور جب دفنانے کا وقت آیا۔ تو نورِ نبوت سے آپ نے جانا۔ کہ عثمان غنی نے اس رات اپنی کسی دوسری بیوی یا لونڈی سے جماع کیا ہے۔ تو آپ نے ان کا نام لیے بغیر تعریض کے طور پر فرمایا۔ کہ رقیہ کی میت قبر میں وہ اتارے جس نے آج رات ہم بستری نہ کی ہو۔"

یہ صرف ایک وقتی طور پر بات ہوئی اور ختم ہو گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کو ہمیشہ ناراضگی کا سبب نہ بنایا۔ اور یہ ہو بھی نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ آپ جانتے تھے۔ کہ عثمان غنی سے جو کچھ ہوا۔ وہ جان بوجھ کر نہیں ہوا تھا۔ انہیں کیا معلوم تھا۔ کہ یہ رات حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی آخری رات ہے۔ اگر یہ معلوم ہوتا۔ تو جہاں آپ نے کافی عرصہ ہم بستری نہ کی۔ ایک رات اور بھی گزار سکتے تھے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام حالات و واقعات کی روشنی میں صرف وقتی طور پر ناراض ہوئے۔ اس وقتی ناراضگی کا ثبوت بعد کے واقعات سے ملتا ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے دفنانے سے فارغ ہو گئے۔ اور بدر سے حاصل شدہ مالِ غنیمت کی تقسیم شروع

کی۔ ترجہاں اس غزوہ میں شریک غازی صحابہ کرام کا حصہ نکالا۔ وہیں ان کے برابر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بھی پورا حصہ نکالا۔ اور اس پر جناب عثمان نے عرض کی حضور! مال غنیمت تو دے دیا ہے۔ لیکن غزوہ بدر میں شرکت کا ثواب؟ اس پر جناب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو ثواب غزوہ بدر کے شرکا کو ملا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں بھی عطا فرمائے گا۔ شیعہ کتب میں بھی یہ بات موجود ہے۔

سیّدہ ام کلثوم کی وفات کے وقت نبی علیہ السّلام عثمان سے راضی تھے

التنبیہ والاشراف وغیرہ:۔

وَ قَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْهِ لِكُلِّ رَجُلٍ سَهْمًا وَّ لِلْفَرَسِ سَهْمَيْنِ وَ ضَرَبَ لِثَمَانِيَةِ نَفَرٍ بِاَسْهُمِهِمْ لَمْ يَشْهَدُوا الْقِتَالَ وَهُمْ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ تَخَلَّفَ عَنْ بَدْرٍ لِمَرَضِ رُقَيَّةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَرَبَ لَهٗ بِسَهْمِهٖ وَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ اَجْرِىْ

قَالَ اَجْرُكَ -

(۱- التنبیہ والاشراف للمسعودی ص ۲۰۵
ذکر السنۃ الثانیۃ من الھجرۃ
مطبوعہ قاہرہ۔ طبع جدید)
(۲- ناسخ التواریخ علماء جلد سوم ص ۹۳
دوران خلافت عثمان بن عفان۔ مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

غزوہ بدر سے حاصل شدہ مال غنیمت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح تقسیم فرمایا۔ کہ پیدل لڑنے والے کو ایک حصہ اور گھڑ سوار کو دوگنا عطا فرمایا۔ اور آٹھ آدمی ایسے بھی تھے۔ جو اگرچہ غزوہ بدر میں شریک نہ ہوئے۔ لیکن آپ نے ان کے حصے بھی نکالے۔ ان آٹھ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ بدر میں ان کی شرکت اس وجہ سے نہ ہوئی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی اور عثمان غنی کی بیوی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سخت بیمار تھیں۔ (ان کی تیمارداری کے لیے حضرت عثمان کو گھر پر ہی رہنے دیا گیا۔) جب ان کا حصہ دیا گیا۔ تو عثمان نے عرض کی۔ حضور! ثوابِ شرکت کا کیا ہوگا۔؟ فرمایا۔ وہ تمہارا حق ہے۔ ملے گا۔

اس عبارت سے معلوم ہوا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی اگر تھی بھی تو وہ بکا وقتی تھی۔ اگر دائمی ہوتی۔ تو بدر کے مال غنیمت سے عثمان غنی کو حصہ نہ دیا جاتا۔ لیکن یہ اسی وقت ہو سکتا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر کا یقین ہوتا۔ کہ عثمان نے یہ سب کچھ مجھے تکلیف پہنچانے اور میری بیٹی کو رنجیدہ کرنے کے لیے کیا ہے۔ بدر کے مال غنیمت میں

سے حصہ دینے پر ہی اکتفا نہ فرمایا۔ بلکہ بدریوں کے ثواب و اجر میں بھی شریک کر دیا۔ جس
سے صاف عیاں ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی دائمی نہ تھی۔

غزوۂ بدر میں شریک حضرات کے اجر و ثواب کی ایک جھلک فریقین کی کتب میں
موجود ہے۔ ملاحظہ ہو۔

ناسخ التواریخ:۔

إِنَّ اللّٰهَ قَدِ اطَّلَعَ عَلٰى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ وَبِرِوَايَةٍ فَقَدْ وَجَبَتْ لَكُمُ الْجَنَّةُ۔

(ناسخ التواریخ جلد اول ص ۲۷۵۔
وقائع سال دوم ہجرت۔ مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:۔

یقیناً اللہ تعالیٰ اہل بدر کے (ایمان و عمل پر) بخوبی مطلع ہے۔ پس اس نے فرما دیا ہے۔ کہ اے اہل بدر! جیسے چاہو عمل کرو۔ میں نے تمہاری بخشش لکھ دی ہے۔ ایک اور روایت کے مطابق فرمایا۔ میں نے تمہارے لیے جنت واجب کر دی ہے۔

لہٰذا یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بدر میں شریک غازیوں کے برابر مال غنیمت بھی دیں۔ اور اُن کے جنتی ہونے کی اللہ کی طرف سے خوش خبری بھی سنائیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ آپ دائمی ناراضگی

رکھیں؟

وضاحت :-

قارئین کرام کے ذہن میں گزشتہ عبارت سے ایک سوال بار بار ابھرتا ہو گا۔ کہ نجفی شیعی کے طعن میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی زوجہ کا نام ام کلثوم بتلایا گیا۔ اور واقعہ کی تفصیل و تحقیق میں ان کی زوجہ کا نام حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا مذکور ہوا۔ آخر یہ کیا ہے۔

بات دراصل یہ ہے۔ کہ محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم کے مابین یہ بات مختلف فیہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جس بیٹی کی تیمارداری کے لیے پیچھے چھوڑا تھا۔ اس کا نام ام کلثوم تھا۔ یا رقیہ رضی اللہ عنہا بعض نے اول الذکر اور بعض نے دوسرا نام لکھا ہے۔ جیسا کہ حاکم نے "المستدرک" میں تحریر کیا ہے۔

بہر حال نام میں اختلاف ہے۔ لیکن واقعہ درست ہے۔ اور وہ کوئی ایک بیٹی ہی ہو سکتی ہے۔

چیلنج

اس طعن کے ضمن میں ہم نجفی شیعی اور اس کے دیگر یار و مددگار سبھی کو یہ چیلنج کر رہے ہیں تم نے طعن میں جو یہ ذکر کیا۔ کہ

"عثمان ذوالنورین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی نعش کے ساتھ ہم بستری کی۔ اور اس فعل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچائی۔

اور اس ضمن میں لمبی چوڑی کتب اہل سنت کی فہرست بھی جڑ دی۔ اگر تمہارے اس طعن میں کچھ صداقت ہے تو حوالہ کے لیے لکھی گئی کتب میں سے کسی ایک کتاب سے اصل عبارت پیش کر کے اسے ثابت کر دکھاؤ۔ اس پر تمہیں پچاس ہزار روپیہ نقد بطور انعام پیش کروں گا اگر ہمت ہے۔ تو "ھم خرما و ھم ثواب" کا موقع ضائع نہ کرو۔ اور لمین فرصت میں یہ کام کر دکھاؤ۔

لیکن کس میں یارا اور کس کی ہمت کہ اتنا بڑا الزام ثابت کر سکے۔ وادعوا شھداءکم من دون اللہ ان کنتم صادقین۔

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی۔ وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین۔

طعن سوم

(یہ طعن بھی غلام حسین نجفی شیعی نے "قول مقبول" میں من وعن ذکر کیا ہے)

جناب عثمان نے اپنی بیوی ام کلثوم کو قتل کیا۔

ثبوت ملاحظہ ہو۔

اہل سنت کی معتبر کتاب الریاض النضرۃ ص ۱۴۲ جلد ۳ فصل ۱۶ میں لکھا ہے۔ کہ اسمٰعیل بن علیہ فرماتے ہیں۔ کہ میں انس بن خباب سے علم حدیث لینے آیا۔ اس نے پوچھا۔ کہ تم کہاں سے آیا ہے۔ میں نے کہا بصرہ سے۔ اس نے کہا کہ بصرہ تو وہ شہر ہے۔ کہ جس کے رہنے والے قاتل بنت نبی جناب عثمان سے محبت کرتے ہیں۔ میں نے کہا۔ کہ اگر عثمان نے ایک لڑکی کو قتل کیا تھا۔ تو حضور نے دوسری کیوں دی۔

ارباب انصاف۔ ایک مرتبہ مذکورہ واقعہ میں نے میر صاحب کو سنا دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ عثمان نے پہلی بیوی رقیہ کو قتل نہیں کیا تھا۔ بلکہ دوسری بیوی ام کلثوم کو اذیت

جماع سے مار ڈالا تھا۔ اور پھر خلیفہ ولید کی طرح اس کے مردہ سے ہم بستری کرتا رہا۔ اور پوری دنیا میں یہ پہلا خلیفہ ہے۔ جس نے شرم وحیا کا بارڈر توڑ کر اپنی بیوی کے مردہ سے ہم بستری کی ہے۔ اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اذیت دینے والا رحمت خدا کا حق دار نہیں ہے۔

(قول مقبول فی اثبات وحدۃ بنت الرسول

ص ۴۳۲ مطبوعہ لاہور)

جواب:

پچھلے طعن کی طرح اس طعن کو ثابت کرنے کیلئے بھی نجفی صاحب نے دھوکہ بازی اور مکاری سے کام لیا ہے۔ کتاب "ریاض النضرہ" کی عبارت کسی طور پر بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ذات پر اعتراض وطعن کا ثبوت مہیا نہیں کر سکتی۔ اس عبارت کا پس منظر اور حقیقت کچھ یوں ہے۔

یونس بن خباب مذہب رفض سے تعلق رکھتا ہے۔ اس نے جب صاحب "الریاض النضرہ" سے بات چیت کی۔ تو سوال وجواب کو محب طبری صاحب "ریاض النضرہ" نے کچھ یوں بیان کیا۔ کہ

"جب اسماعیل بن علیہ سنی نے یونس بن خباب رافضی سے کوئی سوال پوچھا۔ تو اس رافضی شیعی نے کہا۔ کہ تو اس شہر کا رہنے والا ہے۔ جس کے باشندے اس عثمان بن عفان سے محبت کرتے ہیں۔ جس نے (معاذ اللہ) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو قتل کیا؟ اس سوال یا طعنہ کے جواب میں اسماعیل بن علیہ نے کہا۔ اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو بقول تمہارے قتل کیا تھا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی دوسری بیٹی اُن کے عقد میں کیوں دی تھی؟ صاحب "ریاض النضرۃ" کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

الریاض النضرۃ:-

قُلْتُ قَتَلَ وَاحِدَةً فَلِمَ زَوَّجَهُ الثَّانِيَةَ۔

(الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ جزء دوم
ص ۱۱۱ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:-

میں نے پوچھا اگر تمہارے قول کے مطابق حضرت عثمان نے ایک بیٹی کو قتل کر دیا تھا۔ تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دوسری کیوں بیاہ دی تھی؟

قارئین کرام:- آپ نے صاحب "ریاض النضرہ" کی عبارت ملاحظہ فرمائی یہ تو اس شیعی رافضی کے ایک بکواس کا جواب دے رہے تھے۔ اور اس امر کی تردید کر رہے تھے۔ کہ حضرت عثمان غنی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کا قاتل قرار دینا صرف تمہارے خبیث ذہن کی پیداوار ہے۔ ورنہ اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ صاحب "الریاض النضرہ" تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر کئے گئے۔ طعن کا جواب دے رہے ہیں۔ اور غلام حسین نجفی وغیرہ کو یہاں طعن نظر آ رہا ہے۔ بڑی ڈھٹائی سے اہل سنت کو یہ دھوکہ دینے کی کوشش کہ کہ اہل سنت! دیکھو خود تمہارے اکابر کی کتب اس امر کی نشاندہی کر رہی ہیں۔ کہ وہ عثمان بن عفان "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خیر خواہ نہ تھے۔ بلکہ اذیت دینے والے تھے۔ اس میں مکر و فریب کے پیش نظر "یونس بن خباب" کے نام کے ساتھ اس کے مسلک و مذہب کی نشاندہی تک کرنی گوارا نہ کی۔ تاکہ کہیں حق واضح نہ ہو جائے۔ یہ حقیقت ہے۔ کہ "یونس بن خباب" کٹر رافضی شیعی ہے۔ اور اپنے عقائد کے اعتبار سے خلفائے ثلاثہ کے متعلق اس کے خیالات وہی ہیں۔ جو تقیہ اہل تشیع کے ہیں۔ یعنی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اس کو اللہ واسطے کا بیر ہے۔ کتب اہل سنت میں اسمائے رجال کے تحت

اس کی وضاحت یوں مذکور ہے۔

مذکورہ طعن کرنے والا یونس بن خباب شیعہ تھا۔

میزان الاعتدال:۔

يُونُسُ بْنُ خَبَّابٍ الْأُسَيْدِيُّ مَوْلَاهُمْ الْكُوْفِيُّ عَنْ طَاؤُسٍ وَمُجَاهِدٍ وَعَنْهُ شُعْبَةُ وَمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ وَعِدَّةٌ وَكَانَ رَافِضِيًّا قَالَ لِعَبَّادِ بْنِ عَبَّادٍ عُثْمَانُ قَتَلَ بِنْتَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ قَتَلَ وَاحِدَةً فَلِمَ أَنْكَحَهُ الْأُخْرٰى .... إِبْرَاهِيْمُ ابْنُ زِيَادٍ سَبَلَانُ ثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ قَالَ أَتَيْتُ يُوْنُسَ بْنَ خَبَّابٍ فَسَأَلْتُهُ عَنْ حَدِيْثِ عَذَابِ الْقَبْرِ فَحَدَّثَنِيْ بِهٖ فَقَالَ هٰهُنَا كَلِمَةٌ أَخْفَوْهَا النَّاصِبَةُ قُلْتُ مَا هِيَ قَالَ إِنَّهُ يُسْأَلُ فِيْ قَبْرِهٖ مَنْ وَلِيُّكَ فَإِنْ قَالَ عَلِيٌّ نَجَا فَقُلْتُ وَاللّٰهِ مَا سَمِعْنَا

هٰذَا فِیْ اٰبَائِنَا الْاَوَّلِیْنَ فَقَالَ لِیْ مِنْ اَیْنَ اَنْتَ قُلْتُ مِنْ اَهْلِ الْبَصْرَةِ قَالَ اَنْتَ عُثْمَانِیٌّ خَبِیْثٌ اَنْتَ تُحِبُّ عُثْمَانَ وَاَنَّهٗ قَتَلَ بِنْتَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ قَتَلَ وَاحِدَةً فَلِمَ زَوَّجَهُ الْاُخْرٰی فَاَمْسَكَ۔

(میزان الاعتدال فی نقد الرجال جلد نمبر ۳
ص ۴۷۷ تذکرہ یونس بن خباب حرف الیاء
مطبوعہ مصر طبع جدید)

ترجمہ:۔

یونس بن خباب اسیدی کوفی کے بارے میں بہت سے ناقدین اور اسماء کے رجال کے محققین نے کہا کہ یہ رافضی تھا۔ اس یونس نامی رافضی نے عباد بن عباد سے کہا۔ کہ عثمان نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں بیٹیوں کو قتل کیا تھا۔ تو میں (عباد بن عباد) نے اُسے کہا۔ اچھا اگر یہی۔ بات تھی۔ تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بیٹی کے قتل کے بعد دوسری بیٹی عثمان بن عفان سے کیوں بیاہی؟ راوی عباد بن عباد کہتے ہیں۔ کہ میں ایک مرتبہ اسی یونس بن خباب کے پاس آیا اور اس سے عذاب قبر کے متعلق حدیث کے بارے میں پوچھا۔ اس نے مجھے وہ حدیث سُنائی۔ اور ساتھ ہی کہا۔ کہ اس حدیث میں ایک کلمہ ایسا بھی ہے

جسے ناصبی (اہل سنت) چھپا دیتے ہیں۔ اور بیان نہیں کرتے۔ میں نے پوچھا وہ کلمہ کیا ہے؟ کہنے لگا۔ قبر میں مردے سے یہ بھی سوال کیا جائے گا۔ کہ تیرا ولی کون ہے؟ اگر اُس نے کہا۔ کہ میرے ولی حضرت علی المرتضےٰ ہیں۔ تو نجات پا جائے گا۔ (ورنہ نہیں) میں نے یہ سُن کر کہا۔ خدا کی قسم! ہم نے اپنے آباؤ اجداد سے یہ کلمہ ہرگز نہیں سُنا۔ اس پر وُہ برافروختہ ہوا۔ اور کہنے لگا۔ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ میں نے کہا۔ میرا بصرہ سے تعلق ہے۔ کہنے لگا۔ اچھا تم عثمانی ہو۔ اور خبیث ہو تم حضرت عثمان سے محبت کرتے ہو۔ حالانکہ اُس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں بیٹیوں (ام کلثوم۔ رقیہ) کو قتل کیا تھا۔ میں نے پوچھا۔ (اگر واقعی یہ درست ہے) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بیٹی کے قتل ہو جانے کے بعد دوسری بیٹی اُس کے نکاح میں کیوں دی۔ اس پر وُہ خاموش ہو گیا۔

بددیانتی اور دھوکہ دہی کی حد ہو گئی۔

نجفی صاحب نے اپنی دیرینہ روایات و عادات کے مطابق تبرہ بازی کے شعار کو اپناتے ہوئے جو طعن لگایا۔ اس کا تفصیلی جواب تو ہو چکا ہے۔ البتہ اس طعن کے ضمن میں اس کو باطن کی یہ منطق کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دونوں بیٹیوں کو قتل نہیں کیا تھا۔ بلکہ دوسری کے قاتل تھے۔ یہ فریب اور مکر اس لیے کیا گیا۔ تاکہ اپنے طور پر اپنے ہم مسلک یونس بن خباب کا جس بات پر وہ خاموش ہو گیا تھا اس کا جواب بنایا جائے۔ اعتراض یہ تھا۔ کہ اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں بیٹیوں کو یکے بعد دیگرے قتل کر دیا تھا۔ تو آپ نے ایک کے قتل کے بعد دوسری کی شادی کیوں کر دی تھی؟ اس کا جواب یوں گھڑا جا رہا ہے۔ کہ ایک ہی بیٹی قتل ہوئی تھی۔ اور وہ بھی دوسری تھی۔ لہذا اس قتل کے بعد کوئی ثابت نہیں کر سکتا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پھر سے شادی کی پیشکش کی ہو۔ اس دھوکہ دہی

اور فریب کاری کا جواب بھی اسی کتاب یعنی "الریاض النضرۃ" میں بقول حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ یوں منقول ہے۔

الریاض النضرۃ:۔

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَوْ كَانَ عِنْدِيْ اَرْبَعُوْنَ بِنْتًا لَزَوَّجْتُ عُثْمَانَ وَاحِدَةً بَعْدَ وَاحِدَةٍ حَتّٰى لَا يَبْقٰى مِنْهُنَّ وَاحِدَةٌ۔

(الریاض النضرۃ جزء ثالث ص ۱۱ مطبوعہ بیروت طبع جدید۔ ذکر اختصاصہ بعظیم الشرف وشرف المنقبة بتزویج ابنتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ

ترجمہ:۔

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ اگر میری چالیس بیٹیاں ہوتیں۔ تو بھی میں یکے بعد دیگرے ان کی شادی حضرت عثمان سے کر دیتا۔ یہاں تک کہ ایک بھی باقی نہ رہتی۔

لمحۂ فکریہ:۔

شیعی نجفی کے مذکور طعن کی حقیقت کھل کر سامنے آگئی۔ صاحب "الروض النضرۃ"

کی عبارت کہ جس کا طعن میں سہارا لیا گیا تھا وہ الٹی رفض و شیعیت کی قاطع ہے۔ عبارت مذکورہ میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں۔ جو معترض کے دعوی کے اثبات میں پیش کیا جا سکے۔ اس طرح خود اپنی تردید میں لکھی گئی عبارت سے نجفی شیعی کو رسوائی ہوئی۔ عبارت مذکورہ سے یہ بات بالکل عیاں ہے کہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ انس و محبت اور پیار تھا معترض نے ایک چور راستہ ڈھونڈ کر دھوکہ دینے کی نظری جسارت کی۔ لیکن ہم نے اس کی بھی خبر لی۔ اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبت بھرے ارشاد کو بھی ذکر کر دیا۔ اس عبارت سے کتنا، پیار ٹپک رہا ہے۔ "اگر میری چالیس بیٹیاں ہوتیں۔ تو ایک ایک کر کے ان کا عقد عثمان سے کر دیتا"، لیکن دو ہی بیٹیاں تھیں۔ حضرت خاتون جنت اور زینب رضی اللہ عنہما کو چھوڑ کر جو آپ نے حضرت عثمان کی زوجیت میں دے دیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہی وہ خوش نصیب شخص ہیں۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ تک کسی پیغمبر کی دو بیٹیاں جس کے عقد میں آئی ہوں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اپنے بیگانے سبھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو "ذوالنورین" کہتے ہیں۔ یہ دو نور وہی صاحبزادیاں تھیں۔ جن کی زوجیت سے حضرت عثمان کو یہ لقب ملا۔ کتب شیعہ بھی اس لقب کی وجہ تسمیہ میں اس مفہوم پر متفق ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

عثمان کا لقب ذوالنورین شیعہ کتب سے

منتخب التواریخ:

و اما مخدّرۂ مکرمہ ام کلثوم اسم شریفش آمنہ بود و بعد از جناب رقیہ بعثمان تزویج شد۔ لہٰذا عثمان را ذوالنورین مے گویند۔

(منتخب التواریخ ص ۲۵ باب اول مطبوعہ تہران ۔ طبع جدید)

ترجمہ:-

صاحبہ عزت وکرامت حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا اصل نام آمنہ تھا۔ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی فوتیدگی کے بعد حضرت عثمان کی زوجیت میں آ گئیں۔ اسی لیے حضرت عثمان کو "ذوالنورین" کہتے ہیں۔

دنیا میں "ذوالنورین" کے لقب سے شہرت پانے والے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ والہی عقیدت اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابدی پیار کی درج ذیل قول کتنی بڑی دلیل ہے۔ فرمایا

الریاض النضرۃ:-

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِکُلِّ نَبِیٍّ رَفِیْقٌ فِی الْجَنَّۃِ وَرَفِیْقِیْ عُثْمَانُ۔

(الریاض النضرہ جزء ثالث ص، مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:-

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جنت میں ہر نبی کا کوئی نہ کوئی رفیق ہوگا اور میرا رفیق عثمان غنی ہے۔

ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

طعن چہارم

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ایسے جلیل القدر صحابی کو عثمان غنی نے بلاوجہ جلاوطن کیا

سیدنا حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ وہ جلیل القدر صحابی تھے۔ جو اپنی حق گوئی اور بے باکی کی وجہ سے مشہور تھے۔ حتی کہ خلفائے ثلاثہ کے مظالم اور زیادتیوں کے بیان کرنے سے بھی نہ چوکتے تھے۔ یہی وجہ تھی۔ کہ حضرت عثمان نے اپنی خلافت کے زمانہ میں انہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس سرزمین شام میں بھیج دیا۔ لیکن ابوذر تھے کہ وہاں پہنچنے پر بھی ان کی استقامت اور حق گوئی و بے باکی میں کوئی فرق نہ آیا۔ اہل بیت کے فضائل مناقب اور خلفائے ثلاثہ کی داستان مظالم ان کی زبان کی زینت تھیں۔ اسی بے باکی نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو سوچنے پر مجبور کیا۔ کہ یہ شخص ایسا نہ ہو۔ کہ کوئی مسئلہ کھڑا کر دے لہذا حضرت عثمان کو لکھا۔ کہ آپ ابوذر غفاری کو واپس بلوا لیں۔ ورنہ حکومت کا معاملہ درہم برہم ہو جائے گا۔ اس پر حضرت عثمان نے جناب ابوذر رضی اللہ عنہ کو واپس مدینہ منورہ بلا لیا

کچھ دنوں بعد ان کو مکہ مکرمہ کے نزدیک واقع مقام "ربذہ" کے جنگل میں جلاوطن کر دیا یہاں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بڑی بے بسی اور کس مپرسی کے عالم میں کچھ عرصہ گزارا۔ اور اسی بے یار و مددگار ماحول میں دنیا سے پردہ فرما گئے۔ یہ تاریخی المیہ اہل سنت کی معتبر کتاب، "کامل ابن اثیر"، جلد ۳ ص ۱۱۵ پر تفصیل سے تحریر ہے۔

اس واقعہ کی سنگینی اور ہوس اقتدار کی خاطر ایک جلیل القدر صحابی کو جلاوطنی کی زندگی میں دھکیلنا ہر ذی عقل کو یہ ماننے پر مجبور کرتا ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی کا ان لوگوں سے کیا سلوک رہا ہے۔ جو اہل بیت کے بہی خواہ اور محب تھے۔ اور وقت کے حکمرانوں کے لیے چیلنج تھے۔

جواب ۱:۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی سرزمین شام کو روانگی کی اصلیت

طعن مذکور میں دو اہم باتوں کا معترض نے ذکر کیا اوّل یہ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مجبور ہو کر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ سے ملک شام بھیجا۔ وہاں اس وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حکومت کے عامل تھے۔ ہم پہلے اس واقعہ کی اصلیت کی طرف کچھ عرض کرتے ہیں یعنی یہ کہ کیا حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان نے اپنی خلافت کے زمانہ میں ملک شام بھیجا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ سیدنا حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فطری طور پر درویش منش اور سادگی پسند تھے۔ ترک دنیا و زہد و تقوی اور للہیت ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ یہی فطری اوصاف تھے۔ کہ انہوں نے بارگاہ رسالت سے "مسیح الاسلام" کا لقب پایا۔ زہد و ورع

بجوں کا توں کارفرما تھا۔ کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رحلت سے اس میں اور اضافہ ہوگیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نہایت شکستہ خاطر ہوگئے۔ ہر وقت بجھے بجھے سے رہنے لگے۔ بالآخر انہی حالات میں انہوں نے یہ فیصلہ کرلیا۔ کہ مجھے اب مدینہ چھوڑ دینا چاہیے۔ اور کسی ایسی جگہ چلا جانا چاہیے۔ جہاں غربت کی زندگی گزار سکوں۔ لہٰذا آپ اس فیصلہ کی تکمیل کے لیے مدینہ منورہ سے سرزمین شام چلے گئے۔ اور عزلت کی زندگی اختیار فرمائی۔

(الاستیعاب لابن عبدالبر جلد اوّل ص ۸۳)

جواب ۲:-

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی مخالفت کا پس منظر۔

حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا دورِ خلافت، وہ زمانہ تھا جس میں سادگی اور بے تکلفی اپنی حقیقت کے ساتھ جلوہ فرما تھی۔ زندگی سادہ، خوراک سادہ، رہن سہن سادہ گویا ہر طرف سادگی کی ہی چھاپ تھی۔ پھر جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ تو اس دور میں مسلمانوں پر فتوحات کے دروازے کھل گئے۔ جن کی وجہ سے مال و دولت کی فراوانی ہوگئی۔ مالِ غنیمت کی کثرت نے لوگوں کی زندگی کو بدل کر رکھ دیا۔ جس کا قدرتی نتیجہ تھا۔ کہ اب وہ سادگی اور بے تکلفی نہ رہی۔ جو اس سے قبل تھی۔ زندگی پر تکلف، رہن سہن خوش گوار اور خوراک و پوشاک میں بہت سی آسودگیوں نے جگہ لے لی۔

سیدنا فاروق اعظم کے دور میں ان فتوحات سے ملنے والے مال غنیمت کے انبار ضرور لگے۔ لیکن مذکورہ معاشی و معاشرتی تبدیلیاں فوری طور پر معرض وجود میں نہ آئیں۔ جب دور فاروقی قریب الاختتام ہوا۔ تو پھر اس کے اثرات ظاہر ہونے لگے۔ مملکت اسلامیہ میں سے خاص کر سرزمین شام سرحدی علاقہ تھا۔ اس کے بالکل قریب اُس پار رومی تھے۔ جن کی تہذیب جن کا تمدن اور معاشی و معاشرتی اقدار اپنے عروج پر تھیں۔ لہٰذا مال و زر کی فراوانی کے اثرات جو شامیوں نے قبول کیے۔ وہ دوسرے علاقہ جات کی نسبت کہیں زیادہ تھے۔ یہاں کے مسلمانوں کی بود و باش بڑی تکلفانہ اور ٹھاٹھ باٹھ کی تھی۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ حکومت کی سیاسی حکمتِ عملی کا بھی اس اثر کے قبول کرنے میں کافی دخل تھا۔

ادھر یہ عالم تھا۔ اور اُدھر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جن مقاصد و ارادوں کی خاطر مدینۃ الرسول چھوڑ کر یہاں آئے تھے۔ وہ خواب و گمان بن گئے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو ایسی زندگی ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔ وہ اس بات کے متمنی تھے۔ کہ ایسی سادگی اور بے تکلفی کا دور دورہ ہو۔ جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے دور پاک میں تھی۔ وہ چاہتے تھے۔ کہ ہر شخص ان کی طرح خالی ہاتھ زندگی بسر کرے۔ عیش و عشرت کو قریب نہ آنے دے۔ ان کی تمنا تھی۔ اور ان کا معمول تھا۔ کہ آج کے لیے جو کچھ کھانے کو میسر آجائے اس پر اکتفا کر لی جائے۔ کل کی ضروریات خدا پوری کر دے گا۔ گویا زندگی گذارنے کا ان کا یہ ایک سادہ اور پختہ نظریہ تھا۔ جس پر خود بھی عمل پیرا تھے۔ اور دوسروں کا بھی اس پر کاربند ہونا ضروری سمجھتے تھے۔ چنانچہ آپ نے اپنے اس نظریہ کی بڑی بے باکی اور جوانمردی سے تبلیغ زبانی شروع کر دی۔ مملکت کے کارپردازوں کے جاہ و حشمت اور عیش و عشرت کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ ان کی عیش پرستی پر نقطہ چینی کی۔ یہ سب کچھ قرآن کریم کی آیت سے بطور استدلال پیش فرماتے۔ آیت یہ ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا

فِي سَبِيلِ اللهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ (التوبہ)

ترجمہ:-

جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں۔ اور اللہ کی راہ میں اُسے خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے استدلال کو درست نہ مانتے تھے۔ ان کا خیال یہ تھا۔ کہ اس آیت سے قبل چونکہ یہود و نصاریٰ کا ذکر ہے۔ اس لیے اس آیت کا تعلق بھی انہی کے ساتھ ہے۔ اُدھر حضرت ابوذر غفاری اس کے قطعاً قائل نہ تھے۔ بلکہ وہ اسے یہود و نصاریٰ اور مسلمانوں سبھی کے لیے عام تصور کرتے تھے۔ اسی لیے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ حکم "ولا ینفقونها فی سبیل الله" سے یہ مراد لیتے تھے۔ کہ تمام کا تمام مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہیے۔ لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس سے صرف زکوٰۃ و صدقات واجبہ مراد لیتے تھے۔ ان کے خیال میں ایک مسلمان کے لیے دولت جمع کرنا کوئی معیوب نہ تھا۔ جب کہ وہ زکوٰۃ و صدقات وغیرہ عبادات مالیہ بجا لاتا ہو۔ بہر حال حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی زندگی جس طرز معاشرت اور معیشت میں ڈھل چکی تھی۔ وہ اس سے دست بردار ہونے کے لیے ہرگز آمادہ نہ تھے۔ اُدھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اپنے موقف پر سختی سے ڈٹے ہوئے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی تبلیغ اور وعظ و نصیحت سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خطرہ لاحق ہوا۔ کہ عجب نہیں کہ شام میں اس سے کوئی فتنہ رونما ہو جائے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان تمام حالات سے حضرت عثمان غنی کو مطلع کیا۔ اس پر حضرت عثمان غنی نے جناب ابوذر کو مدینہ منورہ بلوا لیا۔ جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ مدینہ پہنچے۔ تو یہاں کے معاشرتی اور تمدنی حالات میں کافی تبدیلی آچکی تھی۔ مدینہ منورہ میں جو سادگی اور بے تکلفی دورِ نبوت اور دورِ شیخین میں تھی۔ اُس میں بڑا فرق آچکا تھا۔

لوگ جو سادگی اور زہد و تقویٰ میں دنیا والوں کے لیے نمونہ تھے۔ وہی لوگ اور ان کی جانشین اولاد اب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو تعجب کی نگاہ سے دیکھتے۔ جدھر نکلتے لوگوں کا ایک ہجوم ان کے گرد کھڑا ہو جاتا۔ اور آپ کی سادگی کو تعجب سے دیکھا جاتا۔ آپ نے ماحول کا مطالعہ کیا۔ لیکن سازگاری کے آثار نظر نہ آئے۔ لہٰذا اپنی فطرت اور پیدائشی سادگی کی وجہ سے حضرت عثمان غنی سے درخواست کی۔ کہ آپ مجھے مکہ کرمہ کے نزدیک "ربذہ" نامی مقام پر بھیج دیں۔ میں وہاں ہی سکونت رکھنا چاہتا ہوں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کو وہاں رہنے کی اجازت دے دی۔ اجازت ملنے پر آپ بمعہ اہل و عیال مدینہ منورہ سے عازم ہو گئے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں پوری عزت اور شان و شوکت سے الوداع کیا۔ جاتے وقت دو غلام کچھ اونٹنیاں اور نقدی بھی عطا کی۔ حوالہ کے لیے درج ذیل کتب کا مطالعہ فرمائیں۔

(۱۔ البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۱۵۵-۱۵۶
سنۃ ثلاثین من ہجرۃ النبویہ
مطبوعہ بیروت طبع جدید)
(۲۔ طبقات ابن سعد جلد ۴ ص ۲۲۷
تذکرہ ابوذر و اسم جندب)
مطبوعہ بیروت طبع جدید)
(۳۔ الکامل فی التاریخ لابن الاثیر۔ جلد ۳
ص ۱۱۵ ذکر تسیر ابی ذر الی الربذۃ
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے مقام "ربذہ" میں تشریف لانے سے ان لوگوں کو ایک اور موقعہ ہاتھ لگ گیا۔ جن کو کام ہی فساد تھا۔ مفسدین نے اس واقعہ کو خوب ہوا دی۔

اور چاروں طرف اس کی تشہیر کی۔ کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان نے اس لیے مدینہ میں نہیں رہنے دیا۔ کہ یہ اُن کی غلطیاں نکالتے تھے۔ اور بدا عمالیوں کی لوگوں میں تشہیر کرتے اور حق کی تبلیغ کرتے تھے۔ لیکن یہ سب باتیں عثمان غنی کو ایک آنکھ نہ بھاتی تھیں۔ اس لیئے انہیں مدینہ بدر کر دیا۔ حالانکہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا مقام "ربذہ" میں سکونت اختیار فرمانا خود ان کی صوابدید پر ہوا تھا۔ ان کی طہارت و تقوای اور نیک نیتی کی وجہ سے تھا۔ لیکن تبرائیوں نے اسے الٹا ہی رنگ دے دیا۔ خود حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو ورغلانے کی کوششیں بھی ہوئیں۔ اسی سلسلہ میں عراقیوں کا ایک وفد ان سے مقام "ربذہ" میں ملنے آیا اور یہ کہہ کر بھڑکانے کی کوشش کی۔ کہ حضرت عثمان غنی کا آپ سے سلوک نہایت ظالمانہ ہے آپ جیسے مرنجاں مرنج آدمی کو نہ شام میں رہنے دیا۔ اور پھر مدینہ بلا کر وہاں سے بھی باہر نکال دیا۔ اس سلوک کی وجہ سے ہمیں آپ پر ترس آتا ہے۔ اور عثمان غنی کی اس حرکت پر ہمارے دل رنجیدہ ہیں۔ لہذا اگر آپ امیر المومنین کے خلاف آواز اٹھائیں۔ تو ہم آپ کے دست و بازو بن جائیں گے اور ان کی خلافت کو ختم کرنے میں آپ کی ہر طرح معاونت کریں گے۔ ان عراقیوں کے جواب میں آپ نے فرمایا۔

طبقات ابن سعد:۔

"مسلمانو! اس معاملہ میں تم دخل نہ دو۔ اپنے حاکم کو بدنام نہ کرو۔ کیونکہ جس نے اپنے حاکم کو ذلیل کیا۔ وہ توبہ کی قبولیت سے محروم رہا۔ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مجھ کو سُولی پر بھی چڑھا دیتے۔ تو مجھ کو عذر نہ ہوتا۔ اور میں اسی بات میں اپنے لیے بہتری سمجھتا۔ اگر وہ مجھے بجائے ربذہ کے ایک افق سے دوسرے افق یا مشرق سے مغرب بھیج دیتے۔ تب بھی میں ان کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتا۔ اور اسی میں اپنی بھلائی سمجھتا۔ اور اگر وہ مجھے کہیں نہ بھیجتے

اور مجھ کو میری قیام گاہ پر ہی لوٹا دیتے۔ تو بھی مجھے کوئی عذر نہ ہوتا۔ اور اس میں بھی میں اپنی سعادت سمجھتا۔"

(طبقات ابن سعد جلد ۴ ص ۲۲۸
تذکرہ ابوذر (اسمہ جندب)
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

سیدنا حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے جب عراقیوں نے یہ جواب سنا تو اپنے ارادوں میں ناکامی کی صورت میں اپنا سا منہ لے کر واپس پلٹ گئے لیکن اپنی شیطنت سے باز نہ آئے۔ اور شب و روز لوگوں کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف اکساتے رہے۔ اور ان کی خلافت کو کمزور کرنے کی ہر ممکن کوشش میں مصروف رہے۔

ان تاریخی حقائق سے تین امور ثابت ہوئے

امر اول :-

سیدنا حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ایسے درویش منش صحابی تھے کہ ترکِ دنیا اور زہد و تقویٰ سے آپ کی زندگی عبارت تھی۔ دنیوی مال و دولت کو زہر قاتل سمجھتے اور صرف اس قدر خوراک کو جائز سمجھتے کہ جس سے آج کا وقت گزر جائے۔

امر دوم :-

اپنے نظریہ اور مقصد کی ہر لمحہ تبلیغ فرماتے۔ اور اس سلسلہ میں کسی کی پرواہ تک نہ

کرتے۔ والذین یکنزون الذھب والفضۃ الخ آیت کریمہ آپ کا اوڑھنا بچھونا تھی۔ اس کو بطور استدلال پیش فرماتے۔ اور مزید کہتے۔ کہ آدمی کو اپنا سارا مال راہِ خدا میں صرف کردینا چاہیئے۔ آپ کے نظریہ کی جو مخالفت کرتا اسے ضرورت پڑنے پر سزا بھی دیتے۔

امر سوم:۔

نظریہ میں لچک نہ ہونے کی وجہ سے انہیں سرزمین شام جانا پڑا۔ اور پھر وہاں سے واپس مدینہ منورہ بلوایا گیا۔ لیکن یہاں کے رہن سہن سے تنگ آکر مقام ربذہ جانے کی خواہش کی جسے حضرت عثمان نے بخوشی قبول فرمایا۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے پیش کش کی۔ کہ اگر آپ قبول فرمائیں۔ تو میں آپ کو اپنا ذاتی مال ومتاع پیش کردوں

امور درج بالا کی کتب اہل تشیع سے تائید

تائید امر اوّل

ابوذر غفاری کا زھد و ترک دنیا

بحار الانوار :-

قِيْلَ لَهُ عِنْدَ الْمَوْتِ يَا اَبَاذَرٍّ مَا مَالُكَ؟ قَالَ عَمَلِيْ قَالُوْا اِنَّمَا نَسْأَلُكَ عَنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ قَالَ مَا اَصْبَحَ وَلَا اَمْسٰى وَمَا اَمْسٰى وَلَا اَصْبَحَ ۔

(۱- بحار الانوار جلد ۲۲ صفحہ نمبر ۴۰۰ باب کیفیۃ اسلام ابی ذر مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲- تنقیح المقال جلد ۱ ص ۲۳۶/ باب جنادہ وجندب - مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے بوقت وصال پوچھا گیا۔ آپ کا مال

کیا کیا ہے؟ فرمایا میرا مال میرے اعمال ہی ہیں۔ پوچھنے والوں نے پوچھا۔ ہم سونے اور چاندی کے بارے میں آپ سے سوال کر رہے ہیں۔ تو فرمایا۔ (میرا عقیدہ یہ ہے) کہ جو صبح کو ہو۔ وہ شام کو نہ رہے۔ اور جو شام کو میسر آئے۔ وہ صبح تک نہیں رہنا چاہیئے۔

اصول کافی:۔

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ كَانَ اَبُوْذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یَقُوْلُ فِیْ خُطْبَتِهٖ یَا مُبْتَغِی الْعِلْمِ كَاَنَّ شَیْئًا مِّنَ الدُّنْیَا لَمْ یَكُنْ شَیْئًا اِلَّا مَا یَنْفَعُ خَیْرُهٗ وَیَضُرُّ شَرُّهٗ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ یَا مُبْتَغِی الْعِلْمِ لَا یَشْغَلُكَ اَهْلٌ وَّ مَالٌ عَنْ نَّفْسِكَ اَنْتَ یَوْمَ تُفَارِقُهُمْ كَضَیْفٍ بِتَّ فِیْهِمْ ثُمَّ غَدَوْتَ عَنْهُمْ اِلٰی غَیْرِهِمْ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةُ كَمَنْزِلٍ تَحَوَّلْتَ مِنْهُ اِلٰی غَیْرِهٖ وَمَا بَیْنَ الْمَوْتِ وَالْبَعْثِ اِلَّا كَنَوْمَةٍ نِمْتَهَا ثُمَّ اسْتَیْقَظْتَ مِنْهَا۔

(۱۔ اصول کافی جلد ۲ ص ۱۳۴ کتاب الایمان والکفر باب ذم الدنیا الخ مطبوعہ تہران۔ طبع جدید)

(۲۔ بحار الانوار جلد ۲۲ ص ۴۱۰ باب کیفیت اسلام ابی ذر مطبوعہ تہران۔ طبع جدید)

ترجمہ:۔

حضرت ابی عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ دوران خطبہ فرمایا کرتے تھے۔ اے اللہ کے طالب! دنیا کی کوئی چیز اہم نہیں۔ مگر وہ چیز جو اچھی ہو اور نفع دے یا بری ہو اور ضرر کا باعث بنے۔ مگر جس پر اللہ رحم فرمائے۔ اے علم کے طالب! تجھے تیرا اہل وعیال اور مال و دولت کہیں اس ارادے سے روک نہ دے۔ کیونکہ ایک دن تو نے ان سب کو چھوڑ دینا ہے۔ تیرا تعلق ان کے ساتھ ایسا ہے۔ کہ کوئی مہمان ان کے ہاں رات گزارتا ہے۔ پھر صبح اٹھ کر آگے چل پڑتا ہے۔ دنیا اور آخرت دو منزلیں ہیں۔ کہ ایک کو چھوڑ کر دوسری کی طرف پلٹ جاتا ہے۔ موت اور قیامت میں دوبارہ اٹھنے کے درمیان بس اتنا وقفہ ہے۔ کہ تو سویا۔ اور پھر بیدار ہو گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے حضرت ابوذر کی متوکلانہ زندگی کا مژدہ جانفزا

حیات القلوب:۔

حضرت فرمود کہ اے ابوذر خدا ترا رحم کند تو تنہا و غریب زندگانی خواہی کرد و تنہا خواہی مرد و تنہا مبعوث خواہی شد و تنہا داخل بہشت خواہی شد

(۱۔ حیات القلوب جلد ۲ ص ۴۰۰ باب ششم احوال ابوذر مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)

(۲۔ رجال کشی ص ۲۸/ تذکرہ ابوذر
غفاری مطبوعہ کربلا۔ طبع جدید)
(۳۔ بحار الانوار جلد ۲۲ ص ۳۹۸
باب کیفیت اسلام ابی ذر مطبوعہ
تہران طبع جدید)
(۴۔ تنقیح المقال جلد ۱ صفحہ نمبر ۲۳۵
من ابواب الجیم۔ مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابوذر! اللہ تم پر رحم کرے تم اکیلے اور غربت کی زندگی بسر کرو گے۔ اور تنہائی کے ماحول میں دنیا سے رخصت ہو گے۔ اور قبر سے علیحدہ ہی تمہاری بعثت ہو گی۔ اور بہشت میں بھی انفرادی طور پر داخل ہو گے۔

امر دوم کی کتب شیعہ سے تائید۔

سارا مال راہ خدا میں خرچ کرنا ابوذر غفاری کے نزدیک فرض تھا

بحار الانوار:۔

وَرَوٰی اَبُوْعُثْمَانَ الْجَاحِظُ عَنْ جَلَامِ ابْنِ

جُنْدُبٍ الْغِفَارِيِّ قَالَ كُنْتُ عَامِلاً لِمُعَاوِيَةَ عَلَى قِنَّسْرِيْنَ وَالْعَوَاصِمِ فِيْ خِلَافَةِ عُثْمَانَ فَجِئْتُ اِلَيْهِ يَوْمًا اَسْاَلُهُ عَنْ حَالِ عَمَلِيْ اِذْ سَمِعْتُ صَارِخًا عَلٰى بَابِ دَارِهِ يَقُوْلُ　　اَتَتْكُمُ الْقِطَارُ بِحَمْلِ النَّارِ اَللّٰهُمَّ الْعَنِ الْاٰمِرِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ التَّارِكِيْنَ لَهُ اَللّٰهُمَّ الْعَنِ النَّاهِيْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ الْمُرْتَكِبِيْنَ لَهُ فَازْبَاَرَّ مُعَاوِيَةُ وَتَغَيَّرَ لَوْنُهُ وَقَالَ يَاجَلَّامُ اَتَعْرِفُ الصَّارِخَ فَقُلْتُ اَللّٰهُمَّ لَا قَالَ مَنْ عَذِيْرِيْ مِنْ جُنْدُبِ ابْنِ جُنَادَةَ يَاْتِيْنَا كُلَّ يَوْمٍ فَيَصْرِخُ عَلٰى بَابِ قَصْرِنَا بِمَا سَمِعْتَ ثُمَّ قَالَ اَدْخِلُوْهُ فَجِيْئَ بِاَبِيْ ذَرٍّ بَيْنَ قَوْمٍ يَقُوْدُوْنَهُ حَتّٰى وَقَفَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ يَا عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّ رَسُوْلِهِ تَاْتِيْنَا فِيْ كُلِّ يَوْمٍ فَتَصْنَعُ بِمَا تَصْنَعُ .... فَاَقْبَلَ عَلٰى مُعَاوِيَةَ وَقَالَ مَا اَنَا بِعَدُوٍّ لِلّٰهِ وَلَا لِرَسُوْلِهِ بَلْ اَنْتَ وَاَبُوْكَ عَدُوَّانِ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهِ۔

(بحار الانوار جلد ۲۲ ص ۴۱۵ - ۴۱۶

باب کیفیت اسلام ابی ذر۔

مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

ابو عثمان جاحظ نے جلام بن جندل سے روایت کی۔ کہ میں امیر معاویہ کی طرف سے قنسرین اور عواصم پر عامل مقرر تھا۔ ان دنوں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت تھی۔ میں ایک مرتبہ امیر معاویہ کے پاس اپنے عامل ہونے کے متعلق رپورٹ کے بارے میں حاضر ہوا۔ تو اچانک امیر معاویہ کے دروازے سے ایک چلانے والے کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ اے معاویہ! تمہارے پاس اونٹوں کی قطار آئی ہے۔ جن پر آگ لدی ہوئی ہے اے اللہ! نیکی کا حکم دینے والوں پر لعنت کر۔ جو خود اس پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔ اے اللہ! برے کاموں سے روکنے والوں پر لعنت کر جو خود نہیں رکتے۔ اس سے امیر معاویہ کو غصہ آیا۔ اور ان کے چہرہ کا رنگ تبدیل ہو گیا۔ اور پوچھا اے جلام! جانتے ہو یہ چیخنے والا کون ہے؟ میں نے عرض کیا۔ نہیں۔ خود ہی کہا۔ کہ میرے ایک عزیز نے بتلایا کہ یہ جندب ابن جنادہ (ابوذر غفاری) ہے۔ روزانہ آتا ہے اور ہمارے گھر کے سامنے اسی طرح یہ چیختا چلاتا ہے۔ پھر کہا۔ اسے اندر لے آؤ۔ تو دیکھا کہ لوگوں نے ابوذر کو پکڑا ہوا ہے۔ اور انہیں امیر معاویہ کے پاس لا رہے ہیں۔ ابوذر آئے۔ اور امیر معاویہ کے سامنے کھڑے ہو گئے امیر معاویہ نے انہیں کہا۔ اے اللہ اور اس کے رسول کے دشمن! تم یہاں روزانہ آتے ہو۔ اور جو چاہتے ہو کرتے ہو............ یہ سن کر ابوذر حضرت امیر معاویہ کے اور قریب آئے۔ اور کہا۔ اللہ اور اس کے رسول کا میں دشمن نہیں ہوں بلکہ تم اور تمہارے باپ۔ اللہ اور اس کے رسول کے دشمن ہیں۔

نوٹ:- حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی شدتِ تبلیغ کا یہ ایک نمونہ ہے جس سے ان کی حقیقتِ حال عیاں ہو جاتی ہے۔

بحار الانوار:-

وَفِیْ رِوَایَۃٍ اُخْرٰی لَا اَنْعَمَ اللّٰہُ بِکَ عَیْنًا
یَاجُنَیْدِبُ فَقَالَ اَبُوْ ذَرٍّ اَنَا جُنْدَبٌ وَ
سَمَّانِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
عَبْدَ اللّٰہِ فَاخْتَرْتُ اِسْمَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ الَّذِیْ سَمَّانِیْ بِہٖ عَلٰی
اِسْمِیْ فَقَالَ لَہٗ عُثْمَانُ اَنْتَ الَّذِیْ تَزْعَمُ
اَنَّا نَقُوْلُ یَدُ اللّٰہِ مَغْلُوْلَۃٌ وَّ اَنَّ اللّٰہَ فَقِیْرٌ
وَنَحْنُ اَغْنِیَآءُ فَقَالَ اَبُوْ ذَرٍّ لَوْ کُنْتُمْ لَا
تَقُوْلُوْنَ ھٰذَا لَاَنْفَقْتُمْ مَالَ اللّٰہِ عَلٰی عِبَادِہٖ۔

(بحار الانوار جلد ۲۲ صفحہ نمبر ۴۱۶ باب
کیفیت اسلام ابی ذر مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

ایک اور روایت میں ہے۔ (جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے) تو حضرت عثمان نے کہا۔ اے جنیدب! اللہ تیرا بھلا نہ کرے۔ یہ سن کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں جندب ہوں (جنیدب نہیں) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام عبداللہ رکھا ہے۔ اس لیے میں نے اپنے پہلے نام کی بہ نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تجویز کردہ نام پسند کر لیا ہے۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا۔ تم وہی ہو کہ جس

کا ہمارے متعلق یہ زعم ہے۔ کہ "یَدُ اللّٰہِ مَغْلُوْلَۃٌ" اور "اِنَّ اللّٰہَ فَقِیْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِیَاءُ" "کہنے والے ہم ہیں۔ (یعنی اللہ کا ہاتھ تنگ ہو گیا اور ہم مالدار ہیں۔ اور اللہ محتاج ہے) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اگر تم نے یہ نہ کہا ہوتا یا تم اس کے مضمون کو مانتے تو پھر وہ مال جو اللہ نے تمہیں دیا ہے۔ اس کو اس کے بندوں پر خرچ کرو۔ الخ۔

وضاحت:۔

روایت مذکورہ سے جو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا مسلک و مشرب نظر آتا ہے یعنی یہ کہ جو شخص اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتا تو یہ اللہ کو تنگ دست اور خود کو غنی سمجھنے کے برابر ہے۔ یہ ان کا درویشانہ اور صوفیانہ مشرب تھا۔ بہر حال تقوای کے انتہائی اعلیٰ معیار پر تو اس کی گنجائش ہے۔ لیکن احکام شرع میں اسے سختی سے ہی موسوم کیا جائے گا ان کے عاشقانہ مسلک کا حضرات صحابہ کرام کی ذات سے دور کا بھی تعلق اور واسطہ نہیں ہے۔

بحار الانوار:۔

لَمَّا اَمَرَ عُثْمَانُ بِنَفْيِ اَبِيْ ذَرٍّ رَحِمَهُ اللّٰهُ اِلَى الرَّبَذَةِ دَخَلَ عَلَيْهِ اَبُوْ ذَرٍّ وَّ كَانَ عَلِيْلًا مُتَوَكِّيًا عَلٰى عَصَاهُ وَ بَيْنَ يَدَيْ عُثْمَانَ مِائَةُ اَلْفِ دِرْهَمٍ قَدْ حُمِلَتْ اِلَيْهِ مِنْ بَعْضِ النَّوَاحِيْ وَ اَصْحَابُهُ حَوْلَهُ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ وَ يَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّقَسِّمَهَا

فِيهِمْ فَقَالَ أَبُو ذَرٍّ لِعُثْمَانَ مَا هٰذَا
الْمَالُ؟ فَقَالَ عُثْمَانُ مِائَةُ أَلْفِ دِرْهَمٍ
حُمِلَتْ إِلَيَّ مِنْ بَعْضِ النَّوَاحِيْ أُرِيْدُ أَنْ
أَضُمَّ إِلَيْهَا مِثْلَهَا ثُمَّ أَرٰى فِيهَا رَأْيِيْ
فَقَالَ أَبُو ذَرٍّ يَا عُثْمَانُ أَيُّمَا أَكْثَرُ
مِائَةُ أَلْفِ دِرْهَمٍ أَوْ أَرْبَعَةُ دَنَانِيْرَ
فَقَالَ عُثْمَانُ بَلْ مِائَةُ أَلْفِ دِرْهَمٍ
فَقَالَ أَمَا تَذْكُرُ أَنَا وَ أَنْتَ وَقَدْ دَخَلْنَا
عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ
عَشِيًّا فَرَأَيْنَاهُ كَئِيْبًا حَزِيْنًا
فَسَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا
السَّلَامَ فَلَمَّا أَصْبَحْنَا أَتَيْنَاهُ فَرَأَيْنَاهُ
ضَاحِكًا مُسْتَبْشِرًا فَقُلْنَا لَهٗ بِأَبَائِنَا
وَ أُمَّهَاتِنَا دَخَلْنَا عَلَيْكَ الْبَارِحَةَ
فَرَأَيْنَاكَ كَئِيْبًا حَزِيْنًا وَّ عُدْنَا
إِلَيْكَ الْيَوْمَ فَرَأَيْنَاكَ فَرِحًا
مُسْتَبْشِرًا فَقَالَ نَعَمْ كَانَ قَدْ
بَقِيَ عِنْدِيْ مِنْ فَيْئِ الْمُسْلِمِيْنَ
أَرْبَعَةُ دَنَانِيْرَ لَمْ أَكُنْ
قَسَمْتُهَا وَخِفْتُ أَنْ يُدْرِكَنِي الْمَوْتُ
وَهِيَ عِنْدِيْ وَ قَدْ قَسَمْتُهَا الْيَوْمَ

فَاسْتَرَحْتُ مِنْهَا۔

(۱۔ بحارالانوار جلد ۲۲ صفحہ نمبر ۴۲۶
باب کیفیت اسلام ابی ذر۔
مطبوعہ تہران طبع جدید)
(۲۔ حیات القلوب جلد ۲ ص ۱۱۴۲۔
باب ششم احوال ابی ذر غفاری۔
مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)
(۳۔ تفسیر قمی ص ۴۳ پارہ اول زیر آیت
واذا اخذنا میثاقکم لا تسفکون
دماءکم الخ رکوع ۹۔
مطبوعہ ایران طبع قدیم)
(۴۔ تفسیر صافی۔ جلد اول ص ۱۱۱ مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو مقام "ربذہ" کی طرف جلاوطن کرنے کا حکم دیا۔ تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اس وقت جناب ابوذر کچھ علیل تھے۔ اور لاٹھی کے سہارے چل کر آئے تھے حضرت عثمان کے پاس اس وقت ایک لاکھ درہم پڑے تھے۔ جو گرد و نواح کے دیہات سے لائے گئے تھے۔ بہت سے لوگ حضرت عثمان کے چاروں طرف بیٹھے انتظار کر رہے تھے۔ کہ کب تقسیم کرتے ہیں۔ اور ہمیں بھی کچھ دیتے ہیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔

یہ کیسا مال ہے؟ فرمایا گردو نواح کے دیہات سے اکٹھا کر کے لائے گئے۔ ایک لاکھ درہم ہیں۔ میرا ارادہ ہے۔ کہ اتنے اور ان میں ملاؤں۔ اور پھر جو رائے بنے اس کے مطابق عمل کروں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ ایک لاکھ درہم زیادہ ہوتے ہیں۔ یا چار دینار حضرت عثمان نے کہا۔ ایک لاکھ درہم زیادہ ہوتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بولے۔ کیا تمہیں وہ واقعہ یاد نہیں۔ جب میں اور تم دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ شام کا وقت تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت غم ناک اور سر جھکائے بیٹھے تھے۔ ہم نے سلام پیش کیا۔ لیکن آپ نے سلام کا جواب نہ دیا۔ پھر دوبارہ بوقتِ صبح ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ ہم نے دیکھا کہ آپ خوش وخرم ہیں۔ عرض کی۔ ہمارے باپ دادا اور مائیں آپ پر قربان! ہم گزشتہ رات حاضر خدمت ہوئے تھے۔ آپ اس وقت بہت پریشان تھے۔ لیکن آج ہم آپ کو خوش وخرم دیکھ رہے ہیں۔ (اس کی کیا وجہ تھی) فرمایا۔ ہاں ایسا ہی تھا۔ بات یہ تھی۔ کہ مسلمانوں کے مال غنیمت میں سے چار دینار میرے پاس بچے تھے۔ جو تقسیم نہ ہو سکے تھے۔ مجھے یہ خوف ہوا۔ کہ ایسا نہ ہو کہ ان کی تقسیم سے پہلے میں دنیا سے چل بسوں۔ آج میں ان کی تقسیم سے فارغ ہو چکا ہوں۔ اس لیے اب مجھے ان کی طرف سے گھبرانے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی۔ (اس لیے کل غمگین تھا۔ اور آج خوش و مطمئن ہوں)

سارے مال کی زکوٰۃ فرض نہ جاننے والے کو ابوذر ڈنڈوں سے پیٹتے تھے۔

بحار الانوار:۔

فَنَظَرَ عُثْمَانُ اِلَى كَعْبِ بْنِ الْاَحْبَارِ فَقَالَ
لَهٗ يَا اَبَا اِسْحٰقَ مَا تَقُوْلُ فِيْ رَجُلٍ اَدّٰى زَكٰوةَ
مَالِهِ الْمَفْرُوْضَةَ هَلْ يَجِبُ عَلَيْهِ فِيْمَا
بَعْدَ ذٰلِكَ فِيْهَا شَيْءٌ؟ قَالَ لَا وَلَوِ اتَّخَذَ لَبِنَةً مِّنْ ذَهَبٍ
وَّلَبِنَةً مِّنْ فِضَّةٍ مَا وَجَبَ عَلَيْهِ شَيْءٌ
فَرَفَعَ اَبُوْ ذَرٍّ عَصَاهُ فَضَرَبَ بِهٖ رَاْسَ
كَعْبٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ يَا ابْنَ الْيَهُوْدِيَّةِ الْكَافِرَةِ
مَا اَنْتَ وَ النَّظَرُ فِيْ اَحْكَامِ الْمُسْلِمِيْنَ
قَوْلُ اللّٰهِ اَصْدَقُ مِنْ قَوْلِكَ حَيْثُ قَالَ
"وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ
وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ
بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ
نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ
وَجُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا

کَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ فَذُوْقُوْا مَا کُنْتُمْ تَکْنِزُوْنَ " فَقَالَ عُثْمَانُ یَا اَبَاذَرٍّ اِنَّکَ شَیْخٌ خَرِفْتَ وَذَهَبَ عَقْلُکَ ،

(۱۔ بحار الانوار جلد ۲۲ ص ۴۲۶،۴۲۷

باب کیفیت اسلام ابی ذر۔

مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ حیات القلوب جلد ۲ ص ۱۳۱۱،۱۳۱۱

باب شصتم احوال ابی ذر غفاری

مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۳۔ تفسیر قمی ص ۴۲ پارہ اول رکوع ۹

زیر آیت واذ اخذنا میثاقکم

لاتسفکون دماءکم الخ۔

مطبوعہ ایران طبع قدیم)

(۴۔ تفسیر صافی جلد ۱ ص ۱۱۱ مطبوعہ

تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب بن الاحبار کی طرف دیکھا اور ان سے پوچھا۔ اس شخص کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جو اپنے مال کی فرضی زکوٰۃ ادا کر دیتا ہے۔ کیا اس کے علاوہ اس پر کوئی اور بھی چیز دینی واجب ہے۔؟ جناب کعب نے فرمایا نہیں۔ اب اگر چہ وہ ایک اینٹ سونے کی اور دوسری چاندی کی بنا کر مکان تعمیر کرے۔ پھر بھی اس پر کوئی وجوب مالی

نہیں ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب کے سر پر لاٹھی دے ماری۔ اور کہا۔ اے یہودی کافر عورت کے بچے! تمہیں مسلمانوں کے احکام میں دخل دینے کا کیا حق ہے؟ اللہ تعالیٰ کا قول تمہاری بات سے کہیں زیادہ سچا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "جو لوگ سونے اور چاندی کو خزانہ بنا کر رکھ لیتے ہیں۔ اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے۔ جس دن اس سونے چاندی کو دوزخ کی آگ میں گرم کر کے اس کے مالکوں کے ماتھوں، پہلوؤں اور پشتوں کو داغا جائے گا۔ (اور کہا جائے گا کہ) یہ ہے وہ مال کہ جس کو تم نے بطور خزانہ جمع کر رکھا تھا۔ پس اپنے جمع کردہ خزانے کا مزہ چکھو۔

کیفیت اختلاف کی نشاندہی

ملا باقر شیعی مجلسی کی زبانی دو عدد حوالہ جات سے جو امر ہمارے سامنے آتے ہیں وہ یہ ہیں کہ۔

۱۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے مابین کوئی خلافت کے امور میں تنازعہ نہ تھا۔

۲۔ آیت کریمہ والذین یکنزون الذھب الخ۔ کا مقصد و مطلب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ تھا کہ صرف صبح کے لیے اپنے پاس رکھ کر بقیہ فی سبیل اللہ خرچ کر دینا چاہیے۔ شام کا اللہ وارث ہے۔ اور اگر کوئی شخص اس سے زیادہ اپنے پاس رکھتا ہے۔ تو چاہے وہ زکوٰۃ وغیرہ مالی واجبات ادا کرتا ہو۔ پھر بھی وہ "یکنزون الذھب" میں داخل ہے۔ لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

نے اس آیت کی شرعی تفسیر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں حضرت کعب بن الاحبار رضی اللہ عنہ سے کروائی۔ جو یہ تھی۔ کہ اس سے مراد وہ جمع شدہ مال ہے۔ جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی گئی ہو۔

۲۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس جو ایک لاکھ درہم موجود تھے۔ انہیں تقسیم اس لیے نہ فرمایا۔ کہ اتنے اور آ جائیں۔ پھر یہ مجموعی نقدی بانٹی جائے۔ تاکہ ہر ایک کو کچھ نہ کچھ مل جائے۔ ان ایک لاکھ دراہم کو جمع کرنے کا خیال نہ تھا۔ لیکن حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اس کو بھی اچھا نہ سمجھا۔ ان کا مسلک تھا۔ کہ جو آ گیا وہ تقسیم کر دیا جائے۔ اور آگے گا۔ تو دیکھا جائے گا۔ اپنے اسی نظریہ کی تائید میں انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چار دینار کا واقعہ بھی پیش کیا۔ اور اپنے موقف پر سختی سے قائم ہونے کی وجہ سے حضرت کعب بن الاحبار رضی اللہ عنہ کے سر پر لاٹھی بھی دے ماری۔

یہ ہے اس اختلاف کی نوعیت جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور دیگر حضرات کے ساتھ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا تھا۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ ان کے مابین اختلاف کی وجہ کوئی اور تھی۔ جیسا کہ اہل تشیع نے اسے رنگ دینے کی کوشش کی۔ اور لوگوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی۔ کہ اس اختلاف کی بنیاد یہ تھی۔ کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو یہ برداشت نہ تھا۔ کہ کوئی شخص حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہے۔ اور بقول اہل تشیع حضرت عثمان و دیگر حضرات صحابہ کرام چونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کرتے تھے۔ اس لیے ابوذر غفاری نے ان کی مخالفت کی۔

چونکہ ان حضرات کے درمیان آیت مذکورہ کی تفسیر و مطلب میں کچھ اختلاف تھا۔ اس لیے اس موقعہ پر ہم نے مناسب سمجھا۔ کہ آیت مذکورہ کی تشریح و تفسیر کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ذکر کر دیں۔ اور حضرات

ائمہ اہل بیت کی احادیث ہیں۔

آیت:

وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ

کی تفسیر و تشریح شیعہ کتب سے

تفسیر صافی:۔

وَفِی الْاَمَالِیْ لَمَّا نَزَلَتْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ کُلُّ مَا تُؤَدّٰی زَکٰوتُہٗ فَلَیْسَ بِکَنْزٍ وَاِنْ کَانَتْ تَحْتَ سَبْعِ اَرْضِیْنَ وَکُلُّ مَالٍ لَا تُؤَدّٰی زَکٰوتُہٗ فَھُوَ کَنْزٌ وَاِنْ کَانَ فَوْقَ الْاَرْضِ وَفِی الْکَافِیْ وَالْعَیَاشِیُّ عَنِ الصَّادِقِ عَلَیْہِ السَّلَامُ مُوَسَّعٌ عَلٰی شِیْعَتِنَا اَنْ یُّنْفِقُوْا مِمَّا فِیْ اَیْدِیْھِمْ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِذَا قَامَ قَائِمُنَا حَرَّمَ کُلَّ ذِیْ کَنْزٍ کَنْزَہٗ حَتّٰی یَاْتِیَہٗ بِہٖ فَیَسْتَعِیْنُ بِہٖ عَلٰی عَدُوِّہٖ وَھُوَ قَوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ الاٰیۃ۔

(تفسیر صافی جلد اول ص ۶۹۹ سورۃ التوبہ
مطبوعہ تہران۔ طبع جدید)

ترجمہ:

"امالی" میں ہے۔ کہ جب آیت والذین یکنزون الذہب" الخ۔ نازل ہوئی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہر وہ مال کہ جس کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی ہو وہ "کنز" نہیں اگرچہ ساتوں زمینوں کے نیچے ہو۔ اور ہر وہ مال کہ جس کی زکوٰۃ ادا نہیں کی گئی۔ اگر وہ زمین کے اوپر ہی کیوں نہ ہو۔ وہ کنز ہی ہے۔ کافی اور عیاشی میں حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ ہمارے شیعوں کو یہ آسائش ہے۔ کہ وہ اپنے مال کو معروف طریقہ سے خرچ کریں۔ اور جب امام مہدی کا ظہور ہو گا۔ تو وہ ہر خزانے والے پر اس کا خزانہ حرام کر دیں گے۔ جب تک وہ اپنا خزانہ ان کی بارگاہ میں حاضر نہ کر دے۔ پھر امام مہدی اس خزانے کی مدد سے اپنے دشمنوں کے خلاف اپنے قدم مضبوط کریں گے۔ وہ آیت یہ ہے۔ والذین یکنزون الذہب والفضۃ الخ۔

تفسیر منہج الصادقین :۔

مراد بعدم انفاق عدم زکوٰۃ است یعنی زکوٰۃ نمی دہند چہ در خبر آمدہ است کہ ما ادی زکوتہ فلیس بکنز۔ الخ۔ آنچہ زکوٰۃ آں دادہ اند گنج نیست۔ و نیز از آنحضرت مروی است کہ۔ کل مالم تود زکوتہ فھو کنز وان کان ظاھرا وکل ما ادیت زکوتہ فلیس بکنز وان کان مدفونا فی الارض۔ و ابن عباس و حسن و شعبی و سدی نیز برآیند و جبائی درایں باب دعوائے اجماع کردہ۔

(۱۔ تفسیر منہج الصادقین جلد ۳ ص ۲۶۱
الجزء العاشر۔ مطبوعہ تہران
طبع جدید)
(۲۔ تفسیر منہج الصادقین جلد سوم جزر
پنجم ص ۲۶۱ مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔
اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے سے مراد زکوٰۃ کی عدم ادائیگی ہے۔ یعنی وہ لوگ جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔ حدیث میں آیا ہے۔ وہ مال کہ جس کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے۔ وہ کنز نہیں۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی مروی ہے۔ ہر وہ مال کہ جس کی زکوٰۃ نہ ادا کی جائے وہ کنز ہے۔ اگرچہ کھلی زمین پر ظاہر پڑا ہو اور ہر وہ مال کہ جس کی زکوٰۃ دی گئی۔ وہ کنز نہیں۔ اگرچہ زمین میں دفن شدہ ہو۔ حضرت ابن عباس، حسن، شعبی اور سدی سے بھی یہی تفسیر مذکور ہے۔ اور جبائی نے تو اس مفہوم پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔

فروع کافی:۔

وَمَنْ اَدّٰی مَا فَرَضَ اللّٰہُ عَلَیْہِ فَقَدْ قَضٰی مَا عَلَیْہِ وَ اَدّٰی شُکْرَ مَا اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ فِیْ مَالِہٖ اِذَا ھُوَ حَمِدَہٗ عَلٰی مَا اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ فِیْہِ مِمَّا فَضَّلَہٗ بِہٖ مِنَ السَّعَۃِ عَلٰی غَیْرِہٖ وَلِمَا وَفَّقَہٗ لِاَدَاءِ مَا فَرَضَ اللّٰہُ

عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِ وَاَعَانَهُ عَلَيْهِ۔

(فروع کافی جلد سوم ص ۴۹۸ کتاب الزکاۃ
باب فرض الزکوٰۃ الخ مطبوعہ
تہران۔ طبع جدید)

ترجمہ:۔
اللہ تعالیٰ نے جو کسی بندے پر فرض کیا۔(یعنی زکوٰۃ) وہ اس نے ادا کر دیا۔ تو اس نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی۔ اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو اُسے نعمتِ مال عطا کی۔ اور وسعتِ مالی کے ذریعہ دوسروں پر فضیلت بخشی۔ اس نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی۔ اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے اپنا فرض بجا لانے کی توفیق مرحمت فرمائی۔ اور اس کی مدد فرمائی۔

فروع کافی :۔

عَنْ عَلِيِّ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ اَبِي الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَعْنِي الْاَوَّلَ قَالَ سَمِعْتُهُ مَنْ اَخْرَجَ زَكٰوةَ مَالِهِ تَامَّةً فَوَضَعَهَا فِيْ مَوْضِعِهَا لَمْ يُسْئَلْ مِنْ اَيْنَ اكْتَسَبَ مَالَهُ۔

(فروع کافی جلد ۳ ص ۵۰۴ کتاب الزکوٰۃ
باب فرض الزکات۔ مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

علی بن عقبہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ (امام اول) سے روایت کرتا ہے۔ کہ میں نے امام موصوف کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ جو شخص اپنے مال کی مکمل طور پر زکوٰۃ نکال دیتا ہے۔ اور اُسے اپنے صحیح مصرف پر خرچ کرتا ہے۔ اس سے یہ سوال نہیں کیا جائے گا۔ کہ یہ مال اس نے کہاں سے کمایا-؟

لمحہ فکریہ:-

قارئین کرام! آپ نے آیت مذکورہ کی تشریح و تفسیر بحوالہ کتب اہل تشیع ملاحظہ فرمائی۔ جس سے صاف طور پر معلوم ہوا۔ کہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ اور دیگر حضرات صحابہ و ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے۔ وہ آیت میں موجود لفظ ”کنز“ کے تحت داخل نہیں ہوتا۔ چاہیے۔ وہ ساتوں زمینوں کے نیچے رکھا ہوا ”کنز“، وہی مال ہے جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی جائے۔ لیکن حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا مسلک درویشانہ اور تفسیر صوفیانہ اگرچہ اُن کے ہاں درست تھی۔ لیکن تفسیر شرعی نہ ہونے کی بنا پر کسی دوسرے پر حجت نہیں بن سکتی۔ اہل تشیع بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ بلکہ وہ تو اس گنجائش کے قائل ہیں۔ کہ امام زمانہ کے ظہور و خروج تک انہیں کنز رکھنے کی اجازت ہے۔ ہاں امام مہدی کے ظہور کے وقت ان کو اپنی تمام جائیداد امام موصوف کے قدموں میں لا ڈالنی پڑے گی۔ تاکہ دشمنوں پر قابو پانے میں اسے استعمال کیا جا سکے۔

جب زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد مال و دولت کا جمع کرنا باعث طعن نہیں۔ اور شرعاً منع نہیں۔ تو اہل تشیع کو کھلے دل سے یہ بات بھی مان لینی چاہیے۔ کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان و امیر معاویہ کے درمیان باعث نزاع یہی تفسیری اختلاف

تھا کوئی ذاتی رنج و عناد کارفرمانہ تھا۔ اس لیے اس اختلاف کو بہانہ بنا کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کرنا بالکل بلاوجہ ہے۔ اور اس کے لیے کوئی عقلی و اخلاقی سبب نظر نہیں آتا۔

حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ زکوٰۃ کی ادائگی کے بعد کسی سے یہ بھی نہیں پوچھا جائے گا۔ کہ اس نے وہ دولت کمائی کیسے تھی؟ آپ کے اس ارشاد اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے صوفیانہ مسلک۔ کے بعد کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی ذات کو تبرہ جات کا نشانہ بنایا جائے۔ اگر ان دونوں صحابیوں کا یہی تصور تھا۔ کہ وہ حضرت ابوذر کی تفسیر و تشریح سے متفق نہ تھے۔ تو یہی بات حضرت علی المرتضٰی کے قول پر بھی کہی جا سکتی ہے۔ بلکہ خود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ پر بھی ایسا قول کیا جا سکتا ہے حضرت عثمان و امیر معاویہ پر اس وجہ سے طعن کرنے والو! ذرا سوچو کیا یہی باتیں حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ اور حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہنا بھی پسند کرو گے۔؟

❁

امر سوم کی تائید

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا شام کو منتقل ہونا ان کے اپنے درویشانہ مسلک کی وجہ سے تھا۔ جس پر وہ سختی سے قائم تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ کے حقِ امامت کی تبلیغ اس کا سبب نہ تھی

بحارالانوار:۔

جَعَلَ اَبُوْ ذَرٍّ یَقُوْلُ بَیْنَ النَّاسِ وَ فِی الطُّرُقَاتِ وَالشَّوَارِعِ بَشِّرِ الْکَافِرِیْنَ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ وَ یَرْفَعُ بِذٰلِکَ صَوْتَهٗ وَیَتْلُوْا قَوْلَهٗ تَعَالٰی وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ۔ فَرُفِعَ اِلٰی عُثْمَانَ ذٰلِکَ مِرَارًا وَهُوَسَاکِتٌ

ثُمَّ إِنَّهُ أَرْسَلَ إِلَيْهِ مَوْلًى مِنْ مَوَالِيهِ أَنِ انْتَهِ عَمَّا بَلَغَنِيْ عَنْكَ فَقَالَ أَبُوذَرٍّ أَيَنْهَانِي عُثْمَانُ عَنْ قِرَاءَةِ كِتَابِ اللهِ تَعَالَى وَعَيْبِ مَنْ تَرَكَ أَمْرَ اللهِ فَوَاللهِ لَأَنْ أُرْضِيَ اللهَ بِسُخْطِ عُثْمَانَ أَحَبُّ إِلَيَّ وَخَيْرٌ لِّيْ مِنْ أَنْ أُسْخِطَ اللهَ بِرِضَى عُثْمَانَ فَأَغْضَبَ عُثْمَانَ ذٰلِكَ وَأَحْفَظَهُ فَتَصَابَرَ وَتَمَاسَكَ إِلَى أَنْ قَالَ عُثْمَانُ يَوْمًا وَالنَّاسُ حَوْلَهُ أَيَجُوزُ لِلْإِمَامِ أَنْ يَأْخُذَ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ شَيْئًا قَرْضًا فَإِذَا أَيْسَرَ قَضٰى فَقَالَ كَعْبُ الْأَحْبَارِ لَا بَأْسَ بِذٰلِكَ فَقَالَ أَبُوذَرٍّ يَا ابْنَ الْيَهُوْدِيَّيْنِ أَتُعَلِّمُنَا دِيْنَنَا فَقَالَ عُثْمَانُ قَدْ كَثُرَ أَذَاكَ لِيْ وَتَوَلُّعُكَ بِأَصْحَابِي الْحَقِّ بِالشَّامِ فَأَخْرَجَهُ إِلَيْهَا۔

(۱۔ بحار الانوار جلد ۲۲ ص ۴۱۴ تا ۴۱۵ باب کیفیۃ اسلام ابی ذر مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ حیات القلوب جلد ۲ ص ۱۱۵۲ باب شصتم در حال ابوذر غفاری۔ مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)

ترجمہ:-

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے اپنے نظریات کی تبلیغ کرتے ہوئے سڑکوں گلی کوچوں میں یہ کہنا شروع کر دیا کہ ”کفار کو دردناک عذاب کی خوشخبری دیجئے“۔ یہ کہتے وقت آواز بلند ہوتی۔ اور اس کے ساتھ قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت کرتے۔ ”والذین یکنزون الذھب والفضۃ الخ اور وہ لوگ جو سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں۔ اور انہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری دیجئے“۔ اس بات کو کئی مرتبہ حضرت عثمان تک پہنچایا گیا۔ وہ سن کر صبر و خاموشی اختیار فرماتے۔ بالآخر ایک مرتبہ ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کا غلام بھیجا۔ اور کہلا بھیجا۔ کہ ابوذر سے کہنا اس طریقۂ تبلیغ سے باز آ جائے۔ یہ سن کر حضرت ابوذر نے کہا۔ کیا عثمان مجھے قرآن کی تلاوت سے روکتا ہے؟ پھر اس پر شدید نکتہ چینی کی جو اللہ تعالیٰ کے حکم کو چھوڑ دیتا ہے۔ اور کہا۔ خدا کی قسم! اللہ کی خوشنودی میرے لیے عثمان کی ناراضگی سے کہیں بہتر ہے۔ حضرت عثمان غنی نے یہ سن کر صبر و سکون اختیار فرمایا۔ پھر کچھ دن ٹھہر کر حضرت عثمان نے کہا۔ اس وقت بہت سے لوگ آپ کے ارد گرد بیٹھے تھے۔ کیا کسی امام و خلیفہ کے لیے یہ جائز ہے۔ کہ بوقتِ مجبوری بیت المال سے کچھ روپیہ بطور قرض لے کر اپنی ضروریات پوری کرے اور جب کہیں سے روپیہ آ جائے۔ تو واپس بیت المال کو لوٹا دے حضرت کعب الاحبار نے کہا۔ اس میں کوئی گناہ نہیں۔ یہ سن کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اے یہودی والدین کے بیٹے! کیا تو ہمیں دین سکھائے گا۔؟ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا۔ ابوذر! تیرا مجھے ستانا کثرت ہو گیا ہے۔ اور میرے ساتھیوں سے تیرا جھگڑنا شدت اختیار کر گیا ہے۔

لہذا تم شام چلے جاؤ۔ یہ کہہ کر حضرت عثمان نے انہیں شام بھیج دیا۔

مروج الذہب :۔

وَمِنْ ذٰلِكَ مَا فَعَلَ بِأَبِيْ ذَرٍّ وَهُوَ أَنَّهُ حَضَرَ مَجْلِسَهُ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ عُثْمَانُ أَرَأَيْتُمْ مَنْ ذَكّٰى مَالَهُ هَلْ فِيْهِ حَقٌّ لِغَيْرِهِ فَقَالَ كَعْبٌ لَا يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَدَفَعَ أَبُوْ ذَرٍّ فِيْ صَدْرِ كَعْبٍ وَقَالَ لَهُ كَذَبْتَ يَا ابْنَ الْيَهُوْدِيِّ ثُمَّ تَلَا (لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ الآية) فَقَالَ عُثْمَانُ أَتَرَوْنَ بَأْسًا أَنْ نَأْخُذَ مَالًا مِنْ بَيْتِ مَالِ الْمُسْلِمِيْنَ فَنُنْفِقَهُ فِيْمَا يَنُوْبُنَا مِنْ أُمُوْرِنَا وَنُعْطِيْكُمُوْهُ فَقَالَ كَعْبٌ لَا بَأْسَ بِذٰلِكَ فَرَفَعَ أَبُوْ ذَرٍّ الْعَصَا فَدَفَعَ بِهَا فِيْ صَدْرِ كَعْبٍ وَقَالَ يَا ابْنَ الْيَهُوْدِيِّ مَا أَجْرَأَكَ عَلَى الْقَوْلِ فِيْ دِيْنِنَا فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ مَا أَكْثَرَ أَذَاكَ لِيْ غَيِّبْ وَجْهَكَ عَنِّيْ فَقَدْ آذَيْتَنَا فَخَرَجَ أَبُوْ ذَرٍّ إِلَى الشَّامِ۔

(مروج الذہب جلد دوم ص ۳۳۹-۳۴۰
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

ان باتوں میں سے ایک بات یہ بھی ہے۔ جو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی شام کی طرف رحلت کا سبب بنی۔ ایک دن حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں حاضر تھے۔ حضرت عثمان نے حاضرین سے پوچھا۔ جو شخص اپنے مال کی زکوۃ ادا کر دیتا ہے۔ کیا اس پر کسی دوسرے کا حق رہتا ہے؟ حضرت کعب نے کہا۔ نہیں یا امیر المؤمنین۔ یہ سن کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے جناب کعب کے سینہ میں زور سے مارا۔ اور کہا۔ اے یہودی کے بیٹے! تو نے جھوٹ کہا۔ پھر یہ آیت پڑھی "مشرق و مغرب کی طرف منہ کر لینا کوئی نیکی نہیں الخ" حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا حاضرین! تمہاری کیا رائے ہے کہ ہم مسلمانوں کے بیت المال سے کچھ لے لیں۔ اور اُسے اپنی ضروریات میں خرچ کر لیں۔ پھر ہم وہ واپس بھی کر دیں۔ حضرت کعب نے کہا۔ اس میں کیا حرج ہے؟ یہ سن کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے لاٹھی اٹھائی۔ اور کعب الاحبار کے سینہ میں دے ماری۔ اور کہا۔ کہ اے یہودی کے بیٹے! ہمارے دین کے متعلق ایسی بات کرنے کی تجھے کیسے جرأت ہوئی؟ حضرت عثمان نے سن کر فرمایا۔ ابوذر! تمہاری اذیت میرے حق میں کتنی بڑھ گئی ہے۔ جاؤ مجھ سے دُور ہو جاؤ۔ ہمیں تم نے بہت ستایا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سرزمین شام کی طرف چلے گئے۔

قارئین کرام! ان حوالہ جات سے آپ کو بخوبی علم ہو گیا ہو گا۔ کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان غنی نے کسی ذاتی دشمنی کی بنا پر مدینہ منورہ سے نہیں نکالا تھا اور نہ ہی ان کے سرزمین شام جانے کی یہ وجہ تھی۔ کہ آپ امامی مشن کی تبلیغ کرتے

جس کی پاداش میں آپ کو شام بھیج دیا گیا۔ بلکہ وہاں جانے کا سبب یہ تھا۔ کہ آپ درویشانہ نظریہ پر اس طرح سختی سے کاربند تھے۔ کہ اس کے خلاف ہر ایک سے ٹکرا جاتے۔ اور مرنے مارنے پر تیار ہو جاتے۔ حضرت کعب الاحبار ایسے بزرگ کی بات بھی برداشت نہ کر سکے۔ اور ان کے سینہ میں لاٹھی دے ماری۔ ملک شام آپ کا جانا خود آپ کی اپنی رائے سے ہوا۔ جس پر "مروج الذہب" کے یہ الفاظ شاہد ہیں۔ فخرج الی الشام" یعنی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ خود شام کی طرف نکل پڑے۔ لہٰذا شیعی پروپیگنڈا محض ہٹ دھرمی پر مبنی ہے۔ کتب اہل تشیع بھی اس کی تردید کرتی ہیں۔

ملک شام کی طرح "ربذہ" روانگی بھی اُسی سبب سے تھی۔ (یعنی درویشانہ مسلک کی شدت)

بحار الانوار:۔

فَقَالَ عُثْمَانُ لِكَعْبِ الْاَحْبَارِ مَا تَقُوْلُ فِيْ رَجُلٍ اَدّٰى زَكٰوةَ مَالِهٖ هَلْ يَجِبُ بَعْدَ ذٰلِكَ شَيْءٌ قَالَ لَا لَوِ اتَّخَذَ لَبِنَةً مِّنْ ذَهَبٍ وَّ لَبِنَةً مِّنْ فِضَّةٍ فَقَالَ اَبُوْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَا ابْنَ الْيَهُوْدِيَّةِ مَا اَنْتَ وَ النَّظَرُ فِيْ اَحْكَامِ الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ عُثْمَانُ لَوْ لَا صُحْبَتُكَ لَقَتَلْتُكَ ثُمَّ سَيَّرَهٗ

اِلَى الرَّبْذَةِ۔

(۱۔ بحار الانوار جلد ۲۲ ص ۴۳۲/ باب کیفیۃ اسلام ابی ذر مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)

(۲۔ حیات القلوب جلد ۲ ص ۱۱۴۲ باب ششتم احوال ابی ذر مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)

ترجمہ:۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب الاحبار سے کہا۔ ایسے شخص کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے۔ جو اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دیتا ہے۔ کیا اس پر اور بھی کوئی واجب ہے؟ حضرت کعب نے کہا۔ نہیں۔ اگرچہ وہ ایک اینٹ سونے کی اور دوسری چاندی کی بنا کر مکان تیار کرے تب بھی کوئی حرج نہیں۔ یہ سن کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اے یہودن کے بیٹے! تو اور مسلمانوں کے احکام میں غور و خوض؟ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس پر فرمایا۔ ابوذر! اگر تجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل نہ ہوتی۔ تو میں تجھے قتل کر دیتا۔ پھر انہیں ربذہ بھیج دیا۔

مروج الذہب:۔

وَكَانَ فِي ذٰلِكَ الْيَوْمِ قَدْ اُتِيَ عُثْمَانُ بِتَرْكَةِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفِ الزُّهْرِيِّ مِنَ الْمَالِ فَنُثِرَتِ الْبِدَرُ حَتّٰى حَالَتْ بَيْنَ

عُثْمَانَ وَ بَيْنَ الرَّجُلِ الْقَائِمِ فَقَالَ عُثْمَانُ
اِنِّيْ لَا رْجُوْا لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ خَيْرًا لِاَنَّهٗ كَانَ
يَتَصَدَّقُ وَ يُقْرِئُ الضَّيْفَ وَ تَرَكَ مَا تَرَوْنَ
فَقَالَ كَعْبُ الْاَحْبَارُ صَدَقْتَ يَا اَمِيْرَ
الْمُؤْمِنِيْنَ فَشَالَ اَبُوْ ذَرٍّ الْعَصَا فَضَرَبَ
بِهَا رَاْسَ كَعْبٍ وَ لَمْ يَشْغَلْهُ مَا كَانَ
فِيْهِ مِنَ الْاَلَمِ وَ قَالَ يَا ابْنَ الْيَهُوْدِيِّ
تَقُوْلُ لِرَجُلٍ مَاتَ وَ تَرَكَ هٰذَا الْمَالَ
اِنَّ اللّٰهَ اَعْطَاهُ خَيْرَ الدُّنْيَا وَ خَيْرَ
الْاٰخِرَةِ وَ تَقْطَعُ عَلَى اللّٰهِ بِذٰلِكَ وَ اَنَا
سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ
مَا يَسُرُّنِيْ اَنْ اَمُوْتَ وَ اَدَعُ مَا يَزِنُ
قِيْرَاطًا فَقَالَ لَهٗ عُثْمَانُ وَارِ عَنِّيْ
وَجْهَكَ فَقَالَ اَسِيْرُ اِلٰى مَكَّةَ قَالَ لَا
وَاللّٰهِ قَالَ فَتَسِيْرُنِيْ حَيْثُ نَشَتُّ مِنَ الْبِلَادِ
قَالَ فَاِنِّيْ مُسَيِّرُكَ اِلَى الرَّبَذَةِ۔

(مروج الذہب جلد دوم ص ۳۴۰/
ذکر ذی النورین عثمان بن
عفان مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

ایک دن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف

کے ترکہ کا مال لایا گیا۔ جب اُسے کھولا گیا۔ تو حضرت عثمان اور لانے والے آدمی کے درمیان کی جگہ اس مال سے بھر گئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں عبدالرحمٰن کے لیے بھلائی کی امید کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ صدقہ وخیرات بھی کیا کرتے تھے۔ اور مہمانوں کی خاطر مدارات بھی ان کا شیوہ تھا۔ اور اس کے باوجود تم دیکھ رہے ہو بہت سا ترکہ بھی چھوڑ گئے۔ حضرت کعب الاحبار کہنے لگے۔ اے امیر المومنین! آپ نے صحیح کہا ہے۔ اس پر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اپنا عصا اٹھا لا اور حضرت کعب کے سر پر دے مارا۔ اس کے مارنے سے جو حضرت کعب کو درد ہوا۔ جناب ابوذر کو اس کا قطعاً احساس نہ ہوا۔ اور کہا۔ اے یہودی کے بیٹے! تو ایک آدمی کے لیے بھلائی کی بات کر رہا ہے۔ جس نے مرتے وقت اتنا کثیر مال چھوڑا۔ اور تو کہتا ہے۔ کہ اس نے دنیا اور آخرت کی بھلائی سمیٹ لی۔ تو نے یہ کہہ کر اللہ کے حکم کی عدولی کی۔ میں تے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ فرمایا کہ میں اس طرح مرنے پر ہرگز خوش نہیں ہوں گا۔ کہ میرے پاس ایک قیراط وزن بھی باقی رہ جائے۔ یہ سن کر انہیں حضرت عثمان نے کہا مجھ سے دور ہٹ جاؤ۔ کہا تو پھر میں مکہ کی طرف چلا جاتا ہوں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا۔ نہیں اُدھر نہیں خدا کی قسم۔ کہا پھر جدھر تم چاہو بھیج دو۔ حضرت عثمان نے انہیں ربذہ کی طرف جانے کو کہا۔

لمحۂ فکریہ

قارئین کرام! سرزمین شام کے بعد حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے مقام ربذہ تشریف لانے کے اسباب مذکورہ حوالہ جات سے آپ نے ملاحظہ کر لیے۔ ان حوالہ جات میں کہیں اشارۃً بھی اس امر کا تذکرہ نہیں ملتا۔ کہ آپ کو حضرت عثمان غنی رضی

نے اپنی ذاتی مخالفت اور ولایتِ علی کے بارے میں فضاء کو ساز گار کرنے کی پاداش میں مدینہ منورہ سے پہلے شام اور پھر ربذہ بھیجا۔ بلکہ اس کا سبب ایک ہی تھا۔ وہ یہ کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اپنے مشرب و مسلک پر اس قدر پختہ تھے۔ کہ نہ تو اس سے دستبردار ہونے کے لیے تیار تھے۔ اور نہ ہی اس میں کسی رواداری کے حامی تھے۔ دیکھیے آخر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی جن اوصاف پر تعریف کی گئی۔ کیا یہ تعریف ناجائز تھی۔ ایسے آدمی کی تعریف قرآن و حدیث میں مذکور ہے۔ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی تعریف کر دی۔ اور حضرت کعب الاحبار نے اس کی تصدیق کر دی تو اس میں کس آیت یا حدیث کا انکار ثابت ہوتا تھا۔ کہ جس کی بنا پر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ جوش میں آئے۔ اور سر پر ڈنڈا دے مارا۔ پھر ڈنڈا مارنے کے بعد حضرت کعب کے درد و الم کا خیال تک نہ آیا۔ تو معلوم ہوا کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے اپنے نظریہ کی پختگی اور اس کا بے لچک ہونا ہی ان کے مہاجر ہونے کا سبب بنا۔ کوئی دوسری بات ان کی ہجرت کا سبب نہیں تھا۔ اس لیے معلوم ہوا۔ کہ یہ کہنا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی ہجرت اس لیے وقوع پذیر ہوئی۔ کہ خلیفۂ وقت اور ان کے ہمنوا غیر شرعی زندگی گزار رہے تھے۔ اور یہ حضرت ابوذر کو قطعی طور پر ناپسند تھی۔ بالکل غلط اور من گھڑت حیلہ ہے اور حضرات صحابہ کرام پر ایک عظیم بہتان ہے۔

☆

خلیفۂ وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے تادمِ آخر یں حسنِ سلوک

ہم نے جو گزشتہ اوراق میں حوالہ جات ذکر کیے۔ ان تمام کا تعلق اہل تشیع کی کتب سے ہے۔ جن سے یہ ثابت ہو گیا۔ کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا سرزمین شام اور مقام ربذہ کی طرف ہجرت کرنا محض ان کی درویشانہ اور متوکلانہ عادت کی وجہ سے ہوا۔ اس سب کے علاوہ کتب شیعہ میں یہ بھی مذکور ہے .... کہ انہیں حضرت عثمان غنی نے صرف جلاوطن ہی نہیں کیا۔ بلکہ طرح طرح کی تکالیف اور مصائب بھی ان کے لیے روا رکھے۔ کتب اہل سنت میں اس الزام کی صاف صاف تردید موجود ہے۔ اور اسے غلط اور باطل قرار دیا گیا ہے۔ فریقین کی کتب سے یہ بات متفقہ طور پر ثابت ہے۔ کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی اجازت طلب کی۔ اور حضرت عثمان نے اس کی اجازت دے دی۔ کتب اہل سنت میں اس اجازت کے ساتھ یہ بھی مذکور ہے۔ کہ جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کی خدمت کے لیے دو غلام اور کچھ اونٹ بھیجے تھے۔ علاوہ ازیں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا روزینہ بھی مقرر فرمایا تھا۔ آپ کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو کس قدر خیال تھا۔ کتنی محبت تھی۔ اس کا اندازہ آپ اس امر سے کر سکتے۔ کہ جناب ابوذر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عثمان نے ان کے اہل و عیال کو اپنے ہاں بلا لیا تھا۔

☆

کامل ابن اثیر:

فَقَالَ اَبُوْذَرٍّ لِعُثْمَانَ تَأْذَنُ لِیْ فِی الْخُرُوْجِ مِنَ الْمَدِیْنَةِ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَنِیْ بِالْخُرُوْجِ مِنْهَا اِذَا بَلَغَ الْبِنَاءُ سَلْعًا فَاَذِنَ لَهٗ فَنَزَلَ الرَّبَذَةَ وَبَنٰی بِهَا مَسْجِدًا وَ اَقْطَعَهٗ عُثْمَانُ صِرْمَةً مِّنَ الْاِبِلِ وَ اَعْطَاهُ مَمْلُوْکَیْنِ وَ اَجْرٰی عَلَیْهِ کُلَّ یَوْمٍ عَطَاءً۔

(الکامل فی التاریخ لابن الاثیر جلد سوم
ص ۱۱۵ ذکر تسییر ابی ذر الی...
الربذۃ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان سے مدینہ منورہ سے چلے جانے کی اجازت طلب کی۔ کیونکہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ ابوذر جب مدینہ کی آبادی سلعۃ نامی پہاڑی تک پہنچ جائے۔ تو یہاں سے ہجرت کر جانا۔ یہ سن کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ مقام ربذہ میں تشریف لے گئے۔ یہاں ایک مسجد تعمیر کی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے اونٹوں کا ایک گلا اور دو عدد غلام ساتھ دیئے۔ اور ان کا روزینہ بھی مقرر فرمایا۔

☆

طبقات ابن سعد:۔

فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ قَالَ لَهُ عُثْمَانُ كُنْ عِنْدِيْ تَغْدُوْ عَلَيْكَ وَ تَرُوْحُ اللِّقَاحُ قَالَ لَا حَاجَةَ لِيْ فِيْ دُنْيَاكُمْ ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِيْ حَتّٰى اَخْرُجَ اِلَى الرَّبَذَةِ فَاَذِنَ لَهُ فَخَرَجَ اِلَى الرَّبَذَةِ وَقَدْ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ وَعَلَيْهَا عَبْدٌ لِعُثْمَانَ حَبَشِيٌّ فَتَاَخَّرَ فَقَالَ اَبُوْ ذَرٍّ تَقَدَّمْ فَصَلِّ فَقَدْ اُمِرْتُ اَنْ اَسْمَعَ وَ اُطِيْعَ وَلَوْ لِعَبْدٍ حَبَشِيٍّ فَاَنْتَ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ۔

(طبقات ابن سعد جلد ۴ صفحہ نمبر ۲۲۷
تذکرہ ابوذر واسمہ جندب
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

جب حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ تشریف لائے۔ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا۔ کہ آپ میرے پاس قیام رکھیں۔ صبح و شام دودھ دینے والی اونٹنیاں آپ کو پیش کی جائیں گی۔ فرمانے لگے مجھے تمہاری دنیا کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ پھر فرمایا۔ مجھے اجازت مرحمت فرمایئے۔ تاکہ میں ربذہ چلا جاؤں۔ حضرت عثمان نے اجازت عطا فرما دی۔
ربذہ تشریف لانے کے بعد نماز کا وقت آیا) تو نماز کی اقامت کہی گئی۔

وہاں نماز پڑھانے کے لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ایک حبشی غلام امام
مقرر کیا گیا تھا۔ وہ پیچھے ہٹنے لگا۔ تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا
چلو جماعت کراؤ۔ مجھے تو حکم یہ دیا گیا ہے۔ کہ اگر حبشی غلام بھی کوئی حکم دے۔
تو اس کو سنوں اور اس کی اطاعت کروں۔ تو بھی حبشی غلام ہے۔ (لہٰذا تیری
اقتداء میں میں ضرور نماز پڑھوں گا پیچھے ہٹنے کی ضرورت نہیں ہے۔)

کامل ابن اثیر اور طبقات ابن سعد کی عبارت سے یہ مسئلہ واضح ہو گیا۔ کہ حضرت ابوذر
رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ سے حضرت عثمان نے زبردستی نہیں نکالا تھا۔ بلکہ ہوا یوں۔ کہ
حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے جب یہ محسوس کیا۔ کہ میرے درویشانہ مسلک پہ چلنے کے
لیے لوگ تیار نہیں۔ اور آپ نے یہ بھی عہد کیا ہوا تھا۔ کہ میں خود اس نظریہ کو نہیں چھوڑوں گا
تو اس کیفیت میں روزانہ کے جھگڑوں سے بہتر ہے۔ کہ میں کنارہ کش ہو جاؤں۔ لہٰذا انہوں
نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ربذہ جانے کی اجازت طلب کی۔ اجازت ملنے
پر وہاں تشریف لے گئے۔ ساتھ ہی حضرت عثمان نے بہت سے اونٹ اور دو عدد
غلام بھی ان کو بھیجے۔ اور روزینہ بھی مقرر فرما دیا۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان کی خلافت کو برحق
مانتے رہتے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ
سے مدینہ منورہ سے چلے جانے کی اجازت طلب فرما رہے ہیں کیونکہ خلیفہ کی اطاعت لازم ہوتی ہے۔
حضرت عثمان غنی سے اسلامی محبت کا ہی یہ نتیجہ تھا۔ کہ ان کے غلام کے پیچھے
نماز پڑھنے کو ترجیح دی۔ حالانکہ وہ غلام انہیں دیکھ کر مصلائے امامت ان کے سپرد
کر رہا تھا۔ اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو ناجائز سمجھتے جیسا کہ کچھ لوگوں
کا خیال ہے۔ تو ان کے غلام کو زبردستی مصلائے امامت سے ہٹا دیتے۔ جو شخص
اپنے نظریہ کی مخالفت کی وجہ سے کعب الاحبار جیسے عظیم صحابی کے سر پر لاٹھی مار

سکتا ہے۔ وہ ایک معمولی سے غلام کی اتباع کیونکر کرتا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اہل تشیع کا اس، اختلاف کو اور رنگ دینا بالکل بے اصل اور باطل محض ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اطاعت کو لازم سمجھنے کی کتب شیعہ بھی تائید کرتی ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

حضرت ابوذر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے مابین حسن سلوک از کتب اہل تشیع

رجال کشی :۔

عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ (ع) یَقُوْلُ اَرْسَلَ عُثْمَانُ اِلٰی اَبِیْ ذَرٍّ مَوْلَیَیْنِ لَہٗ وَمَعَہُمَا مِائَتَا دِیْنَارٍ فَقَالَ لَہُمَا اِنْطَلِقَا بِہِمَا اِلٰی اَبِیْ ذَرٍّ فَقُوْلَا لَہٗ اِنَّ عُثْمَانَ یَقْرَئُکَ السَّلَامَ وَیَقُوْلُ لَکَ ہٰذِہٖ مِائَتَا دِیْنَارٍ فَاسْتَعِنْ بِہَا عَلٰی مَا نَابَکَ فَقَالَ اَبُوْ ذَرٍّ ہَلْ اَعْطٰی اَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ مِثْلَ مَا اَعْطَانِیْ قَالَا لَا قَالَ فَاِنَّمَا اَنَا رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ یَسَعُنِیْ مَا یَسَعُ الْمُسْلِمِیْنَ قَالَا لَہٗ اِنَّہٗ یَقُوْلُ ہٰذَا مِنْ صُلْبِ مَالِیْ وَبِاللّٰہِ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ مَا خَالَطَہَا

حَرَامٌ وَلَا بَعَثَ بِهَا اِلَيْكَ اِلَّا مِنْ حَلَالٍ
فَقَالَ لَا حَاجَةَ لِيْ فِيْهَا وَ قَدْ اَصْبَحْتُ
يَوْمِيْ هٰذَا وَ اَنَا مِنْ اَغْنَى النَّاسِ فَقَالَ
لَهٗ عَافَاكَ اللّٰهُ وَ اَصْلَحَكَ مَا نَرٰى
فِيْ بَيْتِكَ قَلِيْلًا وَّ لَا كَثِيْرًا مِمَّا
تَسْتَمْتِعُ بِهٖ فَقَالَ بَلٰى تَحْتَ هٰذَا
الْاِكَافِ الَّذِيْ تَرَوْنَ رَغِيْفَا شَعِيْرٍ
قَدْ اَتٰى عَلَيْهِمَا اَيَّامٌ فَمَا اَصْنَعُ
بِهٰذِهِ الدَّنَانِيْرِ لَا وَاللّٰهِ حَتّٰى يَعْلَمَ اللّٰهُ اَنِّيْ
لَا اَقْدِرُ عَلٰى قَلِيْلٍ وَّ لَا كَثِيْرٍ۔

(۱۔ رجال کشی ص ۳۰/ تذکرہ ابوذر غفاری۔ مطبوعہ کربلا طبع جدید)

(۲۔ تنقیح المقال جلد اول صفحہ نمبر ۲۳۵ ابواب الجیم۔ مطبوعہ تہران۔ طبع جدید)

(۳۔ بحار الانوار جلد ۲۲ صفحہ نمبر ۳۹۸ باب کیفیۃ اسلام ابوذر مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۴۔ حیات القلوب جلد ۲ ص ۱۱۴۹ باب ششم در حال ابو ذر غفاری۔ مطبوعہ نولکشور۔ قدیم)

ترجمہ:-

ابوبصیر کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سنا۔ فرماتے تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی طرف اپنے دو غلاموں کو بھیجا۔ اور انہیں دو سو دینار بھی ساتھ دیئے۔ اور فرمایا۔ ابوذر کے پاس جاؤ۔ میرا سلام کہنا۔ اور کہنا کہ یہ دو سو دینار قبول کریں۔ اپنی ضروریات میں انہیں کام میں لائیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے ان دو غلاموں سے پوچھا۔ کیا اتنا مال دوسرے مسلمانوں کو بھی دیا گیا ہے۔ غلاموں نے کہا۔ نہیں۔ تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ آخر میں بھی انہی کی طرح ایک عام مسلمان ہوں۔ (پھر یہ امتیاز کیسا؟) جو ان کے لیے وہی میرے لیے ہونا چاہیئے۔ غلام کہنے لگے۔ نہیں جناب! حضرت عثمان کا فرمان تھا۔ کہ یہ رقم میرے ذاتی مال میں سے ہے۔ (مال غنیمت یا بیت المال سے نہیں) اور انہوں نے خدا وحدہ لاشریک کی قسم اٹھا کر کہا۔ کہ اس میں ایک پیسہ بھی حرام ذریعہ کا نہیں۔ جو کچھ آپ کی طرف بھیجا ہے۔ پائی پائی حلال مال ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں آج صبح کے وقت سے تمام لوگوں سے بڑھ کر غنی ہوں۔ غلام عرض کرنے لگے۔ یا حضرت! اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے۔ اور آپ کی اصلاح بھی فرمائے ہمیں تو آپ کے گھر میں قلیل و کثیر کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا۔ جس سے آپ کچھ وقت گزار سکیں۔ فرمایا۔ ہاں۔ اس بچھونے کے نیچے جسے تم دیکھ رہے ہو۔ جو کی دو روٹیاں ہیں۔ کئی دن گزر گئے۔ یہی ختم نہ ہوئیں۔ میں ان دیناروں کو لے کر کیا کروں گا۔ خدا کی قسم! یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ کہ میں قلیل و کثیر کی قدرت نہیں رکھتا۔

٭

بحار الانوار:

فَاَمَرَهٗ بِالْمَسِيْرِ اِلَى الرَّبْذَةِ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِيْ اَسْمَعْ وَاَطِعْ وَاَنْفِذْ حَيْثُ قَادُوْكَ وَلَوْ لِعَبْدٍ حَبْشِيٍّ مُجْدَعٍ فَخَرَجَ اِلَى الرَّبْذَةِ۔

(۱۔ بحار الانوار جلد ۲۲ صفحہ نمبر ۴۰۴
باب کیفیۃ اسلام ابی ذر۔
مطبوعہ تہران طبع جدید)
(۲۔ حیات القلوب جلد ۲ ص ۱۱۵۰
باب شصتم درحال ابوذر غفاری
مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)

ترجمہ:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو ربذۃ کی طرف چلے جانے کو کہا۔ تو انہوں نے کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ بات اچھی طرح سننا اور اطاعت کرنا۔ اگرچہ حکم دینے والا کوئی حبشی ناک اور کان کٹا غلام ہی کیوں نہ ہو۔ یہ کہہ کر ربذہ کی طرف چل پڑے

لمحہ فکریہ:

اہل تشیع کی دو معتبر کتابوں کے حوالہ جات آپ نے ملاحظہ کئے۔ ان سے یہی نتیجہ

اخذ ہوتا ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے مابین کوئی مخاصمت اور عناد نہ تھا۔ بلکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان کے بہی خواہ اور سچے ہمدرد تھے۔ تبھی تو آپ نے اپنے ذاتی مال سے کثیر رقم (جو آج کل کے دور میں لاکھوں کے برابر بنتی ہے۔) اور دو غلام وغیرہ ان کی خدمت میں بھیجے۔ یہ بیت المال سے نہ تھا۔ پیش کرنے والوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ذاتی اور حلال و طیب مال بتلایا لیکن حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی درویشانہ صفت اور استغناء نے اس کی پرواہ تک نہ کی۔

ان حسن سلوک اور ہمدردی کے واقعات کو پڑھ کر پھر بھی اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے۔ کہ ان دونوں حضرات کے درمیان دشمنی تھی۔ تو اسے ہٹ دھرم کے سوا کیا کہا جائے کتب اہل سنت اور اہل تشیع دونوں سے ہم نے بذریعہ حوالہ جات اس بات کو ثابت کیا ہے۔ کہ معاملہ ذاتی نہ تھا۔

ان عبارتوں سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو "خلیفۃ المسلمین،، سمجھتے اور مانتے تھے۔ ان کی اطاعت کو لازم جانتے تھے۔ شام گئے تو ان کی اجازت سے اور ربذہ تشریف لے گئے تب بھی ان سے اجازت طلب کی۔ اس لیے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ کہنا کہ آپ حضرت عثمان غنی کی خلافت و امامت کو برحق تسلیم نہ کرتے تھے۔ محض افتراء اور شرارت ہے۔ اگر ہماری اس بات پر اعتبار نہ آئے۔ تو آیئے تاریخ کے آئینہ میں اس الزام کی تائید و تصدیق دیکھیں۔ لیکن تائید و تصدیق کی بجائے ہمیں یہ نظر آئے گا۔ کہ جب بعض شیعوں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان غنی کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کی۔ تو انہوں نے اسکو شرارت قرار دیا۔ اور خود کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اطاعت کرنے والا ثابت کیا۔ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو۔

چ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مخالف مردودِ بارگاہِ الٰہی ہیں۔ (ابوذر غفاری)

طبقاتِ ابن سعد:۔

عَنْ شَيْخَيْنِ مِنْ بَنِي ثَعْلَبَةَ رَجُلٍ وَّامْرَأَتِهِ قَالَا نَزَلْنَا الرَّبْذَةَ فَمَرَّ بِنَا شَيْخٌ أَشْعَثُ أَبْيَضُ الرَّأْسِ وَاللِّحْيَةِ فَقَالُوْا هٰذَا مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَأْذَنَّاهُ أَنْ نَغْسِلَ رَأْسَهُ فَأَذِنَ لَنَا فَاسْتَأْنَسَ بِنَا فَبَيْنَا نَحْنُ كَذٰلِكَ إِذَا أَتَاهُ نَفَرٌ مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ حَسِبْتُهُ قَالَ مِنْ أَهْلِ الْكُوْفَةِ فَقَالُوْا يَا أَبَا ذَرٍّ فَعَلَ بِكَ هٰذَا الرَّجُلُ مَا فَعَلَ هَلْ أَنْتَ نَاصِبٌ لَنَا رَايَةً فَلْنَكْمُلْ بِرِجَالٍ مَا شِئْتَ فَقَالَ يَا أَهْلَ الْإِسْلَامِ لَا تَعْرِضُوْا عَلَيَّ ذَاكُمْ وَلَا تُذِلُّوا السُّلْطَانَ فَإِنَّهُ مَنْ أَذَلَّ السُّلْطَانَ فَلَا تَوْبَةَ لَهُ وَاللّٰهِ لَوْ أَنَّ عُثْمَانَ صَلَبَنِي عَلَى أَطْوَلِ خَشَبَةٍ أَوْ أَطْوَلِ جَبَلٍ لَسَمِعْتُ وَأَطَعْتُ وَصَبَرْتُ وَ

احْتَسَبْتُ وَرَأَيْتُ أَنَّ ذَالِكَ خَيْرٌ لِّي وَلَوْ سَيَّرَنِي مَا بَيْنَ الْأُفُقِ إِلَى الْأُفُقِ أَوْ قَالَ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَسَمِعْتُ وَأَطَعْتُ وَصَبَرْتُ وَاحْتَسَبْتُ وَرَأَيْتُ أَنَّ ذَالِكَ خَيْرٌ لِّي وَلَوْ رَدَّنِي إِلَى مَنْزِلِي لَسَمِعْتُ وَأَطَعْتُ وَصَبَرْتُ وَاحْتَسَبْتُ وَرَأَيْتُ أَنَّ ذَالِكَ خَيْرٌ لِّي۔

(طبقات ابن سعد جلد ۴ ص ۲۲۷
تذکرہ ابو ذر و اسمہ جندب
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

بنی ثعلبہ کے دو بوڑھے مردوں سے روایت ہے۔ کہ ہم مقام ربذہ گئے ہمارے پاس سے سفید سر اور سفید داڑھی والا ایک بزرگ گزرا۔ لوگوں نے اس کے متعلق کہا۔ کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہے۔ ہم نے اُس سے اُس کا سر دھونے کی اجازت طلب کی۔ ہمیں اجازت مل گئی۔ وہ بزرگ ہم سے مانوس ہو گیا۔ ہم اسی طرح تھے۔ کہ ایک دفعہ عراقیوں کا ایک وفد آیا۔ میرا خیال تھا کہ یہ کوفی لوگ ہیں۔ ان عراقیوں نے حضرت ابوذر سے کہا۔ اُس شخص (یعنی عثمان غنی) نے تمہارے ساتھ یوں یوں (برا سلوک) کیا۔ کیا آپ ہمیں کوئی جھنڈا دیں گے۔ تاکہ آپ کی خواہش کے مطابق (عثمان غنی کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لیے) بہت سے آدمی جمع کر سکیں۔ یہ سن کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے اہل اسلام! میرے سامنے اس قسم کی بات مت کرو۔ اور نہ ہی مسلمانوں کے خلیفہ کو ذلیل کرنے کی سوچو۔

کیونکہ جس نے خلیفہ کو ذلیل کیا۔ اس کی توبہ قطعاً قبول نہیں۔ خدا کی قسم! اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مجھے ایک لمبی لکڑی پر لٹکا دیں۔ یا اونچے پہاڑ سے لڑھکا دیں تو بھی میں ان کی بات سنوں گا اور اطاعت کروں گا۔ اور صبر کروں گا۔ اور اپنے آپ کو قابو رکھوں گا۔ اور میں سمجھوں گا کہ یہ میرے لیے بہتر ہی ہوا ہے۔ اور اگر وہ عثمان غنی) مجھے دنیا کے ایک کونہ سے دوسرے کونہ کی طرف نکال دیں۔ یا مشرق سے مغرب بھیج دیں۔ تو بھی میں ان کے سامنے اُف نہ کروں گا۔ بلکہ برضا و رغبت ان کے فیصلہ کو تسلیم کروں گا۔ اور سمجھوں گا۔ کہ یہی میرے لیے بہتر تھا۔ اور اگر وہ مجھے میرے گھر پر بھیج دیں۔ پھر بھی مجھ سے کسی قسم کا احتجاج نہ ہو گا۔ اور میں یہی سمجھوں گا کہ میرے حق میں یہی بہتر تھا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ان کی اولاد سے حسن سلوک

البداية والنهاية:۔

ثُمَّ نَزَلَ الرَّبْذَةَ فَاَقَامَ بِهَا حَتّٰى مَاتَ فِيْ ذِى الْحِجَّةِ مِنْ هٰذِهِ السَّنَةِ وَلَيْسَ عِنْدَهٗ سِوَى امْرَاتِهٖ وَاَوْلَادِهٖ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى دَفْنِهٖ اِذْ قَدِمَ عَبْدُ اللهِ ابْنُ مَسْعُوْدٍ مِنَ الْعِرَاقِ فِيْ جَمَاعَةٍ مِّنْ

اَصْحَابِهٖ فَحَضَرُوْا مَوْتَهٗ وَ اَوْصَاهُمْ كَيْفَ يَفْعَلُوْنَ بِهٖ وَقِيْلَ قَدِمُوْا بَعْدَ وَفَاتِهٖ فَتَوَلَّوْا غُسْلَهٗ وَ دَفْنَهٗ وَكَانَ قَدْ اَمَرَ اَهْلَهٗ اَنْ يَّطْبَخُوْا لَهُمْ شَاةً مِّنْ غَنَمِهٖ لِيَاْكُلُوْهُ بَعْدَ الْمَوْتِ وَ قَدْ اَرْسَلَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانٍ اِلٰى اَهْلِهٖ فَضَمَّهُمْ مَعَ اَهْلِهٖ۔

(البدایۃ والنہایۃ۔ جلد ۷ صفحہ نمبر ۱۶۵
ثم دخلت سنۃ ثنتین وثلاثین
تذکرہ ابوذر غفاری۔ مطبوعہ
بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ربذہ پہنچے۔ وہیں قیام فرمایا۔ اور اسی سال ذوالحجہ کے مہینہ میں انتقال فرما گئے۔ ان کے گھر صرف ان کی بیوی اور بچے تھے۔ یہ حضرات ان کے دفن وکفن کے اخراجات پر بھی قادر نہ تھے۔ اسی دوران عراق سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ تشریف فرما ہوئے۔ اس وقت حضرت ابوذر غفاری موت کی تیاری میں تھے۔ جناب ابوذر رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے مرنے کے بعد جو کچھ کرنا تھا اس کی وصیت فرمائی۔ یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے انتقال کر چکنے کے بعد وہاں پہنچے تھے۔

بہر حال انہوں نے ان کے کفن و دفن کا انتظام سنبھالا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کو مرنے سے قبل یہ وصیت کر گئے تھے۔ کہ ان مہمانوں کے لیے بکریوں میں سے ایک بکری ذبح کر لینا۔ تاکہ میرے انتقال کے بعد وہ کھانے سے محروم نہ رہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک کارندہ بھیجا۔ تاکہ وہ مقام ربذہ سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال کو ان کے پاس لے آئے۔ جب وہ لے آیا۔ تو آپ نے ان کو بھی اپنے اہل وعیال کے ساتھ ملا لیا۔

حاصل کلام :۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مابین مخالفین نے جو فرضی دشمنی بنا رکھی ہے۔ یعنی یہ کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ چونکہ مسلک امامیہ کے بہت بڑے مبلغ تھے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ بڑے سے بڑے لوگ ان کی گرفت سے نہ بچ سکتے تھے۔ اسی بنا پر انہوں نے خلفائے ثلاثہ اور امیر معاویہ کی خوب خبر لی۔ حتیٰ کہ ان پر لعن طعن تک کرتے" بالآخر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان سے تنگ آکر زبردستی انہیں پہلے سرزمین شام کی طرف علاقہ بدر کر دیا۔ لیکن ان کی حق گوئی اور مسلک امامیہ کی تبلیغ نے امیر معاویہ کو یہ فیصلہ کرنے پر مجبور کر دیا۔ کہ انہیں واپس مدینہ بھیج دیا جائے چنانچہ مدینہ منورہ لائے گئے۔ لیکن حضرت عثمان کو پھر ان کی تبلیغ سے خطرہ لاحق ہوا۔ تو انہیں مکہ کے نزدیک "ربذہ" نامی جگہ جلاوطن کر دیا۔ یہاں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے نہایت کسمپرسی کی زندگی بسر کی۔ اور پھر اسی کیفیت میں اللہ کو پیارے ہو گئے"

یہ ہے وہ اعتراض اور الزام جو اہل تشیع حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر لگاتے ہیں اور پھر اسے خوب مرچ مصالحہ لگا کر اپنی کتابوں میں تحریر کرتے ہیں۔ ہم نے نہایت

دیانت داری سے اپنی اور ان کی کتب سے اس کی حقیقت کو بیان کیا۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی کسی خلیفہ کے ساتھ کوئی ذاتی دشمنی نہ تھی۔ اور نہ ہی مسلکِ امامیہ وجہ نزاع تھا۔ بلکہ اختلاف یہ تھا۔ کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ درویشانہ زندگی سب کے لیے چاہتے تھے۔ اور دنیوی مال و دولت سے بہت دور رہنے کی ہر ایک کو تبلیغ کرتے۔ حتیٰ کہ ایک وقت کے کھانے کے علاوہ زیادہ مقدار میں موجود غذا کو باعثِ عذاب سمجھتے۔ لیکن ان کے اس نظریہ کی چونکہ قرآن و حدیث سے تائید نہ ہوتی تھی اس لیے صحابہ کرام نے اسے پسند نہ کیا۔ یہی درویشانہ مسلک ان کے شام جانے اور پھر مدینہ واپس آکر مقام ربذہ جانے کا سبب بنا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں بیش قیمت تحفہ جات دیے۔ غلام عطا کیے۔ لیکن انہیں ان چیزوں کی پرواہ تک نہ تھی ان کے انتقال کے بعد حضرت عثمان نے ان کے اہل و عیال کو اپنے ہاں بلوا لیا۔ اور انہیں اپنے گھر والوں کے ساتھ ملا لیا۔ یہ سب باتیں کسی دشمن سے متوقع ہو سکتی ہیں؟ پھر سب سے بڑی یہ بات کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ جناب عثمان غنی کو خلیفۃ المسلمین برحق مانتے تھے۔ اور ان کی اس حد تک اطاعت کرنے کے پابند تھے۔ کہ اگر حضرت عثمان ان کی سولی کا حکم دے دیں۔ تب بھی وہ اسے اپنے حق میں بہتر سمجھتے تھے۔ کیا ایسے جذبات ان دو افراد کے درمیان ہو سکتے ہیں۔ جو بقول معترض ایک دوسرے کے جانی دشمن ہوں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ یہ فرضی دشمنی ان کی اپنی اختراع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد برحق ہے۔ کہ تمام صحابۂ رسول باہم مہربان تھے۔ (رحماء بینھم)

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

طعن پنجم

عثمان غنی نے عبداللہ بن مسعود کا وہ وظیفہ بند کر دیا۔ جو انہیں فاروق اعظم کے دور سے مل رہا تھا۔

نیز ان کا قرآن جلا دیا

اور زدوکوب بھی کیا

اہل سنت کی قابل قدر کتاب اسد الغابہ میں یہ واقعہ مذکور ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود کا وظیفہ دو سال تک بند رکھا جب ان کا وقت وصال نزدیک آیا۔ تو عثمان غنی نے محض ریاء اور دکھلاوے کی غرض سے ان کو سابقہ وظیفہ دینے کی پیش کش کی۔ لیکن ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کو قبول نہ کیا اصل حوالہ یہ ہے۔

اسد الغابہ:

قَالَ اَلَا اٰمُرُ لَکَ بِعَطَاءٍ قَالَ لَا حَاجَةَ لِیْ فِیْهِ قَالَ یَکُوْنُ لِبَنَاتِکَ قَالَ اَتَخْشٰی

عَلٰی بَنَاتِی الْفَقْرَ اِنِّی اَمَرْتُ بَنَاتِی اَنْ یَقْرَأْنَ کُلَّ لَیْلَۃٍ سُوْرَۃَ الْوَاقِعَۃِ اِنِّی سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ قَرَأَ الْوَاقِعَۃَ کُلَّ لَیْلَۃٍ لَمْ تُصِبْہُ فَاقَۃٌ اَبَدًا وَ اِنَّمَا قَالَ لَہٗ عُثْمَانُ اَلَا اٰمُرُ لَکَ بِعَطَائِکَ لِاَنَّہٗ کَانَ قَدْ حَبَسَہٗ عَنْہُ سَنَتَیْنِ۔

(اسد الغابۃ جلد ۳ ص ۲۵۹، ۲۶۰ ذکر عبد اللہ بن مسعود مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو فرمایا کیا میں تیرا وظیفہ تجھے نہ دے دوں؟ ابن مسعود نے کہا۔ مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں فرمایا۔ تیری بیٹیوں کے کام آئے گا۔ کہا کیا تم میری بیٹیوں کے بارے میں یہ خوف رکھتے ہو۔ کہ وہ غربت میں زندگی بسر کریں گی۔ دیکھو میں نے انہیں حکم دے رکھا ہے۔ کہ روزانہ رات کو سورۃ الواقعہ پڑھ کر سویا کریں۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ جو شخص روزانہ رات کو سورۃ الواقعہ پڑھے گا۔ اسے عمر بھر فاقہ نہ چھوئے گا۔ حضرت عثمان نے جو یہ کہا۔ کہ میں تیرا وظیفہ تجھے نہ دے دوں؟ یہ اس لیے کہا۔ کہ انہوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا وظیفہ دو سال تک بند کئے رکھا۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت عثمان نے اپنے دور خلافت میں صحابہ کو بہت تنگ کیا۔ ان پر مظالم ڈھائے۔ ان کی وجہ سے ہی انہیں بغاوت کا سامنا کرنا پڑا۔ اور بالآخر قتل کر دیئے گئے۔

اس واقعہ کا اصل پس منظر

جواب

طعن مذکور کو پیش کرنے میں بڑی مہارت سے کام لیا گیا۔ اور قارئین و سامعین کو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جلیل القدر صحابہ کرام کے وظائف روک دیئے تھے۔ کاش معترضین یہ بھی دیکھ لیتے۔ کہ یہ نوبت کیوں آئی۔ اور اس کے اسباب کیا تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے وظیفہ کی بندش کا جو پس منظر ہے جب تک وہ معلوم نہ ہو۔ اس وقت تک حقیقتِ حال سے بے خبری رہے گی۔ اس لیے ہم اس واقعہ کا پس منظر بیان کرتے ہیں۔ اور پھر اس کے تاریخی شواہد پیش کریں گے۔

واقعہ یہ تھا۔ کہ مدینہ منورہ سے باہر مختلف شہروں میں ایک اختلاف نے جنم لیا۔ اختلاف یہ تھا۔ کہ کچھ مسلمان حضرت عبداللہ بن مسعود کی قرأت کتاب اللہ کو ترجیح دیتے تھے۔ اور قرآن پاک کو اسی کے مطابق پڑھنے پڑھانے پر زور دیتے تھے۔ کچھ دوسرے مسلمان دوسری قرأت کو زیادہ اہمیت دیتے اور اس کی مخالفت کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ اس کش مکش میں دو فریق بن گئے۔ اور آپس میں ان کے جھگڑے شروع ہو گئے۔ حالات کی نزاکت کے پیشِ نظر حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے شکایت کی۔ اور درخواست کی۔ کہ اس اختلاف کو ابھی سے ختم کرنے کی کوشش کریں۔ ایسا نہ ہو کہ امت مسلمہ بھی اسی طرح تفرقہ بازی کا شکار ہو جائے۔ جس طرح یہود و نصاریٰ نے اپنی آسمانی کتابوں میں کیا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی درخواست کے جواب میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اختلاف کو ختم کرنے کے لیے

قدم اٹھایا۔

اس اختلاف کے پیش نظر آپ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جمع کردہ وہ نسخہ منگوایا۔ کہ جس میں آیات منسوخہ اور تفسیری جملہ جات نکال دیئے گئے تھے۔ اور اصل قرآن کی عبارت موجود تھی۔ یہ نسخہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد فاروق اعظم اور ان کے وصال کے بعد حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا تھا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے یہ نسخہ منگوا کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کی کئی اور جلدیں اور نقول تیار کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اس عظیم کام کی ذمہ داری سپرد کرائی گئی۔ اور ہدایت دی گئی۔ کہ جہاں کہیں لغت قریش کے خلاف کوئی بات نظر آئے اس کی اصلاح ہونی چاہیئے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بموجب امر چند ایک نسخہ جات تیار کیے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ نسخہ جات مختلف شہروں میں بھیج دیئے۔ اور ہدایت کی۔ کہ ان کی مزید نقول تیار کر کے ہر علاقہ میں تقسیم کر دی جائیں۔

سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کافی عرصہ سے کوفہ میں سکونت پذیر تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں کوفہ پر عبداللہ بن عامر گورنر مقرر تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ہر شہر اور علاقہ کے عامل اور ذمہ دار شخص کو حکم دیا۔ کہ مذکورہ نسخہ کے خلاف جہاں کہیں بھی کوئی نسخہ ملے۔ اُسے بحکم سرکار ضبط کر لیا جائے اور پھر ان کو گرم پانی اور سرکہ سے دھو کر حروف اڑا دیئے جائیں۔ اور باقی ماندہ اوراق وغیرہ کو جلا دیا جائے۔ یہ ہدایات اس لیے دی گئیں۔ تاکہ اس فتنہ کا مکمل انسداد ہو جائے

گورنر کوفہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے درخواست کی۔ کہ آپ اپنا لکھا ہوا۔ قرآنی نسخہ جمع کرا دیں۔ لیکن انہوں نے دینے سے انکار کر دیا۔ کوفہ کے گورنر نے اس انکار پر ان کے ساتھ تادیبی کاروائی کی۔ اس تادیبی کاروائی کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو علم نہ تھا۔ جب حضرت عبداللہ بن مسعود کے انکار کا حضرت عثمان غنی کو

کو علم ہوا۔ تو انہوں نے بطور تنبیہ ان کا وظیفہ بند کر دیا۔ لیکن یہ بندش کسی ذاتی انتقام یا دشمنی کی بنا پر نہ تھی۔ بلکہ محض امت مسلمہ کے اتحاد اور اتفاق کی خاطر تھی۔ یہ بات قرین قیاس ہے۔ کہ جب تمام صحابہ کرام نے اس رائے کو درست تسلیم کیا۔ اور امت کے اتفاق کی خاطر ایسا ہونا بھی چاہیے تھا۔ تو ان تمام حضرات کی رائے کا حضرت عبداللہ بن مسعود کو بھی احترام کرتے ہوئے اپنا نسخہ جمع کرا دینا چاہیے تھا۔ لیکن پھر بھی جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیمار پڑے۔ تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پیدل چل کر ان کی عیادت کے لیے ان کے گھر تشریف لے گئے۔ اور وظیفہ کے اجراء کی پیشکش کی۔ اور معذرت تک پیش کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں میں کوئی ذاتی دشمنی نہ تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایسے وقت میں انکار کر دینا ایک بہت بڑے خطرہ کا باعث ہو سکتا تھا۔ اس کے باوجود حضرت عثمان وقت کے خلیفہ ہیں۔ انہوں نے کمال ہمدردی اور اخوت کا مظاہرہ فرمایا۔ ان کے گھر تشریف لے گئے۔ اور انہیں سابقہ وظیفہ قبول کرنے کو کہا۔ لیکن حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے قبول نہ کیا۔

اصل واقعہ کو مدنظر رکھ کر ہر قاری اس بات کو سمجھ جاتا ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود کا وظیفہ بند کر کے کوئی ظلم نہیں کیا۔ بلکہ ایک تنبیہ کے طور پر ایسا کیا گیا۔ اور ایسا کرنا وقت کا تقاضا بھی تھا۔ اسی لیے اس کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ظالمانہ کاروائی کہنا از خود ایک ظلم ہے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بدنام کرنے کی ایک بھونڈی کوشش ہے۔ اصل واقعہ کا ثبوت کتب شیعہ سے ملاحظہ ہو۔

ناسخ التواریخ:

وہم دریں سال آنگاہ کہ حذیفۃ الیمان از آذربائیجان مراجعت میکرد۔

نخست سعید بن العاص را دیدار نمود و گفت مرا امسال کارے صعب افتادہ است اگر از آں دست بدارم مردم در قرآن در دوغہا پیوند ند چہ شنیدم کہ اہل حمص ہمی گفتند کہ قرأت ما از دیگر کسان نیکوتر است و ایشاں سند بمقداد می برند۔ و مردم دمشق و کوفہ ہمی گفتند ما ایں قرأت از عبد اللہ مسعود یاد داریم الاجرم بر دیگر کساں فضیلت داریم۔ و مرا واجب می آید کہ ایں سخن بعثمان برم چوں بنزدیک عثمان شد

و قال یا امیر المؤمنین ادرك هذه الامة قبل ان یختلفوا فی الکتاب اختلاف الیهود و النصاری۔

گفت امت پیغمبر را دریاب از آں پیش کہ در قرآن ہر کس دیگر گونہ سخن کند۔ چنانکہ یہود و نصاریٰ در توریت و انجیل کردند عثمان چوں ایں بشنید عمال خویش را در بلاد امصار منشور کرد کہ بدست ہر کس مصحفی ہست ماخوذ داشتہ بنزدیک ما فرستید و بجمع مصاحف پرداخت و قرآنی را کہ ابو بکر از بہر خویش نگاشتہ بود و از پس او عمر بن الخطاب داشت ایں وقت در نزد حفصہ بود عثمان بفرستاد و آں مصحف از حفصہ بگرفت بشرط کہ استنساخ کنند و باز بدو فرستند۔

(ناسخ التواریخ جلد ۳ ص ۵۰۷، اجمع آوری مصاحف در نسخہ واحد مطبوعہ تہران)

ترجمہ

اسی سال جبکہ حضرت حذیفہ الیمان رضی اللہ عنہ آذربائیجان سے واپس تشریف لائے۔ سب سے پہلے ان کی ملاقات حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ اور کہنے لگے۔ کہ مجھے اس سال ایک

بہت مشکل کام کا سامنا ہے۔ کاش کہ میں اس میں کامیاب ہو جاؤں۔ لوگوں نے قرآن کریم کے متن میں ان باتوں کو درج کر لیا ہے۔ جو قرآن نہیں ہیں میں نے سنا۔ کہ حمص کے باشندے یہ کہتے ہیں۔ کہ ہماری قرأت دوسروں کی قرأت سے بہتر ہے۔ وہ اپنی قرأت کو حضرت مقداد تک پہنچاتے ہیں۔ اور دمشق وکوفہ کے لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ ہماری قرأت چونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت ہے۔ اس لیے دوسری قرأت پر اس کی فضیلت ہے اب میں اس بات کو لازمی طور پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گوش گزار کروں گا۔ جب یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ تو کہا۔ اے امیر المؤمنین! اس امت کو قرآن پاک میں اختلاف رونما ہونے سے پہلے بچا لیں۔ ان کا اختلاف کچھ یہود ونصاریٰ کے اس اختلاف سے ملتا جلتا ہے۔ جو انہوں نے تورات وانجیل میں کیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب یہ بات سنی۔ تو تمام شہروں کے عمال کو حکم دیا۔ کہ قرآن کریم کا کوئی نسخہ جس کے ہاتھ آئے۔ وہ حاصل کر کے مجھے بھیج دیا جائے۔ ادھر وہ خود قرآن کریم کے جمع کرنے کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اور قرآن کریم کا وہ نسخہ جو ابوبکر صدیق نے اپنے لیے لکھ رکھا تھا۔ وہ منگوایا۔ یہ نسخہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد فاروق اعظم اور ان کے انتقال کے بعد ام المؤمنین، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو ان سے یہ نسخہ اس شرط پر لینے کو بھیجا۔ کہ ہم اس کی نقل کر کے آپ کو واپس کر دیں گے۔

دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ناراضگی کی وجہ یہ تھی۔ کہ آپ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو درست تسلیم نہ کرتے تھے۔ اور اس کے منکر تھے۔ اس لیے کہ ان کے نزدیک حضرت عثمان غنی اس منصب کے اہل نہ تھے۔ وغیرہ وغیرہ

یہ استدلال سراسر لغو اور باطل ہے۔ تحفہ اثنا عشریہ میں مذکور ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ایک خاص دوست سلمہ بن شقیق اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے بتاتے ہیں۔

تحفہ اثنا عشریہ:

دَخَلْتُ عَلَى ابْنِ مَسْعُوْدٍ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ وَعِنْدَهُ قَوْمٌ يَذْكُرُوْنَ عُثْمَانَ فَقَالَ لَهُمْ مَهْلًا فَاِنَّكُمْ اِنْ تَقْتُلُوْهُ لَا تُصِيْبُوْنَ مِثْلَهُ.

(تحفہ اثنا عشریہ اردو صفحہ نمبر ۶۱۷ مطبوعہ کراچی)

ترجمہ

میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی بیماری کے دوران حاضر ہوا۔ یہ وہ بیماری تھی۔ کہ جس میں ان کا انتقال ہوا تھا۔ تو میں نے آپ کے پاس کچھ لوگوں کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں (ادھر ادھر کی) باتیں کرتے دیکھا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا چپ ہو جاؤ۔ ان باتوں اور اعتراضات کو چھوڑ دو۔

اگر تم نے عثمان غنی کو قتل کر دیا۔ تو ان جیسا پھر تمہیں نہ ملے گا۔

معلوم ہوا۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس وجہ سے ناراض نہ تھے کہ آپ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بننے کا اہل نہ سمجھتے تھے۔ اگر یہی بات ہوتی۔ تو اپنے پاس بیٹھے لوگوں کو حضرت عثمان کے خلاف باتیں کرنے سے منع نہ کرتے۔ اور نہ ہی یہ فرماتے۔ کہ ان جیسا پھر تمہیں نہ ملے گا۔ ہاں انہیں اس امر کا دُکھ تھا۔ کہ ان سے زبردستی ان کا لکھا ہوا قرآنی نسخہ کیوں لیا گیا۔ اسے وہ اپنے متعلق ذاتی سمجھتے تھے۔ ابھی تاریخ یعقوبی کے ایک حوالہ میں یہ بیان ہوا۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے خود اپنی ذات کو بدلہ کے لیے پیش کر دیا۔ لیکن حضرت ابن مسعود نے یہ کہہ کر بدلہ لینے سے انکار کر دیا۔ کہ میں خلفاء مسلمین سے بدلہ لینے کا ارادہ نہیں کر سکتا۔ یعنی وہ حضرت عثمان غنی کو امت مسلمہ کا خلیفہ مانتے ہیں۔ تبھی تو کہہ رہے ہیں کہ میں خلفاء سے بدلہ نہیں لینا چاہتا۔ اسی کے ساتھ یہ بھی مذکور ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ اگر تم نے عثمان کو قتل کر دیا۔ تو پھر ایسا ملنا مشکل ہو جائے گا۔ حضرت عثمان سے ان کی رنجیدگی اسی نسخے کے لینے کی وجہ سے تھی۔ جب تمام صحابہ ایک طرف ہوں۔ اور ایک رائے پر اتفاق کریں۔ تو صرف ایک صحابی کا اس سے اختلاف کرنا ذرا اچھا نہیں لگتا۔ لیکن اپنے اجتہاد کے پیش نظر حضرت ابن مسعود کا یہ خیال تھا کہ قرأت ایک سے زیادہ ہونے میں کیا حرج ہے۔ اس عارضی ناراضگی کی ایک بہت بڑی دلیل یہ ہے۔ کہ جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے آخری دن تھے۔ تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں پیغام بھیجا۔ کہ آپ کوفہ چھوڑ کر ہمارے پاس تشریف لے آئیں۔ آپ کا پیغام سن کر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کوفہ چھوڑنے کی تیاری کی۔ اہل کوفہ نے بہت روکا۔ لیکن آپ نے فرمایا۔ میرے لیے خلیفہ اور امیر کی اطاعت لازم ہے۔ لہٰذا میں اب کوفہ میں نہیں رہ سکتا۔

آپ مدینہ منورہ تشریف لائے۔ اور پھر یہیں انتقال بھی فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود نے حضرت عثمان غنی کے خلاف بغاوت کرنے سے انکار کردیا

اسد الغابۃ:

رَوَی الْاَعْمَشُ عَنْ زَیْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ لَمَّا بَعَثَ عُثْمَانُ اِلٰی عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ یَاْمُرُهٗ بِالْقُدُوْمِ عَلَیْهِ بِالْمَدِیْنَةِ وَکَانَ بِالْکُوْفَةِ اجْتَمَعَ النَّاسُ عَلَیْهِ فَقَالُوْا اَقِمْ وَنَحْنُ نَمْنَعُكَ اَنْ یَّصِلَ اِلَیْكَ شَیْءٌ تَکْرَهُهٗ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ اِنَّ لَهٗ عَلَیَّ حَقَّ الطَّاعَةِ وَاِنَّهَا سَتَکُوْنُ اُمُوْرٌ وَفِتَنٌ فَلَا اُحِبُّ اَنْ اَکُوْنَ اَوَّلَ مَنْ فَتَحَهَا فَرَدَّ النَّاسَ وَخَرَجَ اِلَیْهِ وَتُوُفِّیَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ بِالْمَدِیْنَةِ سَنَةَ اثْنَتَیْنِ وَثَلَاثِیْنَ۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد نمبر ۳
تذکرہ عبداللہ بن مسعود
مطبوعہ بیروت طبع جدید

ترجمہ

زید بن وہب سے اعمش نے روایت کی۔ کہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو کوفہ بھیجا۔ تاکہ وہ وہاں پہنچ کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ پیغام پہنچائے۔ کہ خلیفہ وقت نے انہیں کوفہ چھوڑ کر مدینہ منورہ آنے کا حکم دیا ہے۔ جب وہ شخص کوفہ پہنچا۔ اس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس کچھ لوگ جمع تھے۔ وہ کہنے لگے۔ آپ یہیں رہیں۔ اگر کوئی آپ کو دکھ دینے کی کوشش کرے گا۔ تو ہم اس کا دفاع کریں گے۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا۔ مجھ پر ان کی اطاعت کرنا لازم ہے۔ اور بہت جلد فتنے اور اختلافات اٹھنے والے ہیں۔ تو میں نہیں چاہتا۔ کہ میں ہی ان کی ابتداء کرنے والا قرار پاؤں یہ کہہ کر لوگوں کی بات نہ مانی۔ اور مدینہ منورہ تشریف لے آئے ۳۲ھ میں ان کا یہیں انتقال ہو گیا۔

اس حوالہ سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ برحق اور واجب الاطاعت امیر سمجھتے تھے۔ رہی یہ بات کہ جب ایسا ہی تھا۔ تو پھر حضرت ابن مسعود نے رُکا ہوا وظیفہ لینے سے کیوں انکار کر دیا تھا؟

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہ ایک وقتی ناراضگی کی وجہ سے تھا۔ ایسا دو دوستوں میں کبھی کبھار ہو ہی جاتا ہے۔ اس وجہ سے کوئی دشمنی نہیں ہو جاتی۔ یہ ناراضگی بالآخر ختم ہو گئی۔ وہ اس طرح کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے آخری ایام میں حضرت زبیر کو وصیت کی۔ کہ میرا دو سالہ رُکا ہوا وظیفہ لے کر میری اولاد پر خرچ کرنا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

حضرت ابن مسعود نے کئی سالوں کا وظیفہ اکٹھا وصول کیا

طبقات ابن سعد:

عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ اَوْصٰى اِلَى الزُّبَيْرِ وَقَدْ كَانَ عُثْمَانُ حَرَمَهُ عَطَاءَهُ سِنَتَيْنِ فَاَتَاهُ الزُّبَيْرُ فَقَالَ اِنَّ عِيَالَهُ اَحْوَجُ اِلَيْهِ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ فَاَعْطَاهُ عِشْرِيْنَ اَلْفًا اَوْ خَمْسَةً وَعِشْرِيْنَ اَلْفًا۔

(الطبقات الکبریٰ ابن سعد۔ جلد ۳
ذکر ما اوصٰی بہ عبد اللہ بن مسعود
مطبوعہ بیروت)

ترجمہ

ہشام بن عروۃ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا دو سال کا وظیفہ روک رکھا تھا۔ وصیت یہ کی۔ کہ مذکورہ وظیفہ جا کر لے آنا۔ بموجب وصیت، حضرت، زبیر رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے۔ اور حضرت عثمان غنی سے عرض کیا۔ کہ عبد اللہ بن مسعود

کے بال بچے اس وظیفہ کے بیت المال کی بہ نسبت زیادہ محتاج ہیں۔ یہ سن کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کو جمع شدہ وظیفہ دے دیا۔ جو ایک روایت کے مطابق بیس ہزار درہم اور دوسری کے مطابق پچیس ہزار درہم تھے۔

الحاصل:

سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی شخصیت چونکہ اہل سنت اور اہل تشیع کے نزدیک محترم اور معزز ہے۔ اگرچہ دونوں کا معیار اپنا اپنا ہے۔ بہرحال ان کے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مابین ایک انفرادی مسئلہ میں اختلاف ہو گیا۔ اور کچھ ناراضگی بھی ہو گئی۔ لیکن اس ناراضگی کو ذاتی ناراضگی پر محمول کرنا اور پھر اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ حضرت عثمان غنی کی خلافت کو ابن مسعود درست تسلیم نہ کرتے تھے۔ اور یہ کہ ان میں اہلیت نہ تھی۔ کسی طور پر بھی درست نہیں۔ کم مطالعہ اور عام ذہن کے سنی حضرات کو ورغلانے اور عقائد حقہ سے پھسلانے کی کوشش کرتے ہوئے اہل تشیع یہاں تک کہہ دیتے ہیں۔ کہ خود سنیوں کی مشہور کتاب میں لکھا ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی نے ان (عبداللہ بن مسعود) کا وظیفہ بند کر دیا ان پر ظلم کیا۔ ان کے قرآن کو جلا دیا۔ لیکن جس کتاب کا نام لیتے ہیں۔ اس میں ان الزامات کا نام تک نہیں "اسد الغابہ" کا یہ وظیفہ کرتے پھرتے ہیں۔ ہم نے اس کی عبارت من وعن درج کر دی۔ ہاں اتنی بات اس میں ضرور مذکور ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی نے ان کا وظیفہ بند کر دیا تھا۔ لیکن اسد الغابہ کے علاوہ کیا کسی اور اہل سنت کی کتاب نے اس واقعہ کو اس رنگ میں پیش کیا ہو۔ کہ اس سے حضرت عثمان غنی کی ذات پر طعن کیا جا رہا ہے۔ حاشا و کلا ایسا ہرگز نہیں۔ یہ گھٹیا طریقہ اور پرفریب چال اہل تشیع ہی چلتے ہیں۔ یہ وظیفہ بھی بعد میں ان کی وصیت کے مطابق مانگنے والے کو دیا گیا۔ جسے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اہل و عیال پر خرچ کیا گیا۔ اسی اسد الغابہ میں مذکور ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی نے یہ رقم دے

دی تھی۔

"فَلَمَّا تُوُفِّيَ اَرْسَلَهُ اِلَى الزُّبَيْرِ فَدَفَعَهُ اِلَى وَرَثَتِهِ"

ترجمہ

جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ تو ان کا رکا ہوا وظیفہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر کو دیا۔ انہوں نے وہ رقم حضرت ابن مسعود کے ورثاء کے سپرد کر دی۔

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وہ تمام رقم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ورثاء پر خرچ کرنے کے لیے دے دی۔ تو پھر شیعہ لوگوں کو اس پر واویلا اور شور مچانے کی کیا مصیبت پڑی ہے۔ اس تمام تحریر سے جو بات ہمارے سامنے آتی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے درمیان کوئی ذاتی رنجش نہ تھی۔ جس کی خاطر حضرت عثمان نے ان کا وظیفہ بند کر دیا۔ صرف وقتی ناراضگی تھی۔ اسی لیے حضرت عثمان نے ان کی عیادت کی۔ ان کو بدلہ لینے کی دعوت دی۔ ان کو واپس مدینہ منورہ بلوایا۔ اور ان کے وصال کے بعد ان کی رکی رقم ان کے ورثاء کو دے دی۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

طعن ششم

حضرت عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) نے جلیل القدر صحابہ کرام کو معزول کر کے اپنے عزیز و اقارب کو عہدوں سے نوازا

حضرت عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) نے اپنے دورِ خلافت میں انتظامی طور پر ایک ایسا قدم اٹھایا۔ کہ جس سے پوری ملت اسلامیہ کی جڑیں ہل گئیں۔ ہر طرف افرا تفری کا عالم اور بے چینی کا دور دورہ شروع ہو گیا۔ ان کے مقرر کردہ عمال کی شکایات روز کا معمول بن گئیں۔ وہ قدم یہ تھا۔ کہ انہوں نے مختلف عہدہ جات سے جلیل القدر صحابہ کرام کو معزول کر دیا اور ان عہدوں پر اپنے خاندان کے افراد کو لا کھڑا کر دیا۔ ان انتظامی غلطیوں کا نتیجہ تھا۔ کہ

آپ کو خود بھی خلافت سے ہاتھ دھونے پڑے۔ اور آپ کی شہادت کا واقعہ رونما ہوا۔

جواب ا ل

سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مملکت اسلامیہ بہت پھیلی ہوئی تھی۔ ایک طرف مصر و شام اور افریقہ تک کے علاقہ جات زیر نگیں تھے۔ اور دوسری طرف ساحل کران تک کا حصہ زیر تصرف تھا۔ اتنے طویل و عریض رقبہ کے افراد کے حقوق کے تحفظ اور دوسرے انتظامی امور کے لیے دو چار آدمیوں کی ضرورت نہ تھی۔ بلکہ ایک معتد بہ تعداد مطلوب تھی۔ تاکہ اس وسیع رقبہ کا انتظام و انصرام باحسن وجوہ سرانجام دیا جاسکے۔ ان تمام عہدہ جات کے بارے میں یہ کہنا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے صرف اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کو ہی ان سے نوازا۔ اور دوسرے اہل حضرات کو کوئی اہمیت نہ دی۔ بلکہ ان کو معزول تک کردیا۔ یہ سراسر بہتان اور زیادتی ہے۔ تاریخی حقائق اس کی قطعاً تائید نہیں کرتے۔ تاریخ کی ورق گردانی سے ان کے بہت سے عمال کے نام اور ان کی تقرری کی جگہ کا علم ہوتا ہے۔ ان کے بارے میں ایک فہرست دی جاتی ہے۔ جو علامہ توکلی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کی ہے۔ اس کے ساتھ اس کی تائید کی صورت میں ہم نے اہل تشیع کی کتب کے حوالہ جات بھی دیے ہیں تاکہ سند رہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت عمال کی فہرست

از کامل ابن اثیر و ناسخ التواریخ۔

عامل یا والی کا نام	علاقہ کا نام	کیفیت از تاریخ اہل سنت و اہل تشیع
(۱) خالد بن عاص مخزومی	مکہ	(۱) استیعاب میں خالد بن عاص بن ہشام مخزومی صحابی کو عہد عثمان میں عامل مکہ لکھا ہے۔ جو عہد فاروقی میں بھی اسی عہدے پر فائز تھے۔ (۲) تجرید اسمائے صحابہ جلد ۱ ص ۱۵۶ تحت خالد بن عاص مطبوعہ حیدر آباد دکن انڈیا۔ (۳) الکامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۸۶۔ (۴) تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۱۷۶
(۲) قاسم بن عبداللہ بن ربیعہ ثقفی	طائف	(۱) الکامل ابن اثیر الجوزی جلد ۳ ص ۱۸۶ تحت عمال عثمان طبع بیروت) (۲) طبری جلد ۵ ص ۱۴۸ تحت عمال عثمان (۳) تاریخ یعقوبی از شیعی جلد ۲ ص ۱۷۶ تحت عمال عثمان۔

نام عامل یا والی	نام علاقہ	کیفیت از تاریخ اہل سنت کامل۔ طبری وغیرہ
۳۔ یعلیٰ بن امیہ تیمی (صحابی)	صنعاء	حضرت یعلیٰ عہد فاروقی میں بھی صنعاء کے عامل تھے۔ (۱) الکامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۸۶ اتحت عمال عثمان۔ (۲) تاریخ طبری جلد ۵ ص ۱۴۸ اتحت عمال عثمان۔ (۳) تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۱۷۶ اعمال عثمان۔
۴۔ عبداللہ بن عامر بن کریز عبشمی	بصرہ	عہد فاروقی میں بصرہ کے عامل حضرت ابوموسیٰ اشعری تھے خلافت عثمانی کے ابتدائی دور میں بھی یہی عامل تھے۔ عہد عثمانی کے تیسرے سال اہل ایذج واکراد نے ارتکاب کفر کیا۔ اس لیے حضرت ابوموسیٰ نے لوگوں کو پیدل جہاد کی ترغیب دی۔ مگر خود سوار ہو کر نکلے۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے باگ پکڑ لی۔ اس پر ابوموسےٰ اشعری نے لوگوں کو چابک مار کر ہٹایا۔ یہ شکایت حضرت عثمان کے پاس پہنچی۔ آپ نے انہیں بصرہ کی ولایت سے معزول کر دیا۔ اور ان کی جگہ عبداللہ بن عامر مقرر کیے گئے یہ ۲۹ھ کا واقعہ ہے۔ (۱) الکامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۸۶ اتحت عمال عثمان (۲) تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۱۷۶ (۳) طبری جلد ۵ ص ۱۴۹ (۴) مروج الذہب جلد ۲ صفحہ نمبر ۳۳۴)

نام عامل یا والی	نام علاقہ	کیفیت
۵۔ عبداللہ بن ابی ربیعہ مخزومی (صحابی)	جند	حضرت عبداللہ عہد فاروقی میں بھی جند کے عامل تھے۔ (۱) تاریخ طبری جلد ۵ ص ۱۴۸ تحت عمال عثمان۔ (۲) الکامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۸۶ تحت عمال عثمان۔
۶۔ معاویہ بن ابی سفیان اموی (صحابی)	شام	حضرت معاویہ فاروقی عہد میں دمشق اور اردن کے عامل مقرر ہوئے تھے۔ اوائل عہد عثمانی میں عامل حمص و قنسرین جناب عمیر بن سعد بیمار ہو کر مستعفی ہو گئے ادھر عامل فلسطین جناب عبدالرحمن بن علقمہ انتقال کر گئے لہذا حمص، قنسرین اور فلسطین کا بھی امیر معاویہ کو عامل مقرر کر دیا گیا۔ حضرت امیر معاویہ خداداد صلاحیت اور قابلیت کی وجہ سے پورے شام کے گورنر ہو گئے۔ ان کی طرف سے حمص پر عبدالرحمن بن خالد قرشی مخزومی، قنسرین پر حبیب بن مسلمہ قرشی فہری، اردن پر ابوالاعور سلمی اور فلسطین پر علقمہ بن حکیم فراسی کنانی اور بحری علاقہ پر عبداللہ بن قیس فزاری مامور تھے۔ (۱) الکامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۸۶ (۲) طبری جلد ۵ ص ۱۴۸ (۳) یعقوبی جلد ۲ ص ۱۷۶ (۴) مروج الذہب جلد ۲ ص ۳۳۴

نام عامل یا والی	نام علاقہ	کیفیت
۷۔ ابو موسیٰ اشعری (صحابی)	کوفہ	حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی۔ کہ حضرت سعد بن ابی وقاص کو کوفہ کا دوبارہ عامل مقرر کیا جائے۔ کیونکہ ان کی معزولی کسی خیانت یا برائی کی وجہ سے نہ ہوئی تھی۔ اسی لیے حضرت سعد بن ابی وقاص ایک سال سے کچھ اوپر عامل کوفہ رہے۔ ان کے بعد ولید بن عقبہ پانچ سال تک کوفہ کے عامل رہے۔ پھر سعید بن عاص مامور ہو گئے۔ اہل کوفہ ان سے خوش نہ تھے آخر کار انہوں نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کو اپنا حاکم بنا کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ان کی منظوری لے لی۔ (۱) تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۱۷۶،۱۷۱۔ (۲) کامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۸۶
۸۔ جریر بن عبداللہ بجلی (صحابی)	قرقیسیا	حضرت جریر کوفہ میں رہا کرتے تھے۔ جب اہل کوفہ نے حضرت عثمان پر سب وشتم شروع کیا۔ تو یہ قرقیسیا میں آ گئے۔ اور کہنے لگے۔ میں ایسے شہر میں نہیں رہ سکتا۔ جہاں حضرت عثمان پر سب وشتم ہو۔ (۱) الکامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۸۶ (۲) طبری جلد ۵ ص ۱۴۸۔

کیفیت	نام علاقہ	نام عامل یا والی
عہد فاروقی میں حذیفہ بن الیمان اور عتبہ بن فرقد سلمی جو فتح، آذربائیجان میں شامل تھے۔ یکے بعد دیگرے عامل تھے۔ جب حضرت عثمان نے عتبہ کو معزول کیا، تو اہل آذربائیجان نے نقض عہد کیا۔ اس لیے ۲۵ھ میں ولید عتبہ عامل کوفہ مع اشعث بن قیس کے آذربائیجان بھیجے گئے۔ انہوں نے اہالی آذربائیجان کو صلح حذیفہ پر مجبور کیا۔ ولید کی واپسی پر اشعث بطور عامل وہیں رہ گئے۔ (۱) الکامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۸۶ (۲) طبری جلد ۵ ص ۴۸	آذربائیجان	۹۔ اشعث بن قیس کندی (صحابی)
حلوان عراق میں ایک بڑا آباد شہر تھا۔ جریر بن عبداللہ بجلی نے اسے ۱۹ھ میں فتح کیا تھا۔ (۱) الکامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۸۷ (۲) تاریخ طبری جلد ۵ ص ۱۴۹	حلوان	۱۰۔ عتیبہ بن نہاس
حضرت مالک موصوف جاہلیت اور اسلام میں بڑے شجاع تھے۔ جنگ قادسیہ میں شامل تھے۔ (۱) الکامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۸۷ (۲) تاریخ طبری جلد ۵ ص ۱۰۹	ماہ	۱۱۔ مالک بن حبیب ابومحجن ثقفی

نام عامل یا والی	نام علاقہ	کیفیت
۱۲۔ نسیر بن ثور عجلی	ہمدان	نہاوند کے نواح میں نسیر ایک قلعہ کا نام بھی ہے۔ چونکہ اس قلعہ کو حضرت نسیر نے فتح کیا تھا۔ اس لیے آپ کے نام پر موسوم بہ نسیر ہوا۔ (۱) الکامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۸۷ (۲) تاریخ طبری جلد ۵ ص ۱۴۹
۱۳۔ سعید بن قیس	رے	(۱) الکامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۸۷ (۲) تاریخ طبری جلد ۵ ص ۱۴۹
۱۴۔ سائب ابن اقرع ثقفی	اصفہان	حضرت سائب فتح نہاوند میں شامل تھے۔ حضرت فاروق اعظم نے ان کو عامل مدائن مقرر کر دیا تھا۔ ایک روز اپنی والدہ ملیکہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا مبارک ہاتھ ان کے سر پر پھیرا۔ (۱) الکامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۸۷ (۲) تاریخ طبری جلد ۵ ص ۱۴۹
۱۵۔ نغیس	ماسبذان	(۱) الکامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۸۷ (۲) تاریخ طبری جلد ۵ ص ۱۴۹

نام عامل یا والی	نام علاقہ	کیفیت
۱۶۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح قرشی عامری	مصر	حضرت فاروق اعظم کے انتقال کے وقت مصر میں عمرو بن العاص اور عبداللہ بن سعد دو عامل تھے۔ حضرت عمرو کو جنگ کا بہت تجربہ تھا۔ اور دشمن کے دل میں ان کی ہیبت بیٹھی ہوئی تھی۔ اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ حضرت عمرو کو صیغہ جنگ پر اور حضرت عبداللہ کو خراج مصر پر مامور کیا جائے۔ مگر حضرت عمرو نے انکار کر دیا۔ اس لیے حضرت عمرو معزول ہو گئے۔ اور عبداللہ خراج مصر اور حرب دونوں پر مامور ہو گئے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ حضرت عثمان ذوالنورین نے عبداللہ کو خراج مصر پر متعین کر دیا تھا۔ پھر دونوں میں کچھ قیل و قال ہوئی۔ عبداللہ نے دربار عثمانی میں شکایت کر دی۔ جس پر حضرت عمرو معزول کر دیے گئے۔ (۱) فتوح البلدان بلاذری۔ (۲) تاریخ طبری جلد ۵ ص ۱۴۸ (۳) تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۱۷۶ (۴) مروج الذہب جلد ۲ ص ۲۳۴
۱۷۔ زید بن ثابت (صحابی)	مدینہ منورہ	زید بن ثابت رضی اللہ عنہ عثمان غنی کے دور خلافت میں جب حضرت عثمان حج پر جاتے۔ تو انہیں اپنا نائب مقرر کرتے۔ (۱) اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ للجزری۔ جلد ۲ صفحہ نمبر ۲۲۲ ذکر زید بن ثابت۔

نوٹ: ۔ قارئین کرام! ان عاملین کی فہرست آپ نے دیکھی۔ جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

کی شہادت کے وقت مختلف شہروں پر متعین و مامور تھے ان سترہ عاملین میں سے صرف تین وہ عامل ہیں۔ جن کی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے رشتہ داری تھی۔ بقیہ چودہ عامل غیر رشتہ دار تھے۔ وہ تین عامل جو آپ کے رشتہ دار تھے۔ وہ یہ ہیں۔ (۱) عبداللہ بن عامر جو ایرو کے عامل تھے۔ یہ حضرت عثمان کے ماموں زاد تھے۔ (۲) عبداللہ بن ابی سرح جو مصر کے عامل تھے۔ یہ جناب عثمان کے اخیافی بھائی تھے۔ (۳) امیر معاویہ جو شام کے عامل تھے۔ یہ ان کے چچازاد تھے۔ ان تین حضرات کو یوں ظاہر کرنا کہ پورے ملک میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار عامل تھے۔ کون عقل مند اس کو مانے گا۔ ان تین کے عامل بننے پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اقربا پرور کہنا اور اپنوں کو نوازنے کا الزام نری جہالت اور پرلے درجے کی حماقت ہے۔ اس جہالت اور حماقت کا ثبوت ہماری فہرست سے واضح ہو رہا ہے۔ اب ان معترضین نے ایک اور پلٹا کھایا۔ اور ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کے مصداق ایک اور چال چلی۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جن چند رشتہ داروں کو اپنے عامل مقرر کیا۔ وہ اس عہدہ کے اہل نہ تھے۔ اور جن کو معزول کیا گیا۔ وہی موزوں اور اہل تھے ہم آئندہ اوراق میں اس طعن کو ذکر کر کے اس کا جواب بھی لکھ رہے ہیں۔

(وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔)

طعن ہفتم

(حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) نے جن عامل صحابہ کرام کو معزول کیا۔ ان کی جگہ اپنے نااہل رشتہ داروں کو مقرر کیا۔

یہ وہ طعن ہے۔ کہ جسے اہل تشیع بہت اہمیت دیتے ہیں۔ اور اس کے ذریعہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ظالم اور اقرباء پرور ثابت کرنے کی مذموم کوشش کرتے ہیں ان کا کہنا ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی کے اس قدم اٹھانے سے مملکت اسلامیہ میں افراتفری پھیل گئی۔ لوگوں نے یہ اعتراضات شروع کر دیئے۔ کہ حضرت عثمان نے قابل اور اہل،

صحابہ کرام کو معزول کر دیا ہے۔ ان کی جگہ نا اہل لیکن اپنے رشتہ داروں کو عامل مقرر کر دیا ہے۔ یا یوں کہیئے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ سعد بن ابی وقاص ابو موسیٰ اشعری اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم ایسے جلیل القدر صحابہ کرام کو منصبِ ولایت سے معزول کر کے ان کی جگہ ولید بن عقبہ، عبداللہ بن ابی سرح اور سعید بن العاص ایسے لوگوں کو مقرر کیا۔ جس کی کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی۔ اور نہ ہی اُن کی معزولی کا کوئی جرم مذکور ہے تو اس طریقہ کار سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی قرابت اور رشتہ داری کو صحابیت اور اہلیت پر ترجیح دی۔ اسی غلط فیصلہ سے ملک تباہی کے بھنور میں جا پھنسا۔ اور اسی غلطی کی پاداش میں خود حضرت عثمان بھی شہید کر دیئے گئے

جواب

مذکورہ طعن کا قواعد و ضوابطِ حکومت اور شرعی قانون سے کوئی تعلق نہیں۔ لہٰذا بے بنیاد ہے

کسی بھی نظامِ حکومت و خلافت میں اس حکومت کے عمال و ولاۃ کا مقرر کرنا یا انہیں معزول کر دینا محض ایک شورائی اور اجتہادی مسئلہ ہے۔ جس کا اختیار اربابِ حل و عقد کو اور آخر وقت کے خلیفہ کو ہوتا ہے۔ باہم رائے اور صوابدید خلیفہ کے مطابق کسی جگہ کے حالات کے پیشِ نظر کسی کی تقرری اور کسی کی معزولی روبعمل ہوتی ہے۔ اس پر کوئی شرعی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اس کا واضح ثبوت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کے دور میں بھی ملتا ہے۔ کہ جن کی امامت و خلافت کو معترض بڑے تشدد و مد کے ساتھ اور

"وصمیم قلب" کے ساتھ مانتے ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بہت سے عمال کو معزول کر دیا تھا۔ حالانکہ صحابہ کرام کی ایک کثیر تعداد ان کے اس فیصلہ کے خلاف تھی۔ اور اس پر مزید یہ کہ آپ نے اپنے وصال سے قبل ہی اپنے لختِ جگر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو اپنا ولی عہد مقرر کر لیا تھا۔ آپ کے ان فیصلہ جات پر کوئی شرعی اعتراض نہ کیا گیا۔ کیونکہ تقرری اور معزولی کا معاملہ خلیفہ وقت کی صوابدید پر ہوتا ہے۔ کسی کو معزول کر دے۔ یا کسی کو مقرر کر دے۔ وہ بہتر سمجھتا ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی محض اپنے اجتہاد اور رائے سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ایسے جرنیل کو معزول کر دیا۔ جن کی آج تک دنیا کوئی نظیر پیش نہ کر سکی۔ ان کی جگہ عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار مقرر کیا گیا۔ حالانکہ عمومی اور ظاہری حالات کے اعتبار سے آپ کو یہ فیصلہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔ لیکن سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اس بارے میں مخالفت کرتے ہوئے کوئی بھی خالد بن الولید کو سپہ سالار مقرر نہ کر سکا۔ یہ سب کچھ اس لیے ماننا پڑا۔ کہ وقت کے خلیفہ کا فیصلہ ہے۔ اور وہ اس بارے میں مکمل اختیار رکھتا ہے۔

اسی طرح سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جن عمال کو معزول کیا۔ اور جن کو مقرر کیا۔ وہ ان کی اپنی رائے اور صوابدید پر موقوف تھا۔ اس لیے ولید بن عقبہ وغیرہ کی تقرری کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں۔ ہمارے اس بیان کی وضاحت اور تشریح شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی مندرجہ ذیل عبارت سے ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

قرۃ العینین:۔

میگوئیم کہ نصب و عزل مفوض است برائے خلیفہ۔ اگر اجتہاد خلیفہ مودی شود بآنکہ از فلاں شخص کار امت سرانجام می یابد لازم می شود بر وے

نصب او۔

(قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین صفحہ نمبر ۲۷۲
بحث مطاعن عثمان مطبوعہ مجتبائی دہلی)

ترجمہ:-

ہم کہتے ہیں۔ کہ (عمال وولاۃ) کی تقرری اور معزولی کا معاملہ خلیفہ وقت کے سپرد ہوتا ہے۔ اگر خلیفہ کا اجتہاد اور رائے اس بات کی طرف راستہ کھولتی ہے۔ کہ فلاں شخص کے ذریعہ ملتِ اسلامیہ کا کام بخوبی ادا ہو سکتا ہے۔ تو ایسے آدمی کی تقرری خلیفہ کو لازم ہو جاتی ہے۔

نوٹ:-

خلیفہ وقت آخر انسان ہے۔ اس لیے ان معاملات کو یہ کہنا کہ اس کا فیصلہ غلط نہیں ہونا چاہیے۔ یا غلط نہیں ہو سکتا۔ درست نہیں۔ کیونکہ نہ وہ عالم الغیب ہوتا ہے۔ اور نہ معصوم ہونا اس کے لیے شرط ہے۔ بلکہ یہ از اول تا آخر محض اجتہاد سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایسا ممکن ہے کہ خلیفہ وقت نے اپنی صوابدید کے مطابق کسی کو کسی علاقہ کا عامل مقرر کیا لیکن وقت گزرنے پر اس عامل نے کوئی خیانت یا غلط قدم اٹھایا۔ اس خیانت اور غلطی کا ذمہ دار خلیفہ نہیں ہو گا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے۔ کہ خیانت کے مرتکب کی گرفت میں غفلت کرے۔ تو بجا طور پر خلیفہ موردِ الزام ہو گا۔ شاہ ولی اللہ نے بھی حضرت عثمان غنی کے مقرر کردہ عمال کے متعلق انہی خیالات کا اظہار کیا ہے۔

☆

قرۃ العینین:۔

میگوئیم ہر چہ از ایشاں بوقوع آمد نہ بامر ذی النورین بود و نہ بوفق صلاح دید وے و در خلافت علم غیب اخود شرط نیست آنچہ شرط خلافت است اجتہاد است وذی النورین در اجتہاد تقصیر نہ کرد۔

(قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین ص ۲۱۷ بحث مطاعن ختنین مطبوعہ دہلی)

ترجمہ:۔

ہم کہتے ہیں۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عامل مقرر کرنے کے بعد ان عمال سے جو کچھ اچھا برا ہوا۔ وہ نہ تو حضرت عثمان غنی ذو النورین رضی اللہ عنہ کے حکم سے ہوا۔ اور نہ ہی ان کے صلاح و مشورہ سے انہوں نے ایسا کیا۔ خلافت میں علم غیب کا حامل ہونا کوئی شرط نہیں ہے۔ ہاں یہ شرط ضرور ہے کہ خلیفہ صاحب اجتہاد ہو۔ اور عثمان ذو النورین رضی اللہ عنہ نے اجتہاد میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی وہی بات کہی۔ جو ہم کہہ چکے ہیں۔ یعنی یہ کہ کسی شخص کی معزولی یا تقرری خلیفہ وقت کی صوابدید پر ہوتی ہے۔ کسی علاقہ اور عوام کے حالات کا جائزہ لینا خلیفہ وقت کا کام ہے۔ اور پھر اپنی اجتہادی بصیرت سے وہ جسے چاہے وہاں اپنا نمائندہ مقرر کر دے۔ اور جس شخص کے بارے میں اس کا اجتہاد یہ کہتا ہو۔ کہ اس کا اس مقام و عہدہ پر برقرار رہنا ملت کیلئے مفید نہیں۔ اس کو معزول کرنا بھی اسی کے دائرہ اختیار میں ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے۔ کہ خلیفہ کو ان فیصلہ جات کے لیے اپنی اجتہادی صلاحیتوں کو پوری طرح کام میں لانا چاہیے۔ اس کے بعد اگر کسی عامل سے کوئی غلطی رونما ہوتی ہے

تو خلیفہ اس میں اسی وقت حصہ دار شمار کیا جا سکتا ہے جب اس کے ایماء اور اس کی صلاح سے وہ ہوئی ہے۔ اس کے بغیر خلیفہ ذمہ دار نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی قابلِ گرفت۔ لہذا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جن عمال کی تقرری یا معزولی ہوئی۔ اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اور اسی طرح ان کے مقرر کردہ عمال اگر بد عملیوں کے مرتکب ہوئے۔ تو یہ بات بھی حضرت عثمان پر اعتراض کا باعث نہیں بن سکتی۔

اگر کسی عامل کی بدکرداری خلیفہ پر اعتراض کا سبب بنتی ہے۔ تو پھر یہی کیفیت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی نظر آتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے چند عمال کے کردار پر گرفت کرتے ہوئے انہیں خطوط لکھے۔ خطوط کی عبارات ملاحظہ ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بدعنوان عمال کی بدکرداری پر انہیں ڈانٹ پلائی۔ اس کے باوجود ان پر کوئی اعتراض نہیں۔

خط اوّل۔ حضرت علی کی طرف سے اپنے کردار گورنروں کے نام

نہج البلاغہ:

وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلٰى بَعْضِ عُمَّالِهٖ اَمَّا بَعْدُ! فَاِنِّيْ كُنْتُ اَشْرَكْتُكَ فِيْ اَمَانَتِيْ وَجَعَلْتُكَ شِعَارِيْ وَبِطَانَتِيْ وَلَمْ يَكُنْ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِيْ اَوْثَقَ مِنْكَ

فِی نَفْسِی لِمُوَاسَاتِی وَمُوَازَرَتِی وَ اَدَاءِ الْاَمَانَةِ
اِلَیَّ فَلَمَّا رَاَیْتَ الزَّمَانَ عَلٰی ابْنِ عَمِّكَ قَدْ كَلِبَ
وَ الْعَدُوَّ قَدْ حَرِبَ وَ اَمَانَةَ النَّاسِ قَدْ خَزِیَتْ
وَ هٰذِهِ الْاُمَّةَ قَدْ فَنَكَتْ وَ شَغَرَتْ قَلَبْتَ لِابْنِ
عَمِّكَ ظَهْرَ الْمِجَنِّ فَفَارَقْتَهُ مَعَ الْمُفَارِقِیْنَ وَ
خَذَلْتَهُ مَعَ الْخَاذِلِیْنَ وَخُنْتَهُ مَعَ الْخَائِنِیْنَ
فَلَا ابْنَ عَمِّكَ اٰسَیْتَ وَلَا الْاَمَانَةَ اَدَّیْتَ وَ
كَاَنَّكَ لَمْ تَكُنْ لِلّٰهِ تُرِیْدُ بِجِهَادِكَ وَ كَاَنَّكَ
لَمْ تَكُنْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِنْ رَّبِّكَ وَ كَاَنَّكَ اِنَّمَا كُنْتَ
تَكِیْدُ هٰذِهِ الْاُمَّةَ عَنْ دُنْیَاهُمْ وَ تَنْوِیْ
غِرَّتَهُمْ عَنْ فَیْئِهِمْ فَلَمَّا اَمْكَنَتْكَ الشِّدَّةُ
فِیْ خِیَانَةِ الْاُمَّةِ اَسْرَعْتَ الْكَرَّةَ وَعَاجَلْتَ
الْوَثْبَةَ وَ اخْتَطَفْتَ مَا قَدَرْتَ عَلَیْهِ مِنْ
اَمْوَالِهِمُ الْمَصُوْنَةِ لِاَرَامِلِهِمْ وَ
اَیْتَامِهِمْ اِخْتِطَافَ الذِّئْبِ الْاَزَلِّ دَامِیَةَ
الْمِعْزٰی الْكَسِیْرَةِ فَحَمَلْتَهُ اِلَی الْحِجَازِ
رَحِیْبَ الصَّدْرِ بِحَمْلِهٖ غَیْرَ مُتَاَثِّمٍ مِنْ
اَخْذِهٖ كَاَنَّكَ لَا اَبَا لِغَیْرِكَ حَدَرْتَ اِلٰی
اَهْلِكَ تُرَاثَكَ مِنْ اَبِیْكَ وَ اُمِّكَ فَسُبْحَانَ
اللّٰهِ اَمَا تُؤْمِنُ بِالْمَعَادِ اَوَ مَا تَخَافُ
نِقَاشَ الْحِسَابِ اَیُّهَا الْمَعْدُوْدُ كَانَ

عِنْدَنَا مِنْ اُولِي الْاَلْبَابِ كَيْفَ تُسِيْغُ
شَرَابًا وَ طَعَامًا وَ اَنْتَ تَعْلَمُ اَنَّكَ
تَاْكُلُ حَرَامًا وَ تَشْرَبُ حَرَامًا وَ تَبْتَاعُ
الْاِمَاءَ وَتَنْكِحُ النِّسَاءَ مِنْ اَمْوَالِ الْيَتَامٰى
وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُجَاهِدِيْنَ
الَّذِيْنَ اَفَاءَ اللهُ عَلَيْهِمْ هٰذِهِ الْاَمْوَالَ
وَاَحْرَزَ بِهِمْ هٰذِهِ الْبِلَادَ فَاتَّقِ اللهَ وَارْدُدْ
اِلٰى هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ اَمْوَالَهُمْ فَاِنَّكَ اِنْ
لَمْ تَفْعَلْ ثُمَّ اَمْكَنَنِيَ اللهُ مِنْكَ
لَاُعْذِرَنَّ اِلَى اللهِ فِيْكَ وَلَاَضْرِبَنَّكَ بِسَيْفِيَ
الَّذِيْ مَا ضَرَبْتُ بِهٖ اَحَدًا اِلَّا دَخَلَ
النَّارَ وَاللهِ لَوْ اَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ فَعَلَا
مِثْلَ الَّذِيْ فَعَلْتَ مَا كَانَتْ لَهُمَا عِنْدِيْ
هَوَادَةٌ وَلَا ظَفَرَا مِنِّيْ بِاِرَادَةٍ حَتّٰى اٰخُذَ
الْحَقَّ مِنْهُمَا وَاُزِيْحَ الْبَاطِلَ عَنْ
مَظْلَمَتِهِمَا وَاُقْسِمُ بِاللهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ
مَا يَسُرُّنِيْ اَنَّ مَا اَخَذْتَهٗ مِنْ اَمْوَالِهِمْ
حَلَالٌ لِّيْ اَتْرُكُهٗ مِيْرَاثًا لِمَنْ بَعْدِيْ
فَضَحِّ رُوَيْدًا فَكَاَنَّكَ قَدْ بَلَغْتَ
الْمَدٰى وَدُفِنْتَ تَحْتَ الثَّرٰى وَعُرِضَتْ
عَلَيْكَ اَعْمَالُكَ بِالْمَحَلِّ الَّذِيْ يُنَادِيْ

الظَّالِمُ فِيهِ بِالْحَسْرَةِ وَيَتَمَنَّى الْمُضَيِّعُ فِيهِ الرَّجْعَةَ وَلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ۔

(نہج البلاغہ خطوط ۴۱ ص ۴۱۲ تا ۴۱۴ مطبوعہ بیروت طبع جدید چھوٹا سائز)

توجمہ:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو حضرت نے یہ خط تحریر فرمایا ہے ۔ حمد و نعت کے بعد معلوم ہو کہ میں نے تجھے اپنی امانت میں شریک کر لیا میں نے تجھے اپنے پیراہن اپنے جامۂ خلافت کا استر بنالیا۔ میرے عزیز و اقرباء میں سے کوئی شخص میرے نزدیک تجھ سے زیادہ معتمد نہیں تھا۔ جو میری مدد کرے میری اعانت کرے۔ اور اموال بیت المال کو مجھے ادا کرتا رہے۔ مگر جب تو نے دیکھا کہ تیرے ابن عم (امیر المومنین) پر زمانہ سختیاں کر رہا ہے۔ دشمن لڑائی کے لیے صفیں آراستہ کر رہے ہیں۔ لوگوں کی امانت (بیت المال) میں خیانت ہو رہی ہے۔ اور یہ امت فرصت ڈھونڈ رہی ہے۔ ان حالات سے بالکل بے خبر ہے تو۔ تو نے بھی پشت سپر کو اپنے ابن عم کے لیے برگشتہ کر دیا۔ (اس سے منہ پھیر لیا۔) جدا ہونے والوں کی طرح اُس سے جدا ہوا ساتھ چھوڑ دینے والوں کی مانند اُس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ خیانت کرنے والوں کی مثل اس کے ساتھ خیانت کی ۔ نہ اپنے ابن عم کی مدد کی نہ اس کی امانت کو ادا کیا۔ گویا خدا کی راہ میں تیرا جہاد کرنے کا ارادہ ہی نہ تھا۔ گویا تو اپنے پروردگار کی جانب سے کسی دلیل و برہان پر قائم ہی نہ تھا۔ گویا تو اس امت کے ساتھ ان کی دنیا کے سبب سے مکر کر رہا ہے۔ گویا تو انہیں ان کی مال غنیمت کے ساتھ فریب دے رہا تھا۔ اب جس وقت تجھے موقعہ مل گیا۔

کہ تو نہایت شدت کے ساتھ خیانت کرے تو تو نے نہایت تیزی کے ساتھ حملہ کر دیا۔ اور حملہ کے لیے جست کرنے میں تعجیل سے کام لیا۔ مسلمانوں کے اموال جو تیرے قبضۂ قدرت میں تھے انہیں لے لیا۔ وہ اموال جن کی بیوہ عورتوں اور یتیموں کے لیے محافظت کی گئی تھی۔ ان اموال کو اس طرح لے گیا۔ جس طرح خون خوار بھیڑیا بکری کے شکستہ بچے کو لے جاتا ہے۔ پھر ان اموال کو ولایت حجاز کی طرف بار کر دیا۔ اس وقت تیرا سینہ کشادہ تھا۔ ان کو بار کرتے وقت خوشحالی تیرے چہرے سے ٹپکی پڑتی تھی۔ تجھے اس گناہ کی برداشت میں کسی قسم کا خوف نہیں تھا۔ تیرے غیر کے واسطے باپ نہ ہو۔ تو نے اس طرح اس مال کو اپنے اہل و عیال کے پاس اتار دیا۔ گویا ماں باپ کی طرف سے پہنچی ہوئی میراث تھا۔

سبحان اللہ! کیا تو معاد پر ایمان نہیں لاتا۔ کیا مناقشہ روز حساب کا تجھے ذرا بھی خوف نہیں۔

اے ہم جیسے عقلمندوں کے نزدیک شمار کیے ہوئے تو نے کیونکر اس شربت اور طعام کو گوارا کیا۔ جس کا تجھے علم تھا۔ تو از روئے حرام اکل و شرب کر رہا ہے۔ ایسے یتیموں اور مسکینوں، مومنین و مجاہدین کے مال سے کنیزیں خرید رہا ہے۔ عورتوں سے نکاح کر رہا ہے۔ جنہیں خداوند عالم نے یہ مال ان کی غنیمت میں عطا فرمایا ہے۔ اور جن کے سبب سے ان شہروں کی محافظت کی ہے۔ تو خدا سے ڈر اور ان لوگوں کا مال ان کی طرف لوٹا دے۔ اگر تو نے ایسا نہ کیا تو خداوند عالم مجھے تجھ پر مسلط کر دے گا۔ (میں تجھے بحکم سزا دوں گا۔) اور تیری سزا کے بارے میں خداوند عالم کے سامنے معذور ہوں گا۔ میں تجھے اپنی اس شمشیر سے ماروں گا۔ کہ جس سے سوائے اہل نار کے میں نے کسی کو قتل نہیں کیا ہے۔ قسم خدا کی اگر حسن و حسین (علیہما السلام) ایسا فعل کرتے جیسا کہ تو نے کیا ہے۔ تو ہرگز ان کو

طرف سے انہیں اجازت نہ ہوتی۔ نہ وہ اپنی مراد پر میری جانب سے ظفر حاصل کر سکتے حتیٰ کہ میں ان سے حق کو اخذ کر لیتا۔ اور ان کے مظلمہ سے باطل کو نیست و نابود کر دیتا۔ (حق بحقدار پہنچتا) میں رب العالمین کی قسم کھاتا ہوں۔ کہ تو نے جو مستحقین کا مال لیا ہے۔ مجھے اس امر نے مسرور نہیں کیا نہ یہ میرے نزدیک امر حلال ہے۔ کہ میں اس مال کو اس شخص کے لیے میراث چھوڑوں جو میرے بعد ہو۔ تھوڑی دیر صبر کر اور دیکھ کہ گویا اپنی انتہائی عمر کو پہنچ کر زیر خاک دفن کر دیا گیا ہے۔ تیرے اعمال تیرے سامنے اس مکان میں پیش ہو رہے ہیں۔ جہاں ستم گار حسرت اور ندامت کو پکارا کرتا ہے۔ حقوق کا ضائع کرنے والا دوبارہ دنیا میں آنے کی تمنا کرتا ہے۔ (تاکہ ان حقوق کو ادا کرے۔) مگر افسوس کہ وہ مقام عذاب سے گریز کرنے کا نہیں۔

(نیرنگ فصاحت ترجمہ نہج البلاغہ ص ۲۲۸ تا ۲۳۰
مطبوعہ یوسفی دہلی طبع قدیم)

خط دوم:۔

نہج البلاغہ:۔

وَمِن كِتَابٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَىٰ بَعْضِ عُمَّالِهِ أَمَّا بَعْدُ! فَقَدْ بَلَغَنِي عَنْكَ أَمْرٌ إِنْ كُنْتَ فَعَلْتَهُ فَقَدْ أَسْخَطْتَ رَبَّكَ وَعَصَيْتَ إِمَامَكَ وَأَخْزَيْتَ أَمَانَتَكَ بَلَغَنِي أَنَّكَ جَرَّدْتَ الْأَرْضَ فَأَخَذْتَ مَا تَحْتَ قَدَمَيْكَ وَأَكَلْتَ مَا تَحْتَ يَدَيْكَ فَارْفَعْ إِلَىٰ حِسَابَكَ وَاعْلَمْ أَنَّ حِسَابَ اللّٰهِ

اَعْظَمُ مِنْ حِسَابِ النَّاسِ وَ السَّلَامُ ۔

(نہج البلاغہ خط ۴۰ ص ۱۲ ۴ مطبوعہ بیروت

چھوٹا سائز طبع جدید)

ترجمہ:۔

ایک عامل کے نام حضرت نے یہ فرمان جاری کیا ہے۔ حمد و نعت کے بعد معلوم ہونا چاہیے۔ کہ مجھے تیری طرف سے ایک خبر پہنچی ہے۔ اگر واقعی تو نے وہ کام کیا ہے۔ تو بے شک تو نے اپنے پروردگار کو غضب ناک کیا۔ اپنے امام کی نافرمانی کی۔ اپنی امانت میں خیانت کو دخل دیا۔ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تو نے اشجار و زراعت سے زمین کو برہنہ کر دیا۔ (اپنے ظلم و ستم سے کھیتوں کے باغات کو خراب کر ڈالا) جو کچھ تیرے قدموں کے نیچے ہے۔ اسے لے لیا۔ اور ان اشیاء کو کھا لیا جو تیرے دست تصرف کے ماتحت تھیں۔ اب تو فوراً اپنے جمع خرچ کا حساب میرے سامنے بھیج دے۔ اور خوب جان لے کہ خداوند عالم کا حساب انسانوں کے حساب سے کہیں زیادہ بڑا ہوا ہے۔

(نیرنگ فصاحت ترجمہ نہج البلاغہ

خط ۴۰ ص ۲۰۸ مطبوعہ یوسفی دہلوی

طبع قدیم)

خط سوم:۔

نہج البلاغہ:۔

وَ مِنْ كِتَابٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلَى الْمُنْذِرِ بْنِ

ابی جارود العبدی وقد خان فی بعض ما ولاه من اعماله اما بعد! فان صلاح ابیک غرنی منک وظننت انک تتبع هدیه وتسلک سبیله فاذا انت فیما رقی الی عنک لا تدع لهواک انقیادا ولا تبقی لآخرتک عتادا تعمر دنیاک بخراب آخرتک وتصل عشیرتک بقطیعة دینک ولئن کان ما بلغنی عنک حقا لجمل اهلک وشسع نعلک خیر منک ومن کان بصفتک فلیس باهل ان یسد به ثغر او ینفذ به امر او یعلی له قدرا و یشرک فی امانة او یومن علی جبایة فاقبل الی حین یصل الیک کتابی هذا ان شاء الله۔ قال الرضی والمنذر بن جارود هذا هو الذی قال فیه امیر المومنین علیه السلام انه لنظار فی عطفیه مختال فی بردیه تفال فی شراکیه۔

(نہج البلاغہ سائز چھوٹا رخطبہ ۷۱ ص ۴۶۱
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

منذر ابن جارود کے پاس حضرت نے کچھ اشیاء امانت رکھی تھیں۔ اس نے

خیانت کی۔ تو حضرت نے فرمان اسے رقم فرمایا۔ حمد و نعت کے بعد معلوم ہو کہ تیرے باپ کی صلاح و سداد نے مجھے تیری طرف سے فریب دیا اور میں نے غلط گمان کر لیا۔ کہ تو اسی کے طریقہ کی متابعت کرے گا۔ کہ اسی کے راستہ پر چلے گا۔ ناگاہ تو خیانت کا مرتکب ہوا اور اپنے نفس کی خواہش کی پیروی کو ترک نہیں کرتا۔ اپنی آخرت کے لیے کوئی توشۂ راہ باقی نہیں رکھتا۔ اپنی آخرت کو خراب کر کے اپنی دنیا کو آباد کر رہا ہے۔ اپنے دین کو قطع کر کے اپنے اقربا کے ساتھ صلہ رحمی بجالا رہا ہے۔ یہ خبر جو تیری طرف سے مجھے پہنچی ہے۔ اگر سچ ہے تو بے شک تیرے اہل کا شتر اور تیری جوتی کا تسمہ تجھ سے بہتر ہے۔ (بہائم اور جمادات بھی تجھ سے بہتر ہیں) اور جو شخص بھی تیری صفت کا ہو ہر گز سزاوار نہیں ہے کہ اس کے ساتھ کسی دشمن کا رخنہ بند کیا جائے۔ یا اس کے سبب سے کوئی حکم جاری کیا جائے یا اس کا مرتبہ بلند کیا جائے۔ اور اسے کسی امانت میں شریک کیا جائے۔ یا اسے خیانت سے بچایا جائے۔ وہ ان امور کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا۔ جب تیرے پاس میرا یہ خط پہنچے تو میرے پاس چلا آ۔ انشاء اللہ۔ مؤلف کتاب فرماتے ہیں۔ کہ یہ منذر ابن جارود وہ شخص ہے۔ جس کی مذمت میں حضرت نے فرمایا ہے۔ کہ وہ اپنے دائیں بائیں بہت کثرت سے دیکھنے والا ہے۔ یعنی ناز و انداز سے کبھی اپنی دائیں طرف دیکھتا ہے۔ کبھی بائیں طرف اپنے لباس فاخرہ کو پہن کر فخر کرتا ہے۔ اپنے جوتوں کے تسموں پر گرد نہیں پڑنے دیتا۔ نہایت ہی تبختر کے ساتھ چہل قدمی کرتا ہے۔

(نیرنگ فصاحت ترجمہ نہج البلاغہ ص ۴۸۰
مطبوعہ یوسفی دہلوی قدیم)

...حہ فکریہ :۔ اگر حضرت علی غیب دان تھے تو بدکردار عامل کیوں بنائے

قارئین کرام! حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے مین عدد خطوط سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ...پ کے دورِ خلافت میں ان کے اپنے اور بیگانے عامل کچھ ایسے بھی تھے۔ جو نہایت ...اش اور دنیا پرست تھے۔ ان کی عیاشی اور دنیاداری پر حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے ...ں کس قدر لعن طعن کیا۔ اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعض عمال بھی اچھے اخلاق کے ...مالک نہ تھے۔ لیکن دونوں حضرات نے اپنی صواب دید کے مطابق اپنے طور پر اچھے آدمیوں ...کا انتخاب کیا تھا۔ آگے چل کر اگر کوئی عامل بدکردار نکل آتا ہے۔ تو اس سے خلیفہ پر اعتراض نہیں ...ہو سکتا۔ کیونکہ خلیفہ اپنے اجتہاد اور حسن ظن کی بنا پر کسی کو عامل مقرر کرتا ہے۔ انہیں غیب کا ...علم تو معلوم نہیں ہوتا۔ کہ کل کوئی عامل کیسا ہو جائے گا۔ ورنہ کبھی کوئی خلیفہ کسی ایسے عامل ...کو مقرر نہ کرتا۔ جو ملک وقت کے لیے وبال بن جانے والا ہو۔

البتہ اہل تشیع کو اس کا حل تلاش کرنا چاہیئے۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے ...ان بدکردار لوگوں کو منتخب کیوں کیا۔ کیونکہ ان کے ہاں عقیدہ ہے۔ کہ امام "قت غیب دان" ...ہوتا ہے۔ یعنی کسی آدمی کے بارے میں وہ پہلے سے جانتے ہوتے ہیں۔ کہ وہ خائن ہو ...گا یا نہیں۔ وہ بدکرداری پر اتر آئے گا۔ یا نہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ کیونکہ ان کے عقائد کے مطابق ...امام کے لیے آئندہ کے حالات وواقعات سے آگاہی ضروری ہوتی ہے۔ یہ عقیدہ ان ...کا مسلمہ اور بنیادی ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

...اصول کافی :۔

عن یونس بن یعقوب عن الحارث بن المغیرۃ و ...عدۃ من اصحابنا منهم عبد الاعلی وابو عبیدۃ

وعبد الله بن بشر الخثعمی سَمِعُوا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ اَعْلَمُ مَا فِي الْجَنَّةِ وَ اَعْلَمُ مَا فِي النَّارِ وَ اَعْلَمُ مَا كَانَ وَ مَا يَكُوْنُ قَالَ ثُمَّ مَكَثَ هُنَيْئَةً فَرَاٰى اَنَّ ذٰلِكَ كَبُرَ عَلٰى مَنْ سَمِعَهٗ مِنْهُ فَقَالَ عَلِمْتُ ذٰلِكَ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ فِيْهِ تِبْيَانُ كُلِّ شَيْءٍ۔

(اصول کافی جلد ۱ ص ۲۶۱ کتاب الحجۃ الخ
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

(بحذف اسناد) کچھ لوگوں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سنا۔ کہ آپ فرما رہے ہیں کہ میں ان تمام اشیاء کو جانتا ہوں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ میں جنت اور دوزخ کی ہر چیز کو بھی جانتا ہوں۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ جو کچھ ہو چکا وہ کیا تھا۔ اور جو کچھ ہوگا وہ کیا ہوگا۔ یہ کہہ کر آپ نے کچھ لمحوں کے لیے توقف فرمایا۔ اور سمجھا کر میری باتیں حاضرین کو کچھ بڑی لگی ہیں۔ تو فرمایا۔ مجھے ان تمام اشیاء کا علم اللہ تعالیٰ کے کلام قرآن مجید سے حاصل ہوا ہے۔ اللہ نے اس میں فرمایا ہے۔ یہ قرآن ہر چیز کا مفصل بیان ہے۔

اب اہل تشیع کو دونوں خلفاء کے طریقۂ انتخاب میں فرق نظر آ جانا چاہیئے۔

وہ یہ کہ حضرت عثمان تو صرف اپنی رائے اور اجتہاد سے کسی کی تقرری فرماتے تھے لیکن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ علم غیب کی روشنی میں کسی کے مستقبل کو دیکھ کر پھر اس کی تقرری فرماتے تھے۔ ان دونوں اقسام کی تقرریوں کے بعد اگر مقررہ عامل نااہل نکلتا ہے۔ بددیانت ثابت ہوتا ہے۔ خائن بن بیٹھتا ہے۔ لوگوں کے مال غصب کرنا شروع کر دیتا ہے۔ تو پھر زیادہ اعتراض کس خلیفہ پر ہونا چاہیئے۔ اس پر جو کہ محض اجتہاد سے انتخاب کرتا ہے۔

یا اس پر جو پوری کی بصیرت اور غیب دانی کے مقام پر فائز ہوتے ہوئے منتخب کرتا ہے؟ اہل تشیع سے جواب کی توقع کی جا سکتی ہے۔ صاحبانِ خرد اسی سے سمجھ جائیں گے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرنے والے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منہ موڑنے والے عقل سے خالی ہیں۔ دل میں کدورت ہے۔ اور بصیرت اندھی ہو چکی ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ایک خاص عامل کی داستان

زیاد بن ابیہ:۔

یہ وہ شخص ہے جسے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں "فارس" کا عامل بنایا تھا۔ بہت سی کتب شیعہ میں اس کے بنائے جانے کی تصدیق موجود ہے۔

الاخبار الطوال :-

فَلَمَّا وَلِیَ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ وَلّٰی زِیَادًا اَرْضَ فَارِس۔

(الاخبار الطوال ص ۲۱۹۔ تذکرہ زیاد بن ابیہ۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:-
جب حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے خلافت کا منصب سنبھالا تو آپ نے زیاد بن ابیہ کو فارس کا عامل مقرر فرمایا۔

یہ کون تھا؟

زیاد بن ابیہ جیسا کہ اوپر حوالہ دیا گیا ہے۔ یہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کا فارس پر مقرر کردہ عامل تھا۔ اس نے اپنی تقرری کا صلہ یہ دیا۔ کہ عمر بھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خاندان کو انگلیوں پر نچاتا رہا۔ اس شخص کی اصل دیکھی جائے۔ تو وہ بھی قابل مذمت تھی۔ یہی نہ ،زنا د آشنا بے حیا اور بد اخلاق تھا کہ اپنے ولد الزنا ہونے پر فخر کرتا۔ اپنی والدہ پر زنا کروانے کی علی الاعلان گواہی دیتا۔ واقعہ یوں ہوا کہ۔

ابو سفیان نے اسلام لانے سے قبل ایک مشہور طبیب حارث ثقفی کی لونڈی سمیہ نامی سے ناجائز تعلقات قائم کر رکھے تھے۔ ان تعلقات کے نتیجہ میں اس لونڈی کے ہاں ایک ناجائز بچہ پیدا ہوا۔ بظاہر یہ لونڈی اسی طبیب کے ایک غلام کے نکاح میں تھی۔ یہ ناجائز بچہ "عبد الحارث" کے لقب سے مشہور ہوا۔ جوان ہونے پر شرافت و بلاغت اور خوش تقریری و خوش تحریری میں بڑا چرچا ہوا۔ دور دور تک پہچانا جانے

لگا۔ حتی کہ ایک دن قریش کے ایک سنجیدہ بزرگ عمرو بن عاص نے کہا۔ یہ لڑکا اگر قریش سے ہوتا۔ تو پورے عرب کو لاٹھی سے ہانکتا۔ ابوسفیان نے یہ سن کر کہا۔ وَاللّٰہِ اِنِّی لَاَعْرِفُ مَنْ وَضَعَہٗ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ۔ خدا کی قسم! میں اس شخص کو بخوبی جانتا ہوں جس کا یہ لطفہ ہے۔ مجلس میں موجود حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ وہ کون ہے۔؟ ابوسفیان نے کہا۔ "وہ میں ہوں"، فرمایا بس رہنے دے۔

اسی زیاد بن سمیہ کی امام حسن کی شان میں گستاخی

زیاد بن ابیہ از آں کین وکید کہ از امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام و شیعیان آنحضرت در خاطر داشت چندانکہ توانست دوستان امیر علیہ السلام را بقتل ونہب و شکنجہ زحمت می کرد۔ سعید بن ابی سرح مولی حبیب بن عبد الشمس از شیعیان علی علیہ السلام بود در کوفہ می زیست چوں زیاد وارد کوفہ شد در خاطر نہاد کہ او را ماخوذ دارد و بقتل رساند سعید ایں معنی را تفرس کرد و از کوفہ فرار کردہ بمدینہ آمد و صورت حال را بعرض امام حسن علیہ السلام رسانید از آنسوے چوں زیاد فرار او را بدانست فرمان کرد تا خانہ او را با خاک پست کردند و برادرش را و زن و فرزندش را گرفتند و در مجلس خانہ افگندند و اموالش را بغارت بردند و ایں سعید از آں جملہ مردم بود کہ در کتاب مصالحہ امام حسن علیہ السلام با معاویہ بشرط بود کہ مامون و مصون باشند بالجملہ امام حسن علیہ السلام بزیاد ابن ابیہ بدیں گونہ مکتوب کرد۔

مِنْ حَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ اِلٰی زِیَادٍ اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّکَ عَمَدْتَ اِلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ لَہٗ مَا لَھُمْ وَعَلَیْہِ مَا عَلَیْھِمْ فَھَدَمْتَ دَارَہٗ وَ

اَخَذْتَ مَالَهٗ وَحَبَسْتَ اَهْلَهٗ وَعِيَالَهٗ فَاِنْ اَتَاكَ كِتَابِيْ هٰذَا فَابْنِ لَهٗ دَارَهٗ وَارْدُدْ عَلَيْهِ عِيَالَهٗ وَمَالَهٗ وَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ فَقَدْ اَجَرْتُهٗ وَالسَّلَامُ۔

(ناسخ التواریخ جلد دوم ص ۱۰۶ حالات امام حسن مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

زیاد بن ابیہ اس وجہ سے کہ اسے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بغض وکینہ تھا۔ آپ کے شیعوں سے بھی ناخوش تھا۔ اس وجہ سے جتنا ممکن ہوا اس نے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے دوستوں کو تنگ کیا۔ کسی کو قتل کیا۔ کسی کو لوٹا اور کسی کو شکنجے میں کسا۔ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے شیعوں میں سے ایک شیعہ سعید بن ابی سرح تھا۔ جو کہ حبیب بن عبد الشمس کا مولی تھا۔ اس کی رہائش کوفہ میں تھی۔ جب زیاد کوفہ میں آیا۔ تو اس کے دل میں تھا۔ کہ وہ سعید بن ابی سرح سے مواخذہ کرے گا۔ اور اسے ہو سکا تو قتل کرے گا۔ سعید نے اس ارادے کو بھانپ لیا۔ لہٰذا کوفہ سے بھاگ کر مدینہ آ گیا۔ اور تمام حالات امام حسن رضی اللہ عنہ کو سنائے۔ ادھر جب زیاد کو سعید کے فرار ہو جانے کا پتہ چلا۔ تو اس نے حکم دیا۔ کہ سعید کے گھر کو زمین بوس کر دیا جائے۔ اس کے بھائی، بیوی اور بچوں کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا جائے۔ اس کا مال متاع لوٹ لیا جائے۔

یہ سعید ابن ابی سرح ان حضرات میں سے ایک تھا۔ کہ امام حسن اور امیر معاویہ کے

درمیان طے پانے والے سمجھوتے میں جن کو امان دی گئی تھی۔ اور ان کی حفاظت کی ذمہ داری لی گئی تھی۔ مختصر یہ کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے زیاد کی طرف یہ خط لکھا۔

من جانب حسن بن علی بطرف زیاد۔ اما بعد! تو نے اس شخص کو ستانے کا تہیہ کیا ہے۔ جو مسلمانوں کے نفع و نقصان میں برابر کا شریک ہے۔ تو نے اس کے گھر کو منہدم کر دیا۔ اس کا مال و متاع قبضہ میں لے لیا۔ اس کے اہل و عیال کو قید کر لیا۔ اگر تیرے پاس میرا یہ رقعہ پہنچے۔ تو سعید مذکور کے گھر کو تعمیر کروا دینا۔ اس کے بال بچوں کو واپس لوٹا دینا۔ میری سفارش اس کے حق میں قبول کر لینا۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے بڑے حسن ظن کے ساتھ اس کو یہ خط لکھا۔ کیونکہ آپ یہ جانتے تھے۔ کہ یہ شخص میرے والد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا گورنر رہ چکا ہے لہٰذا میرا رقعہ اس کے لیے بطور حکم نامہ کے ہو گا۔ اور فوراً عمل بجا لائے گا۔ لیکن اس نامراد اور بے اصل نے جو جواب دیا۔ وہ ہم درج ذیل کر رہے ہیں۔

ناسخ التواریخ:۔

مِنْ زِيَادِ بْنِ اَبِيْ سُفْيَانَ اِلَى الْحَسَنِ ابْنِ فَاطِمَةَ اَمَّا بَعْدُ!
فَقَدْ اَتَانِيْ كِتَابُكَ تَبْدَءُ فِيْهِ بِنَفْسِكَ قَبْلِيْ وَ اَنْتَ طَالِبُ حَاجَةٍ وَ اَنَا سُلْطَانٌ وَ اَنْتَ سُوْقَةٌ وَ تَاْمُرُنِيْ فِيْهِ بِاَمْرِ الْمُطَاعِ الْمُسَلِّطِ عَلٰى رَعِيَّتِهٖ كَتَبْتَ اِلَيَّ فِيْ فَاسِقٍ اٰوَيْتَهٗ اِقَامَةً مِّنْكَ عَلٰى سُوْءِ الرَّاْيِ وَ رِضًا مِّنْكَ بِذٰلِكَ وَ اَيْمُ اللّٰهِ لَا تَسْبِقُنِيْ بِهٖ

وَ لَوْ كَانَ بَيْنَ جِلْدِكَ وَ لَحْمِكَ فَإِنَّ أَحَبَّ لَحْمٍ عَلَيَّ أَنْ آكُلَهُ اللَّحْمُ الَّذِيْ أَنْتَ مِنْهُ فَسَلِّمْهُ بِجَرِيْرَتِهِ إِلَىٰ مَنْ هُوَ أَوْلَىٰ بِهِ مِنْكَ فَإِنْ عَفَوْتُ عَنْهُ لَمْ أَكُنْ شَفَّعْتُكَ فِيْهِ فَإِنْ قَتَلْتُهُ لَمْ أَقْتُلْهُ إِلَّا لِحُبِّهِ أَبَاكَ الْفَاسِقَ ۔ وَ السَّلَامُ ۔

(ناسخ التواریخ حالات حضرت امام حسن
جزء دوم از کتاب پنجم ص ۱۰۷
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

از زیاد بن ابو سفیان بطرف حسن بن فاطمہ ۔ اما بعد

تمہارا خط مجھے ملا۔ تم نے اس میں میرے نام سے پہلے اپنا نام لکھا ہے۔ حالانکہ تم ضرورت مند ہو۔ اور میں بادشاہ ہوں۔ تم ایک بازاری آدمی ہو اور مجھے یوں حکم دے رہے ہو۔ جس طرح کوئی رعایا پر مسلط حاکم حکم دیتا ہے تم نے مجھے ایک بدکردار اور فاسق شخص کے بارے میں لکھا۔ جو تمہاری پناہ میں ہے۔ لیکن یہ تمہاری بری رائے ہے۔ اور تمہاری خوشنودی بھی غلط ہے۔ خدا کی قسم! تم اس کے متعلق زبردستی فیصلہ نہیں کروا سکتے۔ اگرچہ وہ شخص تمہارے گوشت پوست میں بھی سما جائے۔ تو مجھے اس گوشت سے بڑھ کر کوئی دوسرا گوشت مرغوب نہ ہوگا۔ لہٰذا یہی بہتر ہے۔ کہ تم اُسے اپنے سے بہتر یعنی مجھ کو سپرد کر دو۔ اگر میں نے اُسے معافی دے دی۔ تو یہ اس وجہ سے نہ ہوگی۔ کہ تمہاری سفارش مانی گئی۔ اور اگر میں نے اُسے جان سے مار ڈالا۔ تو یہ اس

لیے ہوگا۔ کیونکہ تیرے فاسق باپ سے محبت کرتا ہے۔

یہ خط جب امام حسن رضی اللہ عنہ کو ملا۔ تو آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ کو ایک خط تحریر فرمایا۔ جس میں اس زیاد کی زیادتیوں کا ذکر تھا۔ اس کے ساتھ ہی امام موصوف نے زیاد کی طرف سے ملنے والا مندرجہ بالا خط بھی روانہ کر دیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو پڑھ کر زیاد پر سخت غصہ آیا۔ پھر آپ نے زیاد مذکور کو درج ذیل الفاظ پر مشتمل خط لکھا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا زیاد ابن سمیہ کی طرف خط

ناسخ التواریخ:۔

اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِیٍّ بَعَثَ اِلَیَّ بِکِتَابِکَ اِلَیْهِ جَوَابًا عَنْ کِتَابٍ کَتَبَهٗ اِلَیْکَ فِی ابْنِ سَرْحٍ فَاَکْثَرْتُ الْعَجَبَ مِنْکَ وَ عَلِمْتُ اَنَّ لَکَ رَاْیَانِ اَحَدُهُمَا مِنْ اَبِیْ سُفْیَانَ وَ الْاٰخَرُ مِنْ سُمَیَّةَ فَاَمَّا الَّذِیْ مِنْ اَبِیْ سُفْیَانَ فَحِلْمٌ وَحَزْمٌ وَاَمَّا الَّذِیْ مِنْ سُمَیَّةَ فَمَا یَکُوْنُ مِنْ رَاْیِ مِثْلِهَا مِنْ ذٰلِکَ کِتَابُکَ اِلَی الْحَسَنِ تَشْتِمُ اَبَاهُ وَ تَعْرِضُ لَهٗ بِالْفِسْقِ وَلَعَمْرِیْ اِنَّکَ اَوْلٰی بِالْفِسْقِ مِنْ اَبِیْهِ فَاَمَّا اَنَّ الْحَسَنَ بَدَءَ بِنَفْسِهٖ اِذْ تِفَاعًا عَلَیْکَ فَاِنَّ ذٰلِکَ لَا یَضَعُکَ لَوْ عَقَلْتَ وَ اَمَّا

تَسَدُّطُهٗ عَلَيْكَ بِالْاَمْرِ فَحَقٌّ لِمِثْلِ الْحَسَنِ اَنْ يَّتَسَلَّطَ وَاَمَّا قَوْلُكَ فِيْمَا شَفَعَ فِيْهِ اِلَيْكَ فَحَظٌّ دَفَعْتَهٗ عَنْ نَّفْسِكَ اِلٰى مَنْ هُوَ اَوْلٰى بِهٖ مِنْكَ فَاِذَا وَرَدَ عَلَيْكَ كِتَابِىْ فَخَلِّ مَا فِىْ يَدَيْكَ لِسَعْدِ بْنِ اَبِىْ سَرْحٍ وَابْنِ لَهٗ دَارَهٗ وَارْدُدْ عَلَيْهِ مَالَهٗ وَلَا تَعْرِضْ لَهٗ فَقَدْ كَتَبْتُ اِلَى الْحَسَنِ اَنْ يُّخَيِّرَهٗ اِنْ شَاءَ اَقَامَ عِنْدَهٗ وَاِنْ شَاءَ رَجَعَ اِلٰى بَلَدِهٖ وَلَا سُلْطَانَ لَكَ عَلَيْهِ لَا بِيَدٍ وَلَا لِسَانٍ اَمَّا كِتَابُكَ اِلَى الْحَسَنِ بِاِسْمِهٖ وَاِسْمِ اُمِّهٖ وَلَا تَنْسُبُهٗ اِلٰى اَبِيْهِ فَاِنَّ الْحَسَنَ وَيْحَكَ مَنْ لَّا يُرْمٰى بِهِ الرَّامُوْنَ وَلِاَىِّ اُمٍّ وَكَلْتَهٗ لَا اُمَّ لَكَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّهَا فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذٰلِكَ اَفْخَرُ لَهٗ لَوْ كُنْتَ تَعْقِلُهٗ۔

(ناسخ التواریخ حالات امام حسن۔
جزدوم ص ۱۰۸/ مطبوعہ تہران،
طبع جدید)

ترجمہ:-

اما بعد! حسن بن علی نے تیرا وہ رقعہ میرے پاس بھیجا جو تو نے ان کے خط

کے جواب میں انہیں لکھا تھا۔ جس میں ابن سرح کے متعلق لکھا تھا۔ مجھے بڑا تعجب ہوا میں نے جان لیا۔ کہ تو دو غلا آدمی ہے۔ تیرے اندر ایک رائے ابو سفیان کی اور دوسری سمیہ کی ہے۔ ابو سفیان کا حلم اور پختہ ارادہ تجھ میں ہے۔ اور سمیہ کا حصہ وہ ہے۔ جو امام حسن کی طرف لکھے گئے خط سے نظر آتا ہے۔ تو نے ان کے والد کو فاسق کہا اور انہیں گالیاں بکیں۔ خدا کی قسم! ان کے باپ کی بہ نسبت تو فسق کا زیادہ حق دار ہے۔ رہا یہ کہ امام حسن نے اپنا نام تجھ سے قبل کیوں لکھا۔ تو اس سے تیرا کیا نقصان ہو گیا۔ رہا ان کا تجھ پر تسلط تو یہ ان کو ہی شایاں ہے۔ اور ابن سرح کے بارے میں تو نے جو کچھ امام پر چھوڑ دیا۔ تو تو نے اپنے سے بہتر شخص کے معاملہ سپرد کر دیا ہے۔ جب میرا خط تجھ تک پہنچے۔ تو سعد بن ابی سرح کی تمام اشیاء کی خلاصی کر دینا۔ اس کا گھر بنوا دینا۔ اور اس کا مال و متاع اس کو واپس کر دینا اس میں رو کاوٹ مت بننا۔ میں نے امام حسن کو لکھ دیا ہے۔ کہ وہ اپنی مرضی سے ابن سرح کو اپنے پاس رکھیں۔ یا واپس گھر بھیج دیں۔ تجھے اس پر کوئی نگرانی نہیں۔ نہ ہاتھ کے ذریعہ اور نہ زبان کے ذریعہ۔ تیرا رقعہ امام حسن کے نام اس طرح لکھنا کہ ان کو ان کی والدہ کی نسبت سے لکھا۔ حالانکہ ہم سب ان کو باپ کی طرف نسبت کر کے جانتے ہیں۔ تو سن لے۔ امام حسن ان لوگوں میں سے ہے۔ جن پر کوئی حرف زنی نہیں کر سکتا۔ تیری ماں برباد ہو۔ تو تجھے پتہ ہے۔ انہیں کس ماں کی طرف منسوب کر کے لکھا ہے۔ کیا تجھے پتہ ہے۔ وہ فاطمہ ہیں۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر ہیں۔ یہ رشتہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے لیے قابل فخر ہے۔ لیکن تجھے عقل آئے تو۔

زیاد بن سمیہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو جن الفاظ سے مخاطب کیا آپ نے پڑھ لیا اسکا بدذات کا بیٹا عبید اللہ بن زیاد ہے۔ جس نے اپنے باپ کی کسر بھی پوری کر دی۔

یعنی وہ شخص ہے۔ جس نے میدانِ کربلا میں امام حسین اور دیگر افراد اہل بیت پر جو مظالم ڈھائے ان کے تذکرہ سے زمین و آسمان کانپ اٹھتے ہیں اس زیاد ولد الزنا کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فارس کا گورنر بنایا۔ لوگوں کو نمازیں پڑھاتا رہا۔ بقول اہل تشیع لوگوں کی نمازیں برباد کرتا رہا۔

ان تمام خرابیوں کے باوجود حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اسے معزول نہ کیا اس کا عامل بنے رہنا جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے باعث الزام و طعن نہیں بنا۔ تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بدکردار عامل ان کے لیے کیونکر موردِ طعن بن گئے۔ آخر کوئی معیار اور ترازو ہونا چاہیے۔ جس میں سب کو تولا جا سکے۔

جواب کا خلاصہ:۔

اہل سنت کے نزدیک خلیفہ کے لیے اس کے اجتہاد اور صواب دید پر یہ بات موقوف ہے۔ کہ کسی کو عامل مقرر کرے یا کسی مقرر شدہ کو معزول کر دے۔ یہ ضروری نہیں کہ جس کو خلیفہ عامل مقرر کرے۔ تو وہ تقرری کے بعد صحیح الاعتقاد اور نیک کردار ہی رہے۔ یہ اُس کا ذاتی فعل ہے۔ خلیفہ اس کا ذمہ دار نہیں۔ ہمارے نزدیک جس طرح خلیفہ کے لیے معصوم ہونا شرط نہیں۔ اسی طرح اس کا عالم الغیب ہونا بھی مشروط نہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے۔ کہ خلیفہ اسلام کی سربلندی اور ملک و ملت کی اصلاح و ترقی کے لیے جو ضروری سمجھے وہ ضرور قدم اٹھائے۔ لہٰذا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان اصول کے قیام و استحکام کی خاطر ہر ضروری قدم اٹھائے۔ اس میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ تقدیر میں جام شہادت نوش کرنا لکھا ہوا تھا اس لیے تدریجی طور پر حالات وہ رخ اختیار کرتے رہے جس کا بالآخر نتیجہ شہادت کی صورت میں رونما ہونا تھا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عمال پر بدکرداری کا الزام جتنا چاہیں لگائیں لیکن

ایک بات شیعوں کو ماننی پڑے گی۔ کہ آپ کے عمال بہر حال وفادار تھے۔ لیکن حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے عمال بدکردار ہوتے ہوئے انتہا درجہ کے بے وفا تھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے خطوط میں انہیں خائن غادر کہا۔ ان میں سے بعض تو وہ ہیں۔ جن کے ظلم کی دنیا میں مثال نہیں ملتی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور خاندانِ اہل بیت پر مظالم ڈھانے والے چار آدمی مشہور ہیں۔ یزید۔ شمر، ابن سعد اور ابن زیاد لیکن شیعہ تاریخ یہ فیصلہ کرتی ہے۔ کہ ان تمام کو مات کرنے والا اور اخبث شخص ابن زیاد ہے۔ جو اسی زیاد کا بیٹا ہے جس کو حضرت علی نے عامل فارس بنایا تھا۔

منتخب التواریخ:۔

مخفی نہ ماند کہ ظاہراً ابن زیاد از یزید واز ابن سعد و شمر اخبث وارزل بودہ وشاہد براین زیاد است۔

(منتخب التواریخ ص ۲۲۳/ باب پنجم در تاریخ شہادت خامس آل عبا مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ ابن زیاد ظاہری طور پر یزید، ابن سعد اور شمر سے بڑھ کر خبیث تھا۔ اور ان تمام سے زیادہ ذلیل یہی تھا۔ اس کے خبیث ترین اور ذلیل ترین ہونے کی دلیل اس کا باپ ہے (کیونکہ اس کا باپ حرام زادہ تھا۔ جیسا وہ ذلیل اور خبیث تھا۔ تو بیٹا کب اس سے کم ہو گا۔

جوابِ دوم

خلافتِ عثمانی میں معزول شدہ عمال کے عزل کا مختصر تذکرہ!

کوفہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں کوفہ کے پانچ گورنر رہے۔ جن میں اوّل و آخر دو گورنر غیر اموی تھے۔ دوسرے اموی یعنی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار تھے۔ سب سے پہلے دورِ عثمانی میں کوفہ کی گورنری صحابیٔ رسول حضرت مغیرہ بن شعبہ کے پاس تھی۔ یہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور سے اس عہدہ پر کام کرتے چلے آرہے تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ مغیرہ کو کوفہ کی گورنری سے انہیں معزول کرکے ان کی جگہ سعد بن ابی وقاص کو گورنر بنایا جائے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس وصیت کے مطابق جناب مغیرہ کو معزول کر

دیا۔ اور حضرت سعد کو یہ منصب دے دیا۔ تاریخ شیعہ کا حوالہ ملاحظہ ہو۔

ناسخ التواریخ:۔

چوں سہ روز از جلوس عثمان بر مسند خلافت سپری شد سعد بن ابی وقاص را طلب داشت و فرمود عمر بن الخطاب وصیت کرد کہ از پس من ہر کہ زمام خلافت بدست گیرد سعد را کار فرماید پس فرمان کرد کہ مغیرہ بن شعبہ از کوفہ حاضر درگاہ شود۔ و حکومت کوفہ را با سعد بن ابی وقاص مفوض داشت۔

(۱۔ ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد ۲ ص ۱۱۵
ذکر مامور داشتن عثمان بن عفان خورشید الخ
مطبوعہ تہران طبع جدید)
(۲۔ الکامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ نمبر ۹۰
ذکر عزل مغیرہ۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید)
(۳۔ تاریخ یعقوبی جلد ۲ صفحہ نمبر ۱۶۸
ذکر ایام عثمان بن عفان مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

ترجمہ

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مسند خلافت پر بیٹھے ابھی تین دن گزرے تھے۔ کہ آپ نے سعد بن ابی وقاص کو طلب فرمایا۔ اور کہا۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی ہے۔ کہ جو شخص ان کے بعد خلافت کی باگ دوڑ سنبھالے۔ وہ سعد بن ابی وقاص کو گورنر مقرر کر دے۔ لہذا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حکم دیا۔ کہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کوفہ سے واپس آجائیں

اور کوفہ کی گورنری حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے سپرد کردیں۔

شیعہ تاریخ نے یہ واضح کردیا۔ کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی معزولی کسی بدکرداری یا خیانت وظلم کے نتیجہ میں نہ ہوئی تھی۔ بلکہ وقتی بہتری کے تقاضہ کے پیش نظر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی وصیت کو جاری فرمایا۔ ان کی معزولی کے بعد جنہیں کوفہ کی گورنری سپرد کی گئی۔ وہ بھی ایک جلیل القدر صحابی تھے۔ لہذا ایک صحابی گورنر کی معزولی اور دوسرے صحابی کی تقرری کسی طرح بھی قابل اعتراض نہیں ہو سکتی کیونکہ وقت کے تقاضوں کے پیش نظر نصب وعزل ہی مناسب تھا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جب ضرورت پڑی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے پھر انہی حضرت مغیرہ بن شعبہ کو دوبارہ ایک اور علاقہ کا والی مقرر کردیا۔ اگر کسی خیانت و بددیانتی کی وجہ سے ان کی معزولی ہوتی تو دوبارہ تقرری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ علاقہ مسقط پر بحیثیت عامل ان کی تقرری اہل تشیع کی کتاب سے ملاحظہ ہو۔

تاریخ یعقوبی:۔

فَوَلّٰی عُثْمَانُ حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ الْعَبَسِي ثُمَّ صَرَفَهُ وَوَلّٰى الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَه۔

(تاریخ یعقوبی ص ۱۶۸ / جلد دوم)

ترجمہ:۔

(جب مسقط کا عامل جہاد میں شہید ہوگیا۔) تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ بن الیمان کو مسقط کا والی مقرر فرمایا۔ پھر انہیں ہٹا کر حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو مسقط کی گورنری سپرد کی گئی۔

☆

کیا اہل تشیع حضرت مغیرہ کو جلیل القدر صحابی مانتے ہیں

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی معزولی پر برافروختہ ہونے والوں کی ناراضگی اور اس کو حضرت عثمان غنی پر طعن کا سبب بنانا کہ انہوں نے ""جلیل القدر صحابی""، کو معزول کر دیا یہ کیا ان کے ہاں حقیقت ہے۔ انہی معترضین کا عقیدہ ہے۔ کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ مکار اور ملعون تھے۔ (معاذ اللہ) حوالہ دیکھئے۔

منتخب التواریخ:۔

در سنہ چہل و ہشت مغیرہ ابن شعبہ ملعون کہ حاکم کوفہ بود بہلاک واصل گردید۔
(منتخب التواریخ باب چہارم ص ۲۱۵)

ترجمہ

۴۸ ہجری میں کوفہ کا گورنر مغیرہ بن شعبہ ملعون جہنم میں پہنچ گیا۔ (انتقال ہو گیا۔)

منتخب التواریخ:۔

واو یکے از چہار نفری است۔ کہ از مکاران شمردہ شدہ اند۔ معاویہ ابن ابی سفیان و عمرو بن العاص و مغیرہ ابن شعبہ و

زیاد ابن ابیہ۔

(منتخب التواریخ باب سوم ص ۱۴۴)

ترجمہ:۔

مغیرہ ابن شعبہ ان چار مکاروں میں سے ایک ہیں۔ جن کو لوگ ذہبی کہتے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ معاویہ ابن ابی سفیان۔ عمرو بن العاص۔ مغیرہ بن شعبہ۔ زیاد بن ابیہ۔

ان دو عدد حوالہ جات سے معلوم ہوا۔ کہ اہل تشیع حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو مکار اور ملعون سمجھتے ہیں۔ تو ایسے شخص کی معزولی پر انہیں خوشی منانی چاہیئے تھی۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اس پر ستائش کرنی چاہیئے تھی۔ لیکن جناب مغیرہ کی معزولی کے غم نے انہیں نڈھال کر دیا۔ اور تا قیامت اس پر سر پیٹ رہے ہیں۔ آخر یہ کیا ہے؟ معلوم ہوا انہیں تو حضرت عثمان پر طعن کرنا مقصود ہے۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی معزولی کے

اسباب

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی بحیثیت گورنر کوفہ سے سبکدوشی کے بعد ان کی جگہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا گیا۔ جن وجوہات کی بنا پر حضرت سعد کو معزول کرنا پڑا وہ مختصراً یہ ہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص کے دور گورنری میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیت المال کے خازن تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی سے کچھ رقم بطور قرض لی لیکن وقت آنے پر ادا نہ کر سکے۔ اس وجہ سے دونوں کے درمیان

تنازع ہوا۔ اس کی اطلاع حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تک پہنچی۔ تو آپ نے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے ۲۶ھ میں حضرت سعد کو معزول کر کے ان کی جگہ ولید بن عقبہ کو گورنر مقرر کر دیا عبداللہ بن مسعود اپنے عہدے پر ہی کار رہے۔

ناسخ التواریخ:

ودست آویز حضرت عثمان در عزل سعد بن ابی وقاص این بود کہ ہنگام حکومت سعد در کوفہ عبداللہ بن مسعود عامل بیت المال آں بلدہ بود و سعد برسم قرض مبلغی از بیت المال ماخوذ داشت و در ادائے آں کار بمسامحت و مساہلت می گذاشت چندانکہ میان ابن مسعود و او کار بمناظرہ و مشاجرہ انجامید ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص برادر زادہ سعد حاضر مجلس بود و گفت دریغ میخورم کہ میان دو تن از صنادید اصحاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم از بہر حطام دنیوی کہ بہ شیشہ نیرزد کار بمبادات و معادات رود و بزلال نصیحت آتش خشم ایشانرا فرونشاند۔ پس عبداللہ بن مسعود از مجلس بیرون شد و جماعتی برائے اخذ وجوہ بیت المال درمیانہ میانجی ساخت و سعد ادائے آں دین را مہلتے مقرر داشت چوں ایں قصہ بعثمان بر داشتند ابن مسعود را بر سر عمل باز داشت و سعد را از عمل باز کردہ بسوئے مدینہ طلب فرمود۔ ولید بن عقبہ را کہ ایں وقت عامل جزیرہ بود مکتوب کرد کہ بکوفہ رود و امارت آں ولایت را خاص خویش داند۔

(۱۔ ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد ۳ ص ۲۲۳ ذکر وقائع سال بیست و نہم مطبوعہ تہران)

(۲۔ تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۱۶۵ مطبوعہ بیروت جدید)

(۳۔ الکامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۸۲ ذکر عزل سعد عن الکوفہ مطبوعہ بیروت جدید)

ترجمہ:۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو معزول کرنے کی وجہ یہ تھی۔کہ ان کی (سعد) گورنری کے دوران کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیت المال کے عامل تھے۔حضرت سعد نے ان سے کچھ رقم بطور قرض لی۔لیکن اس کی ادائیگی میں کچھ تاخیر سے کام لیا۔حتیٰ کہ دونوں کے درمیان مناظرہ اور اختلاف رونما ہو گیا۔مجلس میں حضرت سعد کے بھتیجے حاشم بن عتبہ بھی موجود تھے۔کہنے لگے افسوس ہے کہ تم جیسے دو عظیم صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم محض دنیوی ٹکڑوں کی خاطر آپس میں ایک دوسرے کے خلاف ہو گئے ہیں نصیحت کے میٹھے پانی سے ان کی باہمی رنجش کو بجھانے کی کوشش کی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مجلس سے باہر چلے گئے۔اور بیت المال کی رقوم کی واپسی کے لیے ایک کمیٹی مقرر کر دی۔ادھر حضرت سعد نے قرض کی ادائیگی کے لیے مہلت طلب کر لی۔جب یہ قصہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔تو انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود کو اسی عہدہ پر مقرر رکھا۔اور جناب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو مدینہ بلوا لیا۔جزیرہ کے عامل ولید بن عقبہ کو کوفہ کا گورنر بنا دیا۔اور تحریر لکھ دی۔کہ کوفہ جا کر اپنی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔

یہ تھے مختصر اسباب جن کی بنیاد پر حضرت سعد بن ابی وقاص کی معزولی عمل میں آئی۔ان میں کوئی بھی حسد اور عناد کارفرما نہیں۔بلکہ ایک وقتی مصلحت کے پیش نظر یہ سب کچھ ہوا۔قرض کی بروقت ادائیگی نہ کرنے سے ان کے اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے درمیان جو اختلاف رونما ہو چکا تھا۔اسے کنٹرول کرنے کے لیے یہ قدم ضروری تھا۔تاکہ لوگوں کا بیت المال پر اعتماد بحال رہ سکے۔حضرت سعد بن ابی وقاص پر نہ تو خلیفہ کا کوئی الزام

لگایا گیا۔ اور نہ ہی کسی پر زیادتی اور ظلم کی شکایت تھی۔ یہ الزام لگایا بھی کیسے جاتا۔ کیونکہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ صرف ایک موہوم فتنہ کو دبانے کی خاطر یہ اصلاحی قدم اٹھایا گیا۔

ولید بن عقبہ اگرچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا اخیافی بھائی ہے۔ لیکن اس کی تقرری اقرباء پروری کے ضمن میں نہیں آتی۔ کیونکہ حضرت فاروق اعظم کے دور سے ہی یہ شخص جزیرہ کا عامل چلا آرہا ہے۔ اس کی تقرری حضرت عثمان نے نہیں کی تھی۔ صرف تبادلہ حضرت عثمان نے کیا۔ ہم گزشتہ اوراق میں یہ امر ثابت کر چکے ہیں۔ کہ عامل کی تقرری اور معزولی کا اختیار خلیفہ کو ہوتا ہے۔ اور اس اختیار کو استعمال کرنے پر انہیں مورد الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ یہاں تو صرف ایک جگہ سے دوسری جگہ تبادلہ ہی کیا گیا۔ کیا معترضین اس کو بھی قابل طعن گردانتے ہیں۔ بہر حال اس تبادلہ کی وجہ تاریخ کے اوراق میں ثابت ہے۔

کامل ابن اثیر:۔

وَقَدِمَ الْكُوْفَةَ وَالِيًا عَلَيْهَا وَاَقَامَ عَلَيْهَا خَمْسَ سِنِيْنَ وَهُوَ اَحَبُّ النَّاسِ اِلٰى اَهْلِهَا۔

ترجمہ:۔

جب ولید بن عقبہ کوفہ کا گورنر بن کر آیا۔ تو وہاں پانچ سال تک اس عہدے پر رہا۔ اور یہ شخص اہل کوفہ کی نظر میں بہت محبوب تھا۔

(کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ نمبر ۸۲ ذکر عزل سعد من الکوفہ ولایۃ ولید بن عقبہ)

اس کے علاوہ جو یہ اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ شخص مذکور نا اہل تھا۔ اور حضرت عثمان غنی نے صرف اپنی برادری کے لحاظ سے اسے عامل مقرر کیا تھا۔ یہ اعتراض بھی ایسا ہے۔ کہ

تاریخ کی ورق گردانی اسے غلط اور لغو قرار دیتا ہے۔ جس کی تفصیل عنقریب ایک مستقل فصل میں آرہی ہے:۔

ولید بن عقبہ اور سعید بن العاص کی معزولی کے اسباب

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ۲۹ھ میں اہل کوفہ نے ولید بن عقبہ پر الزام لگایا۔ کہ شراب نوشی کرتا ہے۔ لہٰذا اس شکایت پر حضرت عثمان نے اسے معزول کر کے اس کی جگہ سعید بن العاص کو کوفہ کا گورنر مقرر کر دیا۔ لیکن اہل کوفہ نے ان کے خلاف بھی پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ ان کو معزول کر کے ان کی جگہ حضرت ابو موسیٰ اشعری کو عامل مقرر کیا گیا۔ جو شہادتِ حضرت عثمان تک اور اس کے بعد بھی یہاں کے عامل رہے حوالہ ملاحظہ ہو۔

ناسخ التواریخ:۔

آنگاہ ابو موسیٰ اشعری را بحکومت کوفہ فرستاد۔

(ناسخ التواریخ جلد ۳ ص ۲۲۲)

ترجمہ:۔

سعید بن العاص کی معزولی کے بعد حضرت ابو موسیٰ اشعری کو کوفہ کا گورنر مقرر کر کے وہاں بھیجا گیا۔

ثابت ہوا کہ:۔

کوفہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جن عمال کی تقرری کی یا معزولی کا حکم صادر فرمایا۔ ان میں سے دو (ولید بن عقبہ اور سعید بن العاص کی تقرری اموی خاندان

سے ہوئی۔ اور بقیہ میں یعنی مغیرہ بن شعبہ، سعد بن ابی وقاص اور ابو موسیٰ اشعری غیر اموی تھے
اس حقیقت حال کو سامنے رکھ کر ہر شخص یہ فیصلہ کر سکتا ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ
نے کہاں تک اپنوں کو عہدوں سے نوازا اور غیر رشتہ داروں کے لیے کہاں
تک دروازے بند کر دیے۔ تو معلوم ہوا کہ حضرت عثمان پر اقربا پروری کا الزام محض حسد
اور کینہ کی پیداوار ہے۔ سچائی اور حقیقت کا اس سے کوئی واسطہ نہیں۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

بصرہ

حضرت ابو موسےٰ اشعری کی معزولی کے اسباب

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں بصرہ کے گورنر مقرر ہوئے تھے۔ ان کی آخری دور عثمان کی تھیں۔ اہل بصرہ عادی الاز پر شر پسند اور تخریب کار لوگ تھے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں تو ان کی شرارت دبی رہی۔ کیونکہ فاروقی رعب و دبدبہ ان پر حاوی تھا۔ لیکن دورِ عثمانی میں جب وہ بات نہ رہی۔ تو اہل بصرہ نے پرانی روش اپنانی شروع کر دی۔

حضرت ابو موسےٰ اشعری کے خلاف باتیں ہونے لگیں۔ یہاں تک کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی بردباری اور حلم سے کام لے کر ابو موسیٰ اشعری کو معزول کر دیا۔ تاکہ اہل بصرہ کی زبانیں بند ہو جائیں۔ ان کی معزولی میں کسی خیانت بددیانتی کا کوئی دخل نہ تھا اور نہ ہی یہ بات تھی۔ کہ ان کو معزول کر کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے کسی رشتہ دار کو وہاں کا گورنر مقرر کرنا چاہتے تھے۔ تاریخ شیعہ سے اس کی شہادت سنیئے۔

روضۃ الصفا:-

دور خلال این احوال مردم بصرہ از والی خویش ابو موسیٰ اشعری کراز مدت مدید

حکومت آنجا باو بود شکایت کردند بنا براں معزول گشت ۔

(روضۃ الصفاء جلد ۲ ص ۷۶۴)

ترجمہ:

ان حالات میں بصریوں نے حضرت ابوموسٰے اشعری رضی اللہ عنہ کی شکایتیں کرنا شروع کر دیں۔ جو ایک لمبی مدت تک بصرہ کے گورنر رہے تھے ۔ ان شکایات کی بنا پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں معزول کر دیا۔

ابوموسٰی اشعری رضی اللہ عنہ کی معزولی ۲۹ ھ میں ہوئی ۔ ان کی جگہ حضرت عثمان نے اپنے خالہ زاد بھائی عبداللہ بن عامر کو گورنر مقرر کیا۔ حضرت عثمان کی شہادت کے وقت بھی یہ گورنر تھا۔ لیکن اس تقرری میں حضرت عثمان غنی کو اقربا پروری ہرگز مقصود نہیں تھی۔ اور یہ کہنا کہ صحابی رسول کو معزول کر کے اپنے خالہ زاد بھائی کو گورنر بنانا غلط تھا۔ خود ہی غلط ہے ۔ رہا یہ کہ یہ عبداللہ بن عامر نا اہل تھا۔ امور سلطنت سے ناآشنا تھا۔ تو اس کا تفصیلی رد لگلے صفحات پر آرہا ہے ۔ لہٰذا محض رشتہ دار ہونے کی وجہ سے حضرت عثمان پر اقربا پروری کا الزام اور خود عبداللہ بن عامر کو نا اہل قرار دینا جس کی کوئی دلیل نہ ہو۔ کون ذی عقل ایسا الزام لگاتا ہے ۔ اور کون صاحب خرد اس قسم کے الزامات کی طرف دھیان دیتا ہے ۔ اسی عبداللہ بن عامر کی فتوحات پر تاریخ شاہد ہے ۔ جو اس کی امور سلطنت میں اس کی بصیرت کو جیتا جاگتا ثبوت ہیں ۔

یہ بھی ذہن نشین رہے ۔ کہ حضرت ابوموسٰی اشعری نے معزولی پر جو آخری خطاب اہل بصرہ سے کیا۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ انہیں اس معزولی سے کوئی ناراضگی نہ تھی۔ اور اپنی جگہ نئی تقرری پر کوئی اعتراض نہ کیا۔ بلکہ نئے گورنر کی آمد ان الفاظ سے بیان کی ۔

تاریخ یعقوبی:

فَلَمَّا بَلَغَ اَبَا مُوسٰی وَلَایَۃُ عَبْدِ اللّٰهِ

بْنَ عَامِرٍ قَامَ خَطِيْبًا فَحَمِدَ اللّٰهَ وَ اَثْنٰى عَلَيْهِ وَصَلّٰى عَلٰى نَبِيِّهٖ ثُمَّ قَالَ قَدْ جَآءَ كُمْ غُلَامٌ كَثِيْرُ الْعَمَّاتِ وَالْخَالَاتِ وَالْجَدَّاتِ فِيْ قُرَيْشٍ يُفِيْضُ عَلَيْكُمُ الْمَالَ فَيْضًا۔

(تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۱۶۶ طبع بیروت جدید)

ترجمہ:۔

جب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا۔ کہ میری جگہ عبداللہ بن عامر گورنر بن کر آرہا ہے۔ تو آپ نے اہل بصرہ کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔ اللہ کی تعریف و ثناء اور اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر صلوٰۃ وسلام کے بعد تمہارے پاس ایک نوجوان گورنر آرہا ہے۔ جو قریشی ہے۔ اس کی چچیاں پھوپھیاں اور دادیاں بکثرت ہیں۔ وہ تم پر پانی کی طرح مال بہائے گا۔

نوٹ:۔

تاریخ کی اکثر کتب میں "کریم العمات الخ" کے الفاظ آئے ہیں۔ جن کا معنی ہے کہ اس کی چچیاں وغیرہ نہایت سخی عورتیں ہیں۔ لیکن تاریخ یعقوبی کے مصنف نے اپنی شیطنت سے اسے تبدیل کر کے "کثیر العمات" لکھ دیا۔ بہر حال حضرت ابوموسیٰ اشعری سے حضرت عثمان کو کوئی ناراضگی نہ تھی۔ بلکہ ایک وقتی مصلحت اور اصلاح کی خاطر ایسا کیا گیا۔ یہی ابوموسیٰ اشعری ہیں کہ جنہیں انہی حضرت عثمان غنی نے حالات کا جائزہ لے کر کوفہ کی گورنری دی اور جو شہادت عثمان کے بعد بھی جاری رہی۔ حوالہ کے لیے ناسخ التواریخ جلد ۲ ص ۲۳۲۔ اور تاریخ یعقوبی ص ۱۷۶ کو دیکھ لیا جائے۔

مصر

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی معزولی کے اسباب

سیدنا حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں ہی مصر کے گورنر مقرر ہو چکے تھے۔ مصر وہ جگہ تھی کہ مملکت اسلامیہ کی اس سرحد کے ساتھ ساتھ غیر مسلمان حکومتیں تھیں۔ جن کے ساتھ ہر وقت جذبہ جہاد کے ساتھ روابط رکھنے ضروری تھے۔ آئے دن رومیوں کے ساتھ جھڑپیں ہوتی تھیں۔ چنانچہ ۲۵ھ میں حضرت عثمان غنی ذوالنورین نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو اسکندریہ پر حملہ کر کے از سر نو فتح کرنے کے لیے مامور فرمایا۔ یہ شہر پہلے ایک مرتبہ مسلمانوں کے زیر تصرف آچکا تھا۔ لیکن رومی بادشاہ قسطنطین نے دوبارہ حاصل کر لیا تھا۔ عمرو بن العاص کی روانگی پر وہاں کے انتظامی امور کی انجام دہی کے لیے کسی باشعور اور صاحب فراست شخص کی ضرورت تھی۔ جو لوگوں سے خراج کی وصولی کرتا اور پھر بیت المال کی حفاظت بھی کرتا۔ اس کام کے لیے حضرت عثمان غنی نے جناب عبداللہ بن ابی سرح کو مقرر فرمایا۔ جو رشتہ کے اعتبار سے ان کے رضاعی بھائی تھے۔ انہوں نے اپنی تقرری کے بعد بیت المال کے نظام کو بڑے احسن

طریقے سے چلایا۔ حتی کہ مصر کا خزانہ بھر گیا۔ اس کا تذکرہ ان کی سیرت و کردار کے باب میں کریں گے

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اسکندریہ کی فتح سے واپس پلٹے۔ یہ پہلے سے ہی مصر کے گورنر چلے آرہے تھے۔ لیکن اب عبداللہ بن ابی سرح کے ہاتھ میں بیت المال کا کنٹرول آنے سے دونوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ جس کے نتیجے میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جناب عمرو بن العاص کو معزول کر دیا۔

اور ان کی جگہ عبداللہ بن سرح کو گورنر کر دیا۔ عبداللہ بن ابی سرح کے فتح افریقہ کی صورت میں کارہائے گرانمایہ سامنے آچکے تھے۔ ملک کے حالات پر کنٹرول کرنا بھی بخوبی جانتے تھے۔ لہٰذا ان خوبیوں کے پیش نظر حضرت عثمان غنی نے اپنی رائے اجتہاد سے ان کی تقرری کا فیصلہ فرمایا۔ اسی بات کی تائید و تصدیق کتب شیعہ میں یوں موجود ہے۔

ناسخ التواریخ:

عبداللہ بن ابی سرح و نام ابی سرح حسام است، ہو حسام بن الحارث حبیب بن جذیمہ بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی بفرمان عمر بن الخطاب در بلدہ فیوم کارگزار بود، ایں وقت مردم مصر بعثمان بن عفان مکتوب کردند کہ قسطنطین بادشاہ روم متوبل خصی را با لشکر باسکندریہ فرستاد تا آں بلدہ را دیگر بارہ فرو گرفت صواب چناں می نماید کہ عمرو بن العاص برحسب فرمان بدا اسکندریہ تاختن کند۔ و دفع دشمن فرماید لاجرم عثمان فرمان کرد تا عمرو بن العاص طریق اسکندریہ گرفت و با لشکر روم رزمہائے نیکو داد اسکندریہ را از دشمن تہی ساخت و ہم چناں از طرف دیگر عثمان عبداللہ بن سعد بن ابی سرح را فرمان کردہ کہ بمصر درآمدہ اخذ خراج خاص او باشد و عمرو بن العاص در نظم مملکت و مصالت

ملک روزگار برد۔

منشور عثمان را در فیوم بعبداللہ بن سعد آوردند و او برائے نظم ثغور والی راپ مردی از قبیل خود بگماشت و طریق فسطاط مصر برداشت و در فسطاط بود تا اسکندریہ کشادہ شد و عمرو بن العاص مراجعت نمود چوں ایقانون است کہ دو شمشیر در یک نیام و دو شیر در یک کنام راست نیائید۔ میان عمرو بن العاص و عبداللہ بن سعد کار بمعاوات و مبارات کشید و ہر دو در کار یک دیگر خلل ہمی کردند و ثلمہ اندا ختند و بنزدیک عثمان شکایت و سعایت نگاشتند این ہنگام عثمان عمرو بن العاص را یکبار از حکومت مصر معزول ساخت و فرمان گزاری مصر و اسکندریہ را گوش تا گوش با عبداللہ بن سعد گزاشت۔

(ناسخ التواریخ حالات خلفاء جلد ۳
ص ۱۲۰)

ترجمہ:۔

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح بن حارث بن حبیب بن خذیمہ بن نصر بن مالک بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فرمان سے شہر فیوم میں عامل تھے۔ کہ اہل مصر نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ (اے امیر المومنین) شاہ روم قسطنطین نے چڑھائی کر کے اسکندریہ دوبارہ حاصل کر لیا ہے۔ آپ عمرو بن العاص کو اسکندریہ فتح کرنے کے لیے روانہ فرمائیں۔ تو یہ بہت نیک شگون ہو گا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ سنتے ہی عمرو بن العاص کو اسکندریہ پر لشکر کشی کا فرمان جاری کر دیا۔ اُدھر عبداللہ بن سعد کو مصر میں آ کر خراج وصول کرنے کی ڈیوٹی پر قائم ہو جانے کا حکم دیا۔ اور ملک کا دوسرا انتظام و انصرام عمرو بن العاص کو ہاتھ میں لینے کا

فرمان جاری کیا۔

عبداللہ بن سعد فیوم میں کسی اور کو اپنی جگہ مقرر کر کے مصر میں آ گئے اور وہاں کا انتظام سنبھال لیا۔ عمرو بن العاص اسکندریہ فتح کر کے واپس ہو گئے چونکہ ایک نیام میں دو تلواریں نہیں سما سکتیں اس لیے دونوں کے مابین کشاکشی پیدا ہو گئی حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے عمرو بن العاص کو معزول کر دیا۔ اور عبداللہ بن سعد کو مصر اور اسکندریہ کا مستقل عامل بنا دیا۔

روضۃ الصفاء:

وہم در اوائل حکومت فرمود کہ اخذ خراج مصر تعلق بعبداللہ بن سعد بن ابی سرح باشد و عمرو بن عاص بلشکر کشی و سروری سپاہ آنجا بر قیام نماید و در امر مال دخل نہ کنند و بعد از چند گاہ عثمان عبداللہ بن رافع را با سپاہ جرار بمدد عبداللہ و عمرو عاص فرستادہ پیغام داد کہ اعیان اسلام لشکر بجانب افریقیہ و اندلس گشتند و خواطر بر فتح آں بلاد مقصود دارند و ایشاں بموجب فرمودہ عمل نمودہ بفتح بلدان و اخذ غنایم رایت افتخار و مباہات باوج سموٰت رسانیدند و چوں عمرو عاص را داعیہ آں بود کہ بیت المال نیز در تصرف او باشد با عبداللہ شیوہ معادات ورزیدہ در معارضت و مظاہرت او تساہل و تغافل می نمود و عبداللہ ایں معنی را معلوم کردہ مکتوبی مشتمل بر شکایت او بعثمان فرستاد و از موقف حکومت حکم بعزل عمرو بن عاص صادر شدہ امر حرب و سرداری لشکر نیز بعبداللہ تعلق گرفت۔ روضۃ الصفا جلد دوم ص ۶۷۴

ترجمہ:۔

حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) نے اوائل حکومت میں فرمایا کہ مصر کا خراج عبداللہ بن سعد بن ابی سرح سے متعلق ہوگا اور عمرو بن العاص لشکر کشی اور سپاہ گری پر متعین ہوں گے۔ بیت المال سے انہیں کوئی سروکار نہیں ہوگا۔ کچھ عرصہ بعد حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) نے عبداللہ بن رافع کو حضرت عمرو کی امداد کے لیے بھیجا۔ چنانچہ ان دونوں نے مل کر افریقہ اور اندلس پر چڑھائی کردی۔ اور اسلامی فتوحات کا غلغلہ آسمانوں تک پہنچا دیا۔ حضرت عمرو بن العاص چاہتے تھے کہ بیت المال بھی میرے قبضے میں رہے اس سلسلے میں حضرت عمرو بن العاص نے عبداللہ بن سعد کے ساتھ کچھ جھگڑا بھی کیا اور ان کے ساتھ تعاون میں کچھ نرمی بھی اختیار کی عبداللہ بن سعد کو جب اس بات کا علم ہوا تو حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کے پاس ان کے متعلق شکایات ارسال کیں۔ لہذا عمرو بن العاص حکومت سے معزول کر دیے گئے۔ (اور ان کی جگہ عبداللہ حاکم ہوئے۔) اس کے ساتھ ہی سپہ سالاری اور جنگی انتظامات بھی عبداللہ بن سعد کے سپرد کر دیے گئے۔

پھر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد تک عامل مصر رہے اور بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آخری وقت عبداللہ بن سعد کی جگہ عمرو بن العاص کو دوبارہ مقرر کر دیا تھا۔

بہر حال ایک بات جو ہم قارئین کرام پر واضح کرنا چاہتے وہ یہ ہے کہ اہل تشیع کے نزدیک حضرت عمرو بن العاص معاذ اللہ قابل طعن و ملامت ہیں۔ ان کی کتابیں ایسے گندے مواد سے لبریز ہیں۔ بالفرض اگر وہ ایسے ہی تھے جیسے شیعوں کا گمان فاسد ہے۔ تو پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں معزول کر کے کونسا جرم کیا؟ اور اگر وہ بالکل ٹھیک ٹھاک

تھے۔ پھر تو انہیں معزول کرنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے زیبا نہیں تھا۔ تو پھر شیعہ لوگ عمرو بن العاص کو موردِ طعن کیوں ٹھہراتے ہیں۔؟ ع

اک معمہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں جسے جہاں مناسب سمجھا عامل بنا دیا۔ اور یہ بات خلیفۂ وقت کے لیے معیوب نہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ عبداللہ بن سعد کو آپ نے اپنا رضاعی بھائی ہونے کی وجہ سے امیر و سالار بنا دیا ورنہ وہ اس منصب کے اہل نہیں تھے تو یہ بھی سفید جھوٹ ہے۔ آئندہ فصل میں دورِ خلافتِ عثمانی کے عاملین کی سیرت و کردار پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ قارئین پر یہ بات عیاں ہو جائے گی۔ کہ آپ کے عاملین خصوصاً عبداللہ بن سعد کن کن خداداد صلاحیتوں کے مالک تھے۔

*

*

جواب سوم

دورِ عثمانی میں اموی عمال کی اہلیت اور کارکردگی

گزشتہ اوراق میں طعن مذکور کے جواب میں اس امر کو پیش نظر رکھا گیا تھا۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور کے تمام عمال ان کے اپنے خاندان سے متعلق نہ تھے۔ اگر تھے تو وہ بھی گنے چنے اور وہ بھی ایسے کہ ان میں اکثر کی تقرری حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے سے پہلے دورِ فاروقی میں ہو چکی تھی۔ اور جن نئے عمال کو حضرت عثمان نے ذمہ داریاں سونپیں۔ وہ تمام عمال کا نصف بھی نہ تھے۔ اس لیے طعن مذکور کا وہ حصہ کہ جس میں یہ کہا گیا تھا کہ حضرت عثمان نے اپنے دور میں اپنے عزیز و اقارب کو زیادہ مناصب عطا کئے تھے۔ اس کا جواب تفصیلی ہو چکا ہے۔

اب اسی طعن کے دوسرے رُخ کی طرف ہم متوجہ ہو رہے ہیں۔ وہ یہ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اپنے خاندان کے مقرر کردہ عمال نااہل تھے۔ کاروبارِ حکومت سے ناآشنا تھے۔ ان کی نااہلی اور لاعلمی نے مملکت اسلامیہ کو تباہی کے کنارے پر لاکھڑا کیا۔ اور ان کی ہی وجہ سے حضرت عثمان کو شہادت تک پہنچنا پڑا۔ لہٰذا اس فصل میں ان عمال کی اہلیت کا ذکر کریں گے۔ ان کی کارکردگی پر ایک نظر ڈالیں گے۔ اور اس سلسلہ میں دونوں طرف کی کتب سے حوالہ جات پیش کئے جائیں گے۔

دورِ عثمانی کے اموی عامل اول کے گورنر کوفہ ولید بن عقبہ کی سیرت

ولید بن عقبہ کے محامد

ام حکیم کہ زوجۂ کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف است وام حکیم مادر اروی بنت کریز مذکور است ۔ واروی مادر عثمان بن عفان و ولید بن عقبہ است۔

منتخب التواریخ (شیعہ)
ص ۲۹، ۳۰ باب اول در حالات
اولادِ عباس الخ مطبوعہ
تہران طبع جدید۔

ترجمہ:

"ام حکیم" کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف کی بیوی ہے۔ یہی ام حکیم اروی بنت کریز کی ماں ہے۔ اور اروی (جو کہ ام حکیم کی بیٹی ہے) حضرت عثمان غنی اور ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہما کی والدہ ہے۔

تہذیب التہذیب:

قَالَ ابْنُ سَعْدٍ يُكَنّٰى اَبَا وَهْبٍ اَسْلَمَ يَوْمَ الْفَتْحِ بَعَثَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَآلِہٖ وَسَلَّمَ عَلٰی صَدَقَاتِ بَنِی الْمُصْطَلِقِ وَوَلَّاہُ عُمَرُ صَدَقَاتِ بَنِی تَغْلِبِ وَ وَلَّاہُ عُثْمَانُ الْکُوْفَۃَ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وَکَانَ مِنْ رِجَالِ قُرَیْشٍ ظَرْفًا وَحِلْمًا وَشُجَاعَۃً وَ اَدَبًا وَکَانَ شَاعِرًا شَرِیْفًا۔

(تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی، جلد ۱۱ ص ۱۴۲ الحرف الواؤ مطبوعہ بیروت جدید)

ترجمہ:

ابن سعد نے کہا۔ کہ ولید بن عقبہ کی کنیت ابو وہب تھی۔ فتح مکہ کے دن مشرف باسلام ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بنی المصطلق سے زکوٰۃ وصول کرنے کی ذمہ داری سونپی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بنی تغلب سے زکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر فرمایا تھا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں کوفہ کا عامل بنایا تھا ۔ ۔ ۔ خاندان قریش سے متعلق تھے۔ خوش طبعی، بردباری شجاعت اور ادب میں اپنے خاندان کے معزز افراد میں سے تھے۔ اور شریف الطبع ہونے کے ساتھ شاعر بھی تھے۔

ولید بن عقبہ کی فتوحات

سیدنا حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے جب ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی گورنری سونپی، تو کچھ ہی عرصہ کے بعد حضرت عثمان کو اطلاع ملی۔ کہ آذربائیجان کے لوگوں نے بغاوت کر دی ہے، اور مملکت اسلامیہ کے مقرر کردہ لوگوں کو زکوٰۃ دینے سے انکار